DUE DATE

Cl No. Acc. No.

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day

پندرہ روزہ

مستورات

مالکہ و مدیرہ
جبیب بلقیس بیگم

اغراض و مقاصد

۱۔ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا۔
۲۔ ہندوستانی تعلیمیافتہ خواتین میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا۔
۳۔ ہندوستان کی وہ بری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہو گئی ہیں۔ انھیں دور کرنا۔
۴۔ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا۔ جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو۔
۵۔ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ لکھنا۔
۶۔ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین م
۷۔ ہندوستانی شریف بیبیوں کی طرز زندگی اصلاح کرنا۔
۸۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی
۹۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری نمونے پیش کرنا۔
۱۰۔ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین
۱۱۔ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتہ میں شایع ہوگا (۲) سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محص رؤسا سے عہ اور والیان ملک سے پچیس روپئے۔ غیر مستطیع طالب علم و طالبات سے بشرط تصدیق عہ (۳) سالانہ (۴) سیاسی م ... ین تنقیدی غزلیں شایع نہ ہونگی۔ البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریئے کے ساتھ شایع کئے جائیں گے (۵) دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۶) جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ۱/ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے (۷) دفتر میں ایڈیٹر کو ترمیم و اصلاح کا پورا حق ہوگا (۸)۔ تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ ماہ جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایکسال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا اور دس خریدار دینے والے ... تین رسالہ کی معاون سمجھی جائیں گی اور رسالہ بھی ایکسال تک بلا قیمت بھیجا جائیگا (۹) ترسیل زر ہمیشہ اڈیٹر کے نام ہونی چاہئے

منیجر رسالہ "مستورات" پرڈیکان پور

فہرست مضامین

جلد ۲ | بابتہ یکم اپریل سنہ ۱۹۳۶ء | نمبر

مستورات سے

یکم اپریل کا پرچہ حاضر ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ میری کوشش کامیاب ہوئیں اور یہ وقت پر ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب اس کے وقت میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو گی۔

گذشتہ پرچہ میں مین نے اپنی ایک محترم بہن کا راز فاش کر دیا جسکا کہ مجھے اب تک افسوس ہے میرے خیال میں بھی نہ تھا۔ کہ مین اسطرح کھلے خزانہ ایک محترم ادیبہ پر حملہ کرون گی۔ مگر مینے ان جذبا سے بالکل مجبور تھی۔ دوسری بہنون یا عزیزہ کے بچانے کیواسطے مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ مین ایسا کرون

اب مجھے قوی امید ہے کہ اس راز کے فاش ہونے پر میری محترم بہن اپنی اس بری حرکت سے باز آکر غریب لڑکیون ودوسری بہنون کو دہوکہ نہ دین گے۔ آخر مین مکرر ان سے معافی کی خواستگار رہون۔ گزشتہ پرچہ سے ایک افسانہ جہاز کے قیدی کے نام سے ۔ ڈاکٹر حبیب احمد خالصاحب لودی کا چھپ رہا ہے۔ اور اس مرتبہ وہ ختم ہو گیا۔ اس میں بجائے جرمنی کے فرانسیسی نام ہونا چاہیے تھا۔ بہنیں تصحیح کر لیں۔ جبوقت سے کہ مستورات جاری ہوا ہے تب سے "میری زندگی کے مسرت انگیز لمحے" کی ایک مستقل سرخی سے ہر مرتبہ مضمون نکلتا تھا۔ مگر افسوس سو ہر وقت کی گڑبڑی کیوجہ سے یہ سب ختم ہو گیا۔ چونکہ اب سے پھر مین اسکو زندہ کر رہی ہون۔ لہذا بہنون کی خدمت مین گذارش ہے کہ اس سرخی کی طرف توجہ کریں۔ آخر مین ایک گذارش اور بھی ہے وہ یہ کہ اخباری دنیا میں اب تک زیادہ تر مردون نے قدم رکھے ہیں۔ بلکہ زنانہ رسالے اخبار بھی عورتون کی آڑ مین مردون کی اڈیٹری نکلتے ہیں۔ میرے محترم بھائی خوب اچھی طرح سے جانتے ہون گے کہ یہ راستے کسقدر دشوار گذار او پیچیدہ ہین بڑے بڑے مستقل مزاج مرد لغزش کھا گئے۔ تو مین ناچیز کس گنتی مین ہون۔ میرے خیال مین محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کے بعد مین نے اتنے بڑے بوجھ کے اٹھانے کی کوشش کی کہ ایک زنانہ رسالہ حقیقت مین ایک عورت کی اڈیٹری نکلے۔ گو کہ یہ میری ناچیز خدمات کوئی حقیقت نہین رکھتیں۔ مگر پھر بھی ہر بہن سے مین اس بات کی آرزو مند ضرور ہون کہ وہ مستورات کی اشاعت مین کوشش کرین۔ تاکہ اسکے پیر مضبوط ہو جاوین اور اصلی غرض نکلا ئے۔

جین ولجین

گذشتہ سے پیوستہ

گمشدہ کار!!!

سنہ ۱۸۲۳ء کے کرسمس مین دنٹ فرمئیل کے گاؤں مین ایک بڈھا سرائے مین آیا اور بدمعاش سرائے دار تھینار ڈیر کو روپیہ دے کر کوسٹ کو پیرس لے گیا۔ وہان جاکر اُس نے ایک پرانے مکان کا بالاخانہ کرایہ پر لے لیا اور کوسٹ اپنی گڑیا اور اس نیک آدمی کے ساتھ جو انتقدر محبت سے اسکی خبرگیری کرتا تھا ہنسی خوشی رہنے لگی۔

اسوقت تک جین ولجین نے کسی سے محبت نہین کی تھی۔ وہ ابھی تک کسی کا باپ۔ عاشق۔ شوہر یا دوست نہیں ہوا تھا۔ جب اُس نے کوسٹ کو دیکھا۔ اور اسے مصیبت سے نجات دی تو اُس کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ جسقدر محبت اُسکے دل مین تھی وہ سب اسی بچی کی طرف چلی گئی۔ جین ولجین ۵۵ سال کا تھا۔ اور صرف ۸ سال کی۔ ۵۵ سالہ محبت جسے اب تک ظاہر ہونے کا موقع بھی ملا تھا۔ خیر اندیش عبادت مین تبدیل ہو گئی تھی۔ کوسٹ جسے ونیی ان سے اوائل عمری مین جُدا ہوتا یا دبھی نہین تھا اور جس کے ساتھ تھینار ڈیر نے سختی کا سلوک کیا تھا جین ولجین کو اپنا حقیقی باپ سمجھنے لگی تھی۔

ہفتے گذر گئے اور اُن دونون کی خوشی کی زندگی مین کوئی چیز خلل انداز نہ ہوئی۔ کوسٹ دن بھر باتیں کرتی ہنستی اور گاتی تھی۔ جین ولجین دن مین باہر نکلنے سے پرہیز کرتا تھا محلے مین یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ ایک فقیر ہے۔ جو روپیہ بانٹا کرتا ہے۔ وہان پر گرجے کی سیڑھیون پر ایک بڈھا آدمی بیٹھا رہتا تھا۔ جو عام طور پر دعا مین مشغول رہتا تھا۔ اور جسکی مدد جین ولجین ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ ایک رات جب کہ جین ولجین نے حسب معمول بڈھے کے ہاتھ مین ایک سکہ رکھا تو بڈھے بھکاری نے یکایک اپنی آنکھین اوپر کو اٹھائین اور ایسے گھور کر دیکھا پھر فوراً اپنا سر نیچے ڈال لیا۔ اسکی یہ حرکت بجلی کی طرح تیز تھی۔

جین ولجین گھر لوٹ آیا۔ مگر وہ بے حد پریشان تھا۔ اسے خیال تھا کہ اس نے انسپکٹر جاورٹ کا چہرہ دیکھا ہے۔

چند روز بعد اُسے معلوم ہوا کہ انسپکٹر جاورٹ نے اسی مکان میں کے ایک حصہ میں جس میں جین ولجین اور کوسٹ رہتے تھے۔ رہائش اختیار کر لی ہے۔ اُس نے فوراً بچی کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے مکان کی تلاش میں نکل پڑا۔ وہ خاموش اور سنسان گلیوں میں گذر کر دریا عبور کر گئے۔ جین ولجین اس خیال میں تھا کہ کوئی ان کا پیچھا نہیں کرتا۔ لیکن جلد ہی یہ معلوم کر کے چار آدمی سایہ کی طرح اس کے ساتھ ہیں۔ اسکو جھنجھنی آگئی۔ وہ گلی بہ گلی پھرنے لگا تاکہ جلد شہر سے باہر نکل جاتے لیکن آخر میں ایک بند گلی میں پھنس کر رہ گیا۔

ابھی وہ تذبذب کی حالت میں یہاں کھڑا سوچ رہا تھا کہ سپاہیوں کا ایک دستہ گلی میں داخل ہوا جاورٹ اُن کے آگے آگے تھا۔ وہ لوگ بار بار رک جاتے تھے لیکن ہر کونے ہر چپہ کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ اور اندازے سے معلوم ہوتا تھا کہ ۱۵ منٹ میں وہ جین ولجین تک پہونچ جاوینگے۔ یہ لمحہ بہت خطرناک تھا۔ گرفتاری کے لئے جہازوں میں دوبارہ قید اور کوسٹ سے ہاتھ دھونا تھے۔ صرف ایک بات کا امکان تھا۔ جو دیوار گلی کے چوڑے حصے کو بند کئے ہوئے تھی۔ اسکو پھاندا جائے۔

جین ولجین سڑک کی لالٹین سے ایک رسی کھول لایا (چاند کی رات ہونے کی وجہ سے سڑک کی لالٹین ابھی جلائی نہیں گئی تھی۔) اور اس کا ایک سرا بچی کے گرد لپیٹا اور ایک دوسرا اپنے دانتوں میں مضبوط پکڑا۔ آدھ منٹ میں وہ دیوار کے اوپر گھٹنے ٹیکے ہوئے نظر آ رہا تھا۔ اور کوسٹ خاموشی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ یکایک اس نے جین ولجین کو دھیمی آواز میں کہتے سنا۔ "دیوار کا سہارا لے کر جھک جاؤ۔ بغیر بولنے کے اور بغیر ڈرے ہوئے" پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اوپر اٹھ رہی ہے۔ اور قبل اس کے کہ کچھ سوچ سکتی دیوار کے اوپر پہنچ گئی۔ جین ولجین نے اسے مضبوطی سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر لاد لیا اور دیوار کے ساتھ رینگتے ہوئے ایک ڈھلوان چھت پر آ رہا یہاں سے اُس نے جاورٹ کی گرجتی ہوئی آواز سنی کہ وہ سپاہیوں کی اس بند گلی کی مکمل تلاش کے لئے حکم دے رہا تھا۔ جین ولجین چھت سے پھسل کر نیچے اترا اور کوسٹ کے ساتھ زمین پر آ گیا۔ اُسنے آپ کو ایک راہب خانے کے باغ میں پایا۔ جہاں ایک بڈھا باغبان کام کرتا تھا۔ جسکی جان جین ولجین نے شہر میم سے میں بچائی تھی اور جو اُس کے بدلے

مین پادری میڈلین کے لئے ہر قسم قربانی کے لئے تیار تھا۔

بالآخر کوسٹ راہب خانے کے اسکول میں داخل ہو گئی۔ نیک راہبہ عورتیں احاطہ سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔ اور باہری دنیا سے لاپرواتھیں۔ جا

جاورٹ نے شبہ کرتے ہوئے بھی اسکی گرفتاری مین تاخیر کی تھی۔ کیونکہ اخبارون مین تو مجرم کے مرنے کی خبر نکل ہی چکی تھی۔ لیکن ایک مرتبہ یقین ہونے کے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ مجرم کو گرفتار نہ کرتا۔

جین ولجین کے ہاتھ نہ لگنے پر جاورٹ سخت مایوس کی دیوانی حالت مین تھا۔ تلاش رات بھر جاری رکھی گئی لیکن جاورٹ کو یہ کبھی نہ سوجھا کہ ایک بڈھا آدمی لڑکی کو ساتھ لے کر ایک چودہ فٹ اونچی دیوار کود سکتا ہے۔

جین ولجین روزآنہ باغ مین کام کرتا ہے اور بڈھے باغبان کے جھونپڑے مین رہتا تھا اور اُسی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ کوسٹ کو اجازت تھی کہ وہ روزانہ اسے آکر دیکھ جائے۔

پرامن باغ۔ خوشبودار پھول۔ بچون کی مسرت آمیز اور سیدھی سادی راہبہ عورتین تھین۔ ان چیزون نے جین ولجین کا دامن خوشی سے بھر دیا۔ اور اس کا دل ایسی جائے پناہ سے جو اسے نصیب ہو گئی شکر گذاری سے معمور ہو گیا۔

۴۔ فرض سے بالاتر

چھ سال تک کوسٹ اور جین ولجین راہب خانے مین مقیم رہے اسکے بعد بڈھے مالی کے مرنے پر جین ولجین نے جو فاشلونٹ کے نام سے پکارا جاتا تھا یہ فیصلہ کیا کہ کوسٹ کو راہبہ بنانا نہیں چاہتا اور چونکہ اب یہ ڈر نہین تھا کہ انھیں کوئی شناخت کر سکے گا۔ اسلئے ان کے لئے شہر مین چلے جانا بہتر ہوگا۔ چنانچہ جین ولجین نے ردبلوسٹ مین ایک کرائے کا مکان لے لیا اور اپنی منہ بولی لڑکی اور ایک وفادار نوکر کے ساتھ اسمین رہنے لگا ساتھ ہی اُس نے پیرس مین ایک دوسرا مکان بھی کرایہ پر لے لیا تاکہ آڑے وقت مین کام آسکے۔

کوسٹ جوان ہو رہی تھی اور وہ اپنے حسن سے بےخبر نہ تھی اسے شریف النسل ماریس سے جوان

پونٹمرس کالڑکا تھا ۔ محبت ہو گئی تھی ۔

جین ولجین کو اس خفیہ محبت کا علم ہوا تو اسکی ہمت ٹوٹ گئی کوسٹ کو جدا کرنے کا خیال اسکے لیئے ناقابل برداشت تھا ۔

جون ۱۸۳۲ء میں پیرس کی گلیوں میں شدت کی لڑائی ہوئی جسمیں ماریس باغیوں کے ایک دستے کا سردار تھا ۔ مورچہ بندی میں جاورٹ کو ایک جاسوس سمجھکر گرفتار کر لیا گیا ۔ اور جین ولجین نے جو باغیوں سے واقف تھا دیکھا کہ اس کا پرانا دشمن ایک ستون سے بندھا ہوا موت کا انتظار کر رہا ہے ۔ تھوڑی دیر میں وہ گولی سے مارا جانے والا تھا ۔ جین ولجین نے اجازت چاہی کہ جاورٹ کی موت کے گھاٹ وہ اپنے ہاتھ سے اتار دے ۔ پستول ہاتھ میں لیئے ہوئے جین ولجین جاورٹ کو جسکی مشکیں کسی تھیں کشاں کشاں سپاہیوں کی آنکھ سے اوجھل اور ایک گلی میں لے گیا ۔ اور وہاں جاکر چاقو سے اسکی رسیاں کاٹ ڈالیں پھر بولا "جاؤ تم آزاد ہو ۔ اور اگر میں اسجگہ سے زندہ لوٹ آیا تو فلاں جگہ سات نمبر کے مکان میں ملونگا وہاں میرا نام فاسلونٹ ہے" جاورٹ آہستہ آہستہ چلنے لگا ۔ اور جب نظر سے غائب ہو گیا تو جین ولجین نے اپنا خالی پستول چلا دیا کچھ عرصہ بعد باغیوں کے آخری فیصلہ کن مقابلہ ہو چکا ۔ اور ان کا مورچہ تباہ ہو گیا ۔ جین ولجین نے چونکہ سپاہیوں کی گولیوں کی زد میں آنے سے سوا لڑائی اور کوئی حصہ نہیں لیا تھا ۔ اسلئے وہ بچ گیا ۔ لیکن زخمی اور بے ہوش ماریس اسکی گود میں تھا ۔ دوسری طرف کے سپاہی سب بھاگنے والوں کو گولی کا نشانہ بنا رہے تھے موقع بہت نازک ہو رہا تھا ۔ اور زندگی بچانے کی صرف ایک ترکیب تھی کہ وہ زمین کے اندر روپوش ہو جائے ۔

ایک لوہے کا جال جو گندے پانی کے زمین دوز نل کے منہ پر تھی اسکو اپنے پاؤں کے قریب نظر پڑی جین ولجین نے اسے زور لگا کر کھولا اور ماریس کو لے اسکے اندر گھس گیا بمشکل تمام وہ اندر ہی اندر چلنے لگا اور ایک دوسرے جال میں سے ہو کر نکلا جو دریا کے کنارے کھلی تھی ۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ سنتری جاورٹ وہاں بھی موجود ہے ۔ جین ولجین بالکل خاموش تھا اور جاورٹ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ۔ انسپکٹر جاورٹ اسوقت تم میری مدد کرو کہ میں

آدمی کو اٹھا کر گھر لے جا سکوں۔ پھر جوجی میں آئے میرے ساتھ کرنا۔ انسپکٹر کے انتظار میں ایک گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ اُس نے کوچوان کو حکم دیا کہ وہ جین ولجین کو جہاں کا وہ پتہ دے پہنچا دے۔ ماریس جو ابھی بے ہوش اپنے دادا کے گھر پہونچا دیا گیا۔ پھر جین ولجین بولا انسپکٹر جاورٹ میری ایک اور درخواست ہے کہ مجھے گھر جانے دو اس کے بعد مجھے جہاں چاہے لے جانا۔ جاورٹ نے کوچوان سے کہا کہ سٹ روڈی ہومی آرمی کی طرف چلے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچ گئے تو جاورٹ جین ولجین سے بولا تم اوپر چلے جاؤ۔ میں نیچے گلی میں تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن قبل اس کے کہ جین ولجین اپنے کمرے تک اوپر پہنچتا۔ جاورٹ جا چکا تھا اور گلی میں سناٹا تھا۔

جب سے جین ولجین نے جاورٹ کو نئی زندگی بخشی تھی وہ بہت بے چین تھا اور اسے بہت ہی بھیانک اشتباہ تھا۔ ایک سزا یافتہ مجرم نے اسکی جان بچائی تھی اور اس کے احسان کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اسے بطور قیدی کے اسے جہاز پر غلام بنا کر بھیجدے لیکن گورنمنٹ سے تنخواہ لیتے ہوئے ایک بدکردار شخص کو یوں آزاد چھوڑ دینا بھی ناممکن معلوم ہوتا تھا کوئی اور قانون اُس کے رسمی فرائض سے بھی بالاتر تھا۔ جسکا احسان کرنے کا اسے پیشتر اتفاق نہیں ہوا تھا۔

اس کشمکش نے کہ ان دونوں راستوں میں صحیح کون راستہ ہے۔ جاورٹ کا اطمینان قلب زائل کر دیا اس سے قبل وہ زندگی کو بہت سیدھی سادی خیال کرتا تھا۔

انسپکٹر جاورٹ تھانے میں اپنی آخری رپورٹ دے کر اور زندگی کے نئے حالات کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے دریائے سین کی طرف آہستہ آہستہ گیا۔ اور اپنے آپ کو اسکی گہرائیوں کے سپرد کر دیا۔

ماریس کو ہوش آیا اور کوسٹ کے ساتھ اسکی شادی ہو گئی۔ جین ولجین اب تنہائی کی زندگی گذارنے لگا۔ اُس نے ماریس کو بتا دیا کہ وہ ایک بھاگا ہوا مجرم ہے کوسٹ اور ماریس نے اب اس سے کم ملنا جلنا تھا۔

لیکن جین ولجین کے مرنے سے قبل ماریس کو اسکی بہادرانہ زندگی کے کارنامے معلوم ہو گئے کہ اسطرح

لڑائی کے آخری مورچے سے اُس نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر اسکی جان بچائی ہے۔ ماریس کو پہلی مرتبہ یہ محسوس ہوا کہ جیں ولجین مورچے میں صرف اسکی جان بچانے کی خاطر گیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کوسٹ سے محبت کرتا ہے۔ ماریس جلد عجلت میں لوٹ کر جین ولجین کے کمرے کی طرف گیا لیکن یہ بڈھے آدمی کی آخری ساعت آن پہونچی تھی۔ وہ چلایا۔ تم میرے قریب آجاؤ۔ اور قریب میں تم دونوں سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔ اس طرح مرنا بہت اچھا ہے۔ تم بھی اے میری کوسٹ مجھ سے محبت کرتی ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے بڈھے باپ کی بہت مشتاق تھیں اور تم اسے پونٹمرس تم ہمیشہ کوسٹ کو سکھ میں رکھنا۔ میں تم سے کئی باتیں کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اب اُن کا موقع نہیں ہے۔ میرے بچو میرے قریب آجاؤ۔ میں خوش خوش جارہا ہوں۔ کوسٹ اور ماریس دوزانو ہوکر اسکے ہاتھوں کو پے در پے بوسے دینے لگے۔ جین ولجین ہمیشہ کے لئے امن کی نیند سوگیا۔

(لودی)

قطعہ

کوئی صورت کوئی تماشا ہے
کوئی دیدار کو ترستا ہے
مجھ کو دونوں کے حال پر ہے رشک
ایک حیرت ہے ایک سکتہ ہے

عبدالرسول خان مست

کثرتِ ازواج

قبل اس کے کہ میں اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کروں مناسب سمجھتی ہوں کہ چند باتوں کو ناظرات سے واضح کر دوں۔ مجھے عربی زبان سے بہت کم واقفیت ہے اور اسی کم علمی کی وجہ سے مجھے شوق بھی ہوتا کہ عربی زبان حاصل کروں لیکن شوق کبھی پورا نہ ہو سکا۔ ان دنوں قرآن مجید کا ایک مترجم نسخہ زیر تلاوت رہا کرتا تھا اور تلاوت میں ترجمہ کی طرف زیادہ توجہ رہتی ہے۔ سورۃ النساء کی طرف میں نے زیادہ توجہ کی اور اس کے ترجمہ کو غور سے پڑھا۔ چند آیتیں ایسی نظر پڑیں جن سے مجھے مسئلے کثرتِ ازدواج پر لکھنے کا خیال ہوا۔ سورۂ احزاب کے مطالعہ نے اس خیال کو اور قوت دی اور مضمون کے لئے مسالہ بھی جمع ہو گیا۔ میرے دلائل اور خیالات کا دار و مدار زیادہ تر ترجمہ پر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی غلطی مجھ سے سرزد ہو تو میں قابلِ عفو خیال کی جاؤں گی۔ گو میں نے صحت ترجمہ کا کافی خیال رکھا ہے۔ اس مضمون میں خیالات میرے ہیں اور میری فہم میں جو کچھ آیا ہے اس کو میں بلا کم و کاست عرض کر دینا چاہتی ہوں۔

بطور تمہید مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کثرتِ ازدواج کی ابتداء پر غور کیا جائے کہ اس کا رواج دنیا میں کیونکر ہوا اور مختلف زمانوں میں اس کی کیا صورت رہی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انسان کی عقلی اور اخلاقی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہی ہے اور مختلف قوموں میں عقل و اخلاق کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ قدیم زمانہ کے انسان اور اس صدی کے انسانوں کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قوموں کے ملکی و مذہبی رواج بھی اُن کی علمی و اخلاقی حالت کے مُطابق ہوا کرتے ہیں۔ حکومت اور سلطنت کے طریقے بھی انہی باتوں کے مُطابق ہوا کرتے ہیں۔

علم سیاست کا یہ مشہور مسئلہ ہے کہ انسان ابتدائی حالت میں آبائی طرزِ حکومت کے ماتحت رہنے کا عادی تھا۔ ہر خاندان کا ایک سردار ہوا کرتا تھا اور مختلف خاندان مل کر قبیلہ ہوا کرتا تھا۔ اور قبیلہ کا سردار ان سب پر حکومت کیا کرتا تھا۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی خود مختار سلطنتیں قایم تھیں جو اپنی عقلی و اخلاقی پستی کی وجہ سے ہمیشہ برسرِ جنگ آمادہ رہتیں ایسی حالت میں لازمی تھا کہ ہر قبیلہ اپنی قوت بڑھانے کی انتہائی کوشش کرے۔ اور اس کے لئے جو صورت ممکن ہو اُس پر عمل کرے۔ اس کے لئے دو ہی صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں۔ اوّل تو کثرتِ ازدواج کے ذریعہ نسل کی افزائش اور

دیگر جنگ کے قیدیوں کے ذریعہ اپنی تعداد بڑھانا۔ چنانچہ دنیا کی جتنی قومیں گذری ہیں انہوں نے انہی دو صورتوں پر عمل کیا ہے۔ اور اس مسئلہ نے ایک قانونِ فطرت کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ لیکن اس قانون کے نفاذ کے لئے شرائط بھی ہیں۔ لہذا جب یہ شرائط پوری نہ ہو سکیں تو اس قانون کا نفاذ بھی مناسب نہیں۔ میں اس مسئلہ پر دو نقطۂ نظر سے بحث کرنا چاہتی ہوں اوّل مذہبی اور معاشرتی اور دوئم اقتصادی

نقطۂ نظر سے بحث کرنے کے لئے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ واضح کر دیا جائے کہ دین کی تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک روحانی جو خاص دین کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور دوسری معاملات دنیوی اور معاشرتی کی تعلیم جو حسب اقتضائے زمانہ۔ ملک اور عادات اقوام ہوا کرتی ہے۔ یہ ایک اصول ہے جس کے ماتحت تمام ادیان و مذاہب کی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن اس دوسری طرح کی تعلیم بھی اسی قدر اہم ہے جتنی پہلی طرح اور اس کو بھی ہمیشہ واجب التعمیل اور ضروری خیال کرنی چاہیئے۔ میرے اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ بعض مواقع پر مذہب حسب اقتضائے زمانہ ایسی باتوں کی بھی اجازت دیتا ہے جو درحقیقت بری ہیں۔ لیکن موقع کی ضرورت کے لحاظ سے اس کی اجازت ہونے سے اس کو نیک اور ضروریات دین سمجھا جاتا ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اس دعوے کے ثبوت میں قرآن کی اکثر آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً خدا برائی کا بدلہ برائی بتلاتا ہے۔ اور برائی کے بدلہ کا نام برائی رکھا ہے۔ اسکو بھلائی نہیں کہا ہے۔ مثلاً قتل کے بدلے قتل کرتا ہے اور کسی اور برائی کے بدلے سزا دیتی ہے۔ تو انتظام قایم رکھنے کے لئے ان احکام کی تعمیل ضروری ہے۔ لیکن قطع نظر اس ضرورت کے اس میں کوئی بھلائی متصور نہیں ہے۔ چنانچہ خدا نے معاف کر دینے کو افضل کہا ہے۔

دوسری مثال طلاق کی ہے۔ طلاق فی نفسہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ طلاق میں اس پیمان کو توڑ دیا جاتا ہے جو عقد کی صورت میں باندھا گیا تھا۔ لیکن طلاق کی اجازت دینا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ دوسری صورت میں مختلف قسم کی برائیاں پیدا ہونے کا خوف تھا۔ جبکہ ایام جاہلیت میں لوگ جب اپنی عورتوں سے ناراض ہوتے تو ان کو قید میں ڈال کر چھوڑ دیا کرتے اور ان پر طرح طرح کے ظلم کیا کرتے لیکن یہاں بھی ایک بات خیال رکھنے کے قابل ہے کہ خدا نے طلاق سے بہتر ایک صورت بتائی ہے۔ اور پہلے مرد و عورت کے وکلا کے ذریعہ سے اصلاح کرنے کی ہدایت فرمائی ہے چنانچہ سورہ نساء میں یہ حکم موجود ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے بہت سی باتوں کی اجازت اس لئے دی ہے کہ نظام عالم کو قائم رکھنے کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ لیکن حقیقتاً وہ ضروری نہیں ہے اور اس کی جگہ بہتر صورتیں موجود ہیں۔

جن پر عمل کرنا زیادہ مستحسن ہے۔

اب میں پھر نفس موضوع کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ قرآن حکیم نے مردوں کو چند شرائط کے ماتحت چار نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے جو لوگ اس اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُن کے لئے ایک نہایت اہم شرط بھی لگا رکھی ہے۔ علاوہ شرط حد درجہ مشکل اور قابل توجہ ہے۔ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کے قبل انسان کیلئے لازم آتا ہے کہ وہ اپنی حالت پر غور کرے اور اس بات کا صحیح اندازہ کر لے کہ وہ ان شرائط کو پورا کرنے کی لیاقت رکھتا ہے کہ نہیں۔ بصورت عدم بجا آوری وہ شرعی احکام کی دانستہ خلاف ورزی کا مجرم ہوتا ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کی سزاؤں کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال ایک ایسے مسافر کی ہے جو ایک بحر ناپید اکنار میں سفر کے لئے تہیہ کر رہا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں بھی اسے اپنی حفاظت زندگی کے لئے اسباب خورد ونوش کا انتظام اور پھر ایک قابل اطمینان کشتی کی فراہمی ضروری مسائل ہیں اور وہ بغیر ان کو طے کئے ہوئے روانہ ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

ان شرائط پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسقدر مشکل ہیں کہ اُن کی بجا آوری کے لئے ہر متنفس نہیں تیار ہو سکتا ہے۔ انسان کو زندگی کی ایسی پر خطر وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے کہ اسکو دینی سلامتی کی کبھی پوری امید نہیں رہتی ہے۔ دنیاوی علایق اور زندگی آلائشیں ایسی ہیں کہ بڑے بڑے صاحبان تقویٰ بھی ان کے خوف سے ہمیشہ ترساں رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ دربار ایزدی میں نار جہنم سے بچنے کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب اتنی بڑی شخصیتیں بھی خوف جہنم سے مطمئن نہیں رہتیں تو ہر معمولی انسان بھلا کہاں تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں جب مصائب کا ایک پہاڑ سر پر کھڑا ہے تو ایک نئی مصیبت مول لینا کہاں تک مناسب ہے۔ عورتوں کے درمیان انصاف کرنا مشکل امر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بہتر چیز کی طرف رجوع ہو۔ اور اس کی طرف زیادہ توجہ کرے۔ عورتیں تمام ایک طرح کی تو ہوتی نہیں ہیں لہٰذا بصورت کثرت ازدواج انسان خواہ مخواہ اس بیوی کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا جو اوروں سے بہتر ہو۔ اور ایسی صورت میں انصاف قایم رکھنا بہت دشوار ہے۔ پھر انصاف نہ کرنے کی صورت میں وہ احکام الٰہی کی دانستہ خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے۔

قرآن حکیم ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو اس میں عالم کی ہر بات کے لئے ہدایت موجود ہے اور یہ ہدایتیں اپنی جگہ پر ایسی اٹل ہیں کہ ان کا بدل ممکن نہیں۔ چنانچہ خدا نے انسانی طبیعت کا لحاظ کر کے خود زیادہ

کہ تم کتنا ہی چاہو عورتوں میں انصاف نہیں کرسکتے۔ اور عورتوں میں انصاف کرنے کی طاقت تم کو حاصل ہی نہیں ہے یہ ارشاد باری بھی سورۃ النساء میں موجود ہے اور دراصل اسی آیت کے مفہوم نے مجھے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کے لئے آمادہ کیا ہے اگر اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ جمع کیا جائے جس میں چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو یقینی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا بہتر نہیں ہے۔ یعنی جب اندیشہ ہو کہ عورتوں میں انصاف نہ ہوسکیگا تو صرف ایک نکاح کرنا چاہیئے۔ لیکن عورتوں میں انصاف رکھنے کی طاقت کسی کو حاصل نہیں اسلیئے کوئی شخص ایک سے زیادہ نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب میں قبائل کی طاقت بڑھانے کے خیال سے بہت زیادہ نکاحوں کا رواج تھا اور ایک ایک مرد کے پاس کئی کئی عورتیں رہتی تھیں۔ اوّل اللہ تعالیٰ نے اس تعداد کو چار تک محدود کیا۔ اور پھر ایسی شرط لگادی جو اسکو خود بخود ایک تک پہونچادے۔ اور پھر مسلمانوں کو اس زمانہ میں اپنی تعداد بڑھانیکی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کثرت ازدواج کو دفعتاً بند نہیں کیا بلکہ ایک شرط لگادی جو خود بخود اس رواج کو نیست و نابود کرڈالے۔

اسی سلسلہ میں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نکاح ہوئے۔ اسکے جواب میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے نکاح زیادہ تر حکمت عملی رحم اور زمانے کے اقتضاء سے ہوئے تھے۔ اور تقریباً تمام نکاح اس آیت کے نزول سے پہلے ہوچکے تھے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ازواج مطہرات کو اس بات کی اجازت دیگئی گئی تھی کہ ان میں جو بی بی چاہیں وہ جناب ختمی مرتبت سے علیحدہ ہوسکتی ہے لیکن کسی نے اس شرف سے علیحدہ ہوسکتی ہے لیکن کسی نے اس شرف سے علیحدہ ہونا پسند نہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جس طرح زیادہ نکاح کرنے میں قباحتوں کا اندیشہ ہے اسیطرح نکاح فسخ کرنے میں مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے اختیار ملنے کے باوجود جن بیبیوں نے علیحدگی پسند نہ کی ان کے نکاحوں کی صحت اور جواز کے لئے جناب باری نے سورہ احزاب میں آیت نازل فرمائی لیکن ساتھ ہی ساتھ جناب رسول اکرم کو ہدایت فرمادی کہ اور نکاح نہ کریں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ حکم صرف انہیں کی ذات کیلئے مخصوص ہے

دوسرا اعتراض یہ عاید ہے کہ بہت سے صحابہ اور ائمہ نے بھی چار نکاح کئے اس اعتراض کے جواب میں میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اول تو وہ ایسے برگزیدہ حضرات تھے جن میں اپنی حالت کے اندازہ کرنے کی اہلیت موجود تھی اور وہ اپنی عورتوں میں انصاف کرسکتے تھے اور دیگر دن کے نظام مصلحت کے ماتحت تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اپنی طاقت بڑھانا زیادہ کرنا ضروری تھی۔ جس کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اسی آیت میں جس میں خدا نے یہ کہا ہے کہ عورتوں کے ساتھ انصاف کرنا نہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو کہ ایک کی طرف سے بالکل منہ پھیر لو اور اس کو بیچ میں لٹکا ہوا چھوڑ دو یعنی نہ بیاہی کے مانند ہو اور نہ بن بیاہی کے مانند۔ اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس حالت کے لئے ہے۔ جب ایک سے زیادہ نکاح ہو چکے ہوں۔ گذارش ہے کہ اس حکم میں صرف انصاف و مہربانی کرنے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ پہلی آیت میں بھی جس میں چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ انصاف کرنا شرط ہے۔ پھر یہ حکم اس زمانہ کی حالت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے نکاح میں کئی کئی عورتیں تھیں یہ حکم انھیں کے متعلق ہے کیونکہ نکاح کی ہوئی عورتوں کا چھوڑنا بھی مکارم اخلاق کے خلاف ہے۔

لہذا ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار نکاح کی اجازت محض اقتضا مصلحت اور زمانہ کی وجہ سے دی تھی۔ لہذا اس کے نزدیک مستحسن ایک ہی نکاح کرنا ہے۔ کیونکہ انصاف کرنے کی ضرورت پر اس نے مختلف مواقع پر زور دیا ہے اور ایسی صورت میں ہمیشہ ایک ہی نکاح کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ کے کلام میں ہم لوگوں کی برائیوں کے سبب سے بعض کم درجہ کام کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ انسان ان سے حتی المقدور پرہیز کرے۔ اسی طرح کثرت ازدواج، طلاق وغیرہ کسی وقت میں کسی ضرورت کی وجہ جائز کئے گئے ہوں تو اس ضرورت کے وقت میں ان افعال کے مرتکب مطعون ہونے کے لائق نہیں ہیں لیکن پرہیز کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ انسان کو چاہیئے کہ اپنے کو ایسا بنائے کہ برائی کے بدلے برائی کرنے کی ضرورت ہی ہر ایک زمانہ کی حالت علیحدہ علیحدہ ہے اور انسان ہمیشہ ترقی کرتا جاتا ہے چنانچہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ تم لوگ درجہ بدرجہ ترقی کرتے چلے جاؤ گے۔ بہتیرے کام ایسے ہیں کہ جو زمانہ کی حالت کے مطابق مباح کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً کثرت ازدواج وغیرہ لیکن اگر ہم ان پر برابر عمل کرتے رہیں تو یہ ہماری کم فہمی ہے اور گویا ترقی کی راہ میں روڑا اٹکانا ہے کیونکہ یہ افعال محض مباح ہیں اور صرف ضرورت پورا کرنے کے لئے جائز رکھے گئے ہیں۔ لہذا جب تک شدید ضرورت نہ ہو ان پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ بہتر صورت تلاش کرنی چاہیے۔ اور یہاں تو قرآن حکیم نے بہتر خود ہی بتلا دی ہے۔ ایسی حالت میں پرانی حالت کی طرف لوٹنا اور بہتر صورت سے قطع نظر کرنا گویا عقل کے بدلے لینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تو منشاء یہ ہے کہ ہم اس کے کلام میں سے ہمیشہ احسن باتوں کی پیروی کیا کریں۔ جو لوگ کثرت ازدواج کو اچھے عمل جانتے ہیں وہ ترقی کے بجائے تنزل کو پسند کرتے ہیں۔ اور قرآن کی تعلیم کی نا

کہ تم کتنا ہی چاہو عورتوں میں انصاف نہیں کرسکتے۔ اور عورتوں میں انصاف کرنے کی طاقت تم کو حاصل نہیں ہے یہ ارشاد باری بھی سورۃ النساء میں موجود ہے اور دراصل اسی آیت کے مفہوم نے مجھے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کے لئے آمادہ کیا ہے اگر اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ جمع کیا جائے جس میں چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو یقینی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا بہتر نہیں ہے۔ یعنی جب اندیشہ ہو کہ عورتوں میں انصاف نہ ہوسکیگا تو صرف ایک نکاح کرنا چاہیئے۔ لیکن عورتوں میں انصاف رکھنے کی طاقت کسی کو حاصل نہیں اسلئے کوئی شخص ایک سے زیادہ نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب میں قبائل کی طاقت بڑھانے کے خیال سے بہت زیادہ نکاحوں کا رواج تھا اور ایک ایک مرد کے پاس کئی کئی عورتیں رہتی تھیں۔ اوّل اللہ تعالےٰ نے اس تعداد کو چار تک محدود کیا۔ اور پھر ایسی شرط لگادی جو اسکو خود بخود ایک تک پہنچا دے۔ اور پھر مسلمانوں کو اس زمانہ میں اپنی تعداد بڑھانے کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کثرت ازدواج کو دفعتاً بند نہیں کیا بلکہ ایک شرط لگادی جو خود بخود اس رواج کو نیست و نابود کرڈالے۔

اسی سلسلہ میں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نکاح ہوئے۔ اسکے جواب میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے نکاح زیادہ تر حکمت عملی رحم اور زمانے کے اقتضاء سے ہوئے تھے۔ اور تقریباً تمام نکاح اس آیت کے نزول سے پہلے ہوچکے تھے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ازواج مطہرات کو اس بات کی اجازت دیگئی تھی کہ ان میں جو بی بی چاہیں وہ جناب ختمی مرتبت سے علیحدہ ہوسکتی ہے لیکن کسی نے اس شرف سے علیحدہ ہوسکتی ہو لیکن کسی نے اس شرف سے علیحدہ ہونا پسند نہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جس طرح زیادہ نکاح کرنے میں قباحتوں کا اندیشہ ہے اسیطرح نکاح فسخ کرنے میں مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے اختیار ملنے کے باوجود جن بیبیوں نے علیحدگی پسند نہ کی ان کے نکاحوں کی صحت اور جواز کے لئے جناب باری نے سورہ احزاب میں آیت نازل فرمائی لیکن ساتھ ہی ساتھ جناب رسول اکرم کو ہدایت فرمادی کہ اور نکاح نہ کریں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ حکم صرف انہیں کی ذات کیلئے مخصوص ہے دوسرا اعتراض یہ عاید ہے کہ بہت سے صحابہ اور ائمہ نے بھی چار نکاح کئے اس اعتراض کے جواب میں میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اول تو وہ ایسے برگزیدہ حضرات تھے جن میں اپنی حالت کے اندازہ کرنے کی اہلیت موجود تھی اور وہ اپنی عورتوں میں انصاف کرسکتے تھے اور دیگر ان کے نظام مصلحت کے ماتحت تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اپنی طاقت زیادہ کرنا ضروری تھی۔ جس کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اسی آیت میں جس میں خدا نے یہ کہا ہے کہ عورتوں کے ساتھ انصاف کرنا نہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو کہ ایک کی طرف سے بالکل منہ پھیر لو اور اس کو بیچ میں لٹکا ہوا چھوڑ دو یعنی نہ بیاہی کے مانند ہو اور نہ بن بیاہی کے مانند اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس حالت کے لئے ہے۔ جب ایک سے زیادہ نکاح ہو چکے ہوں۔ گذارش ہے کہ اس حکم میں صرف انصاف و مہربانی کرنے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ پہلی آیت میں بھی جس میں چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ انصاف کرنا شرط ہے۔ پھر یہ حکم اس زمانہ کی حالت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے نکاح میں کئی کئی عورتیں تھیں یہ حکم انہیں کے متعلق ہے۔ کیونکہ نکاح کی ہوئی عورتوں کا چھوڑنا بھی مکارم اخلاق کے خلاف ہے۔

لہذا ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار نکاح کی اجازت محض تقاضا مصلحت اور زمانہ کی وجہ سے دی تھی۔ لہذا اس کے نزدیک مستحسن ایک ہی نکاح کرنا ہے۔ کیونکہ انصاف کرنے کی ضرورت پر اس نے مختلف مواقع پر زور دیا ہے اور ایسی صورت میں ہمیشہ ایک ہی نکاح کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ کے کلام میں ہم لوگوں کی برائیوں کے سبب سے بعض کم درجہ کام کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ انسان ان سے حتی المقدور پرہیز کرے۔ اسی طرح کثرت ازدواج، طلاق وغیرہ کسی وقت میں کسی ضرورت کی وجہ سے جائز کئے گئے ہوں تو اس ضرورت کے وقت میں ان افعال کے مرتکب مطعون ہونے کے لائق نہیں ہیں لیکن ان سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ انسان کو چاہیئے کہ اپنے کو ایسا بنائے کہ برائی کے بدلے برائی کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو ہر ایک زمانہ کی حالت علیحدہ علیحدہ ہے اور انسان ہمیشہ ترقی کرتا جاتا ہے چنانچہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ تم لوگ درجہ بدرجہ ترقی کرتے چلے جاؤ گے۔ بہتیرے کام ایسے ہیں کہ جو زمانہ کی حالت کے مطابق مباح کر دیئے گئے ہیں، مثلاً کثرت ازدواج۔ لیکن اگر ہم ان پر برابر عمل کرتے رہیں تو یہ ہماری کم فہمی ہے اور گویا ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانا ہے کیونکہ یہ افعال محض مباح ہیں اور صرف ضرورت پورا کرنے کے لئے جائز رکھے گئے ہیں۔ لہذا جب تک شدید ضرورت نہ ہو ان پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ بہتر صورت تلاش کرنی چاہیئے۔ اور یہاں تو قرآن حکیم نے بہتر صورت خود ہی بتلا دی ہے۔ ایسی حالت میں پرانی حالت کی طرف لوٹنا اور بہتر صورت سے قطع نظر کرنا گویا عقل کے ناخن لینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تو منشا یہ ہے کہ ہم اس کے کلام میں سے ہمیشہ احسن باتوں کی پیروی کیا کریں۔ چنانچہ جو لوگ کثرت ازدواج کو اچھے عمل جانتے ہیں وہ ترقی کے بجائے تنزل کو پسند کرتے ہیں۔ اور قرآن کی تعلیم کی نافرمانی

کرتے ہیں مسیحی ممالک میں تمام آجکل ایک ہی نکاح کرنے کا رواج ہے۔ لیکن یہ ترقی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ انجیل میں تاکیدی طور پر ایسی باتوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حالت اس کے باوجود تاکیدی احکام کے وہ کثرت ازدواج کی بلا میں مبتلا ہیں اور تمام ترقی یافتہ قوموں کے نشانۂ ملامت بن رہے ہیں۔

اقتصادی نقطۂ نظر سے اب اگر غور کیا جائے تو کثرت ازدواج کی برائیاں اور زیادہ واضح ہوتی جاتی ہیں، چار شادیوں کا لازمی نتیجہ پیدائش کی زیادتی ہوگا اور اگر اس پر تمام طور سے عمل کیا جائے تو دنیا کی آبادی بہت جلد دوچند ہو جائے گی۔ آبادی کی اس زیادتی کا لازمی نتیجہ عوام کی غربت ہوگی۔ کیونکہ دنیا کے موجودہ وسائل معاش پر دوچند آبادی کا دارومدار ہوگا۔ اور جو دولت صرف ایک شخص کے لئے کافی تھی۔ اس پر دو دو اور چار چار کا مدار ہوگا۔ معاشیات کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ زمین کو ایک عرصہ تک جوتنے کے بعد اس میں اس بات کی قابلیت نہیں رہتی کہ وہ ان مصارف کے برابر بھی غلہ پیدا کر سکے۔ جو اس کو زرخیز بنانے کے عائد ہوئے ہیں۔ اس کو انگریزی میں (   ) کہتے ہیں۔ لہذا جب غلہ پیدا ہونے کی یہ صورت ہوگی اور آبادی کی زیادتی کا یہ عالم، تو پھر قومی تنزل کا کیا عالم ہوگا۔ یہ ضرور ہے کہ اوپر کی سطور میں ہم نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ کثرت ازدواج کی برائی زیادہ روشن نظر آئے، اور انسانی سطحی نظر سے بھی اس کا مطالعہ کرے۔ اگر اب حقیقت کو لیجئے تو بھی اس برائی کا ایک جز جو ایسی حالت میں رونما ہوگی اپنی جگہ پر باقی رہتا ہے۔ اور اسی پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کہاں تک قابل قبول ہے۔

زمانہ کی یہ حالت ہے کہ ماہرین اقتصادیات دنیا کی موجودہ آبادی کی طرف سے مطمئن نظر آتے ہیں اور پیدائش رفتار ترقی کو وہ دنیا کے لئے خطرناک خیال کرتے ہیں۔ اب ایسی حالت میں کثرت ازدواج کو قابل ترک خیال نہ کرنا کس دلیل کی بنا پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض زمانہ میں شرح پیدائش کی زیادتی ایک نعمت خیال کی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے لوگوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ زیادہ شادیاں نہ کریں لیکن یہ صورت عارضی ہوتی ہے جنگ کے زمانہ میں اس طرف توجہ دی جاتی ہے اور یہ صحیح ہے کہ اس زمانہ میں اس کی ضرورت بھی ہے کیونکہ جنگ میں فوجیں تیار کرنے کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جنگ کے بعد کے جو خوفناک نتائج ہوتے ہیں ان کا خیال کر کے علمائے اقتصادیات گھبرا جاتے ہیں اور اس قسم کے اثرات میں شرح پیدائش کی زیادتی کی وجہ سے اور زیادہ دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں

کثرت ازدواج

علمائے اقتصادیات کا خیال ہے کہ زمین موجودہ شرح رفتار سے بڑھتی ہوئی آبادی کو چند صدیوں کے بعد غذا نہیں دے سکتی ہے۔ اس خیال کے سامنے اگر کثرت ازدواج کے مسئلہ کو بھی رکھا جائے تو صورت حال بہت بھیانک نظر آنے لگتی ہے۔

قطع نظر اگر ان باتوں کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت پر غور کیا جائے اور ان کی مالی کمزوریوں کا خیال کیا جائے تو کثرت ازدواج کو کسی طرح جائز نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا اقتصادی دقتیں تو زیادہ تر اصولی ہیں لیکن حقیقی دشواریوں کا اندازہ ہماری اپنی مالی کمزوری کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں نوّے فیصدی مسلمان انتہائی غربت اور افلاس کے عالم میں مبتلا ہیں۔ نوکری پیشہ حضرت خواہ ہزاروں روپیہ کمائیں لیکن مالی حالت بہتر نہیں کہی جا سکتی، کیونکہ اس ہزار پر ایک بڑے خاندان کا بار ہوتا ہے۔ اور موجودہ تہذیب کے اثرات کی وجہ سے دس ہزار کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ کیونکہ طرز رہائش کی تبدیلیاں اور مغربی تقلید کے اثرات سے ہندوستان کا کوئی باشندہ بچا نہیں ہے۔ مغربی طرز رہائش حد سے زیادہ گراں ہوتی ہے۔ اور اس کے سبب سے زیادہ شکار نوکری پیشہ حضرات ہوتے ہیں۔ نوکری کرنا گویا اعلان غربت ہے۔ مزدور پیشہ طبقہ تو غریب ہی ہے۔ تجارت مسلمانوں میں بہت کم ہے۔ اب ایسی حالت میں کثرت ازدواج کو جائز رکھنا کس عقل کی بنا پر روا رکھا جا سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ساردا ایکٹ کی طرح کوئی قانون اس قسم کا پاس کرایا جائے کہ جس سے یہ بڑا رواج زمانہ سے اٹھ جائے۔ شروع میں یقیناً بہت سی دقتیں پیش آئیں گی۔ لیکن کامیابی کے لئے ان کا پیش آنا بطور شگون نیک ہے۔ اگر پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کیا جائے تو اس مرض کو دور کرنا مشکل نہیں اور پھر یہ مسئلہ مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہندو بھی اس میں مبتلا ہیں۔ چند دنوں پہلے تو ہندوؤں میں یہ حالت نہایت کی حد تک پہونچی ہوئی تھی اور شمالی بہار کے برہمن ۶۳ بیبیاں تک رکھتے تھے۔ یہ تعداد سرکاری یادداشتوں اور رپورٹوں میں موجود ہے۔ گو صورتِ حال اب اس قدر اہم نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی عام طور سے اس پر عمل کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے خاندانوں اور ریاستوں میں تو یہ بطور سنت رائج ہے۔

"شہربانو" (مظفرپور)

افسانہ

از جناب کوثر چاندپوری

کیا چھوٹے نوٹ آپ کے پاس ہیں؟

لکھنؤ کے اسٹیشن پر جب ایکسپریس کے چھوٹنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ٹکٹ بابو نے سَو روپیہ کا نوٹ عارف حسین کو واپس دیتے ہوئے کہا۔

چھوٹا ہی بابو جی! یہ چھوٹا ہی تو ہے۔ عارف حسین نے نہایت اضطراب کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ جلدی بابو جی بھوپال کا ایک ٹکٹ دیجئے مجھے۔ گاڑی چھوٹ رہی ہے۔ مہربانی کر کے ......

معاف فرمائیے میرے پاس اتنے روپے نہیں ہیں کہ میں چھ سات روپے کے لئے سَو کا نوٹ لے سکوں۔ بابو جی نے بات کاٹتے ہوئے بہت خشک لہجہ میں جواب دیا۔

سَو کا نہیں جناب! میں نے دس روپے کا نوٹ دیا ہے۔ آپ کو۔

عارف نے خالص ہندوستانی بے تابی کے ساتھ کہا جو سفر شروع کرنے پر ہندوستانی آدمی کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پلیٹ فارم پر پہونچتے ہی بعض اوقات مضحکہ انگیز صورت اختیار کر لیتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت بدحواس ہیں۔ گاڑی چھٹنے میں ابھی تین منٹ کی دیر ہے۔ آپ اطمینان سے دس روپیہ کا نوٹ دیکھ کر مجھکو دیجئے۔ اسے احتیاط سے رکھئے۔ یہ لکھنؤ ہے۔ بندہ نواز لکھنؤ۔

بہت اچھا کہتے ہوئے عارف نے نوٹ بابو جی کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور جیب سے بٹوہ نکالکر دس روپیہ کا نوٹ تلاش کرنا شروع کیا۔ بٹوے میں اب آٹھ نوٹ اور تھے۔ جو سَو سَو روپے کے تھے۔ عارف بہت متحیر ہوئے۔ اُنہوں نے ابھی ابھی امین آباد میں ایک بڑی دوکان سے آٹھ نو روپیہ کا سامان خرید کیا تھا۔ اور سَو روپے کا نوٹ دیکر دس دس روپے کے نوٹ اور کچھ روپے لئے تھے۔ لیکن اسوقت اُن کے بٹوے میں دس روپے کا کوئی بھی نوٹ نہ تھا۔ سب سَو سَو روپے کے تھے۔ وہ چار پانچ منٹ تک دانتوں میں انگلی دبائے خاموش

ساجدہ بیگم

گذشتہ سے پیوستہ

ملیں، چھیڑ چھاڑ شروع کردی، مگر بھلا شہزادی بیگم کی زبان کیوں رکتی۔ ایک ایک زبان میں ہزاروں سنا ڈالی، اگرچہ تم بڑی بے پرواہ ہو۔ ہلوگوں کا ذرا تم کو خیال نہیں، خدا رکھے میری بھائی میاں سعید کو، میں اُن کے دم سے آتی ہوں۔ ورنہ تمھارے گھر میں جھانکو تک نہیں، غرض شہزادی بیگم لڑتی جھگڑتی سب سے ملتی اندر داخل ہوئیں۔ امراؤ بیگم نے بھی امراؤ، اشفاق و آفتاب کو گلے لگایا، سب لوگ فرش پر بیٹھے،

شہزادی بیگم، اچھا بادشاہ دلہن باتیں تو پھر کرنا پہلے ہمکو کچھ کھانے کو دلواؤ۔ بھوک کے مارے ہماری آنتیں سوکھ رہی ہیں۔

امراؤ بیگم۔ چلو ہٹو تمھاری فضول باتوں نے تو مجھے کسی سے اچھی طرح ملنے بھی نہ دیا۔ ہاں کہو آفتاب بیگم تمھارے بچے تو اچھے ہیں۔ اشفاق تم کب گوالیار سے آئیں، وزیر حسین و اشفاق بیگم کے میاں، تو اب اچھے ہیں۔ اُن کے فالج کا اب کیا حال ہے، میں نے تو کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ گوالیار جاکر دیکھ آؤں۔ مگر تمھارے ماموں کی بیماری کی وجہ سے نہیں گئی، پرسوں ہی انھیں خون کا دورہ ہوا تھا۔

آفتاب، ہاں بادشاہ دلہن دیکھوں کہ یہ اُن کے ہم عمر تھیں اور انھیں کے پھوپھی زاد بھائی کو منسوب تھیں اسلئے بوجہ ہم عمری و بے تکلفی کے نام لیتی تھی)، ماموں کی طبیعت کیسی ہے، پرسوں اُن کا خط گیا تھا۔ پھر دورہ پڑا ہے،

امراؤ بیگم، ہاں کمبخت بواسیر جب سے ہوئی ہے۔ اِن میں کچھ حالت ہی نہیں رہی، آج ذرا کچھ طبیعت خدا کی عنایت سے اچھی ہے،

شہزادی بیگم۔ ارے بادشاہ دلہن برائے خدا کھانا دو ہماری تو بری حالت ہو رہی ہے دو تو دو ورنہ ہم خود نکال کر کھائے لیتے ہیں، ارے لوگوں ہم کیوں اُن سے مانگیں، اُن سے مانگے ہماری بلا، ہماری جوتی لو ہم خود جاکر نکال کر کہائے لیتے ہیں۔ میرے بھائی کا گھر میں ہی شرم کروں، یہ کہتی ہوئی شہزادی بیگم باورچی خانہ میں تشریف لے گئیں اور ماما سے یوں گویا ہوئیں " لاری لا کھانا دے گھنٹہ بھر سے انتظار کرتے کرتے تھک گئے، تجھ مردار سے اتنا نہ ہوا کہ جلدی کھانا بھیجدے۔

ماما۔ نہیں بی بھلا ہم لوگوں کو کیا مجال ہے جو کھانا نہ بھیجیں آئیے آئیے کھائیے آپ کا گھر ہے۔ منور جہان نے جلدی سے پڑی بچھاکر اُس کے سامنے چھوٹی اسٹول رکھدی۔ اسپر دسترخوان بچھادیا بچاری دوڑی دوڑی گئیں۔ خود برتن دہو کر لائیں۔ کھانا نکالنے ہی لگی تھیں کہ شہزادی بیگم نے جلدی سے اُن کے ہاتھ سے کفگیر چھین کر کہا چلو ہٹو میں خود نکال لونگی آئیں نیا شوربا گنی بوٹی دینے کو۔ جاؤ ذرا نورن (شہزادی بیگم کی ماما) سے کہو کہ ناشتہ دان وغیرہ لے آئے،

غرض ناشتہ دان بھی آیا۔ بندی نے قریب ایک گھنٹہ خوب ڈٹ کر کھانا کھایا، جب کھا چکیں ڈکار لیتی و کہتی ہوئی کمرے میں گئیں کہ لو بھئی ہم تو کھاچکے اب تم لوگ جانو تمھارا کام ہاں ذرا ساجدہ کو تو بتاؤ وہ کدھر ہے جب سے میں آئی ہوں اسکی شکل ہی نہیں دیکھی، لے لو کیا میں اُس کی ساس ہوں جو مجھ سے چھپتی ہے۔!

امراؤ بیگم۔ ادہر ہی اپنے کمرے میں گئی ہے۔ سلام تو اُس نے تمکو کیا تھا۔ پہلے یہ تو بتاؤ تمنے پیٹ بھر کر کھانا بھی کھایا۔

شہزادی بیگم۔ ہاں ہاں کیوں نہ کھایا خوب کھایا اور اچھی طرح سے کھایا تم سے مطلب۔ اور یہ کہتی ہوئی ساجدہ کے کمرہ میں گئیں۔ اری ساجدہ تو کدہر غائب ہے کیا میں تیری ساس ہوں جو مجھ سے پردہ کرتی ہے، یہاں کمرے میں ساجدہ و رقیہ بیگم کی بہن صفیہ بیگم بیٹھی سی رہی تھیں، جیسے ہی پھپھی کو دیکھا دونوں کھڑی ہو گئیں اور ادب سے سلام کیا۔

شہزادی۔ ساجدہ کو لپٹاکر تو یہاں چھپی کیا کرتی ہے، ہمتو تیرے ہی واسطے آئے اور تو ہی ہم سے بھاگتی ہے

ساجدہ ۔ نہیں پھوپھی اماں میری استانی کے آنے کا وقت تھا ۔ اسلئے چلی آئی ۔ سلام تو مین نے آپ لوگون کو سب کو کیا تھا۔

ساجدہ نے نہایت ادب سے پھوپھی کو سلام کیا اور پھوپھی نے نہایت محبت سے اسے گلے لگا کر ۔ خوب چپٹا کر کہا ۔ساجدہ بیٹی تو جیتی رہے خوش رہے میری دلی مرادین پوری ہون کہ تو میرے پہلو اور میرے گھر کی زینت بنے (ساجدہ نے شرم سے نیچی نظرین کرلین) پھر اسکو پیار کرتے ہوئے کہا کہ اری بیٹی یہ تو بتا کہ تو پڑھتی کیا ہے ۔تیرا شغل کیا ہے ۔ اتنک کیا کیا سلائی سیکھی ۔ اور کیا کیا پکانا آیا ساجدہ ۔

ساجدہ ۔ پھوپھی جان ۔ آپ لوگون کی دعا سے تھوڑا بہت جان گئی ہون ۔موٹا جھوٹا سی لیتی ہون کچا پکا ریکا لیتی ہون ۔

شہزادی بیگم ۔ اچھا تو شام کو پھر مجھے کچھ پکا کر کھلاو اپنی سلائی کی دستکاری نکال دکھیون تو کن ہنرون بھری ہے ۔

ساجدہ پھوپھی جان اسوقت مجھے معاف کرین ۔کیونکہ مولوی صاحب فارسی پڑھانے کے انتظار مین دیرسے بیٹھے ہین ۔ ابھی تو آپ تشریف رکھئے گا ۔فرصت سے دکھا دونگی ۔

شہزادی بیگم ۔ اچھا میری تو فارسی بھی پڑھتی ہے ۔ خدا تیری عمر دراز کرے منظر بد سے بچائے

ساجدہ ۔ پھوپھی جان تو پھر مین پڑھنے جاتی ہوں ۔مولوی صاحب منتظر ہون گے ۔

یہ کہکر ساجدہ تو پڑھنے چلی گئی ۔ اور شہزادی بیگم اپنی بھاوج امراؤ بیگم کے پاس چلی گئیں ۔ امراؤ بیگم اسوقت میان کے کھانے کے اہتمام مین تھیں ۔تاکہ کھانا جلدی سے تیار کرا کر کچہری بھیجیں شہزادی بیگم بھی وہیں باورچی خانہ مین ایک کھٹولی پر بیٹھ گئیں اور اس طرح گویا ہوئیں ۔ اے بادشاہ دلہن میان سعید کو میرے ہاتھ کی چٹنی بہت پسند ہے ۔ لاؤ پیاز نیبو پودینہ وغیرہ دو مین بنا دون ۔ بادشاہ دلہن (امراؤ بیگم) ہاں ہاں بنا دے ۔ بڑے شوق سے بنائیے ۔شہزادی ۔ ہاے امراؤ ۔ یہ تو بتاؤ سب وکیل تو گھر دن سے کھانا کھا کر جاتے ہین ۔ یہ میرے بھائی پر تمنے کیا مہربانی کی کہ اُن کو اتنے سویرے بھیجدیتی ہو ۔ اور کھانا کچہری جاتا ہے ۔ بھلا یہ تباؤ کہیں کچہری

میں بھی کھانے کا مزا ہے۔

امراؤ بیگم۔ نہیں بہن۔ آج ایک بڑا مقدمہ ہے۔ اس کے کاغذ وغیرہ دیکھتے ہیں اور موقعہ بھی دیکھنا ہے۔ اسلئے بہت صبح چائے پیکر چلے گئے۔

شہزادی بیگم۔ (مذاق سے) اری امراؤ تو نہیں چاہتی کہ میرا بھائی مجھ سے نہ ملے۔

امراؤ بیگم۔ بھلا بہن آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ آپ کا گھر ہے آپ کے بھائی ہیں۔ میری مجال ہے کہ ایک لفظ یا حرف کہوں۔

شہزادی بیگم۔ خدا پاک تمھاری عمر دراز کرے دین و دنیا کی مرادیں پوری کرے۔ جو تم مجھے اتنا سمجھتی ہو۔ ورنہ آجکل کون کس کو سمجھتا ہے۔ اچھا لو چٹنی تیار ہے۔ میری بھائی کو جلدی سے کھانا بھیجو۔ ۱۲ بجنے والے ہیں۔ لاؤ کھانا نکالو میں ناشتہ دان میں رکھ کر بھیجتی ہوں۔

اری نسترن اری نرگس ناشتہ دان دھو کر جلدی لاؤ۔ مگر یہ کمبخت چھوکریوں کی ذات ایسی کہاں کہ جلدی سے سنیں۔ یا کام کریں۔ انکی تو سرشت یہ ہے کہ جتنی کام میں جلدی ہوگی اتنا ہی دیر کرینگی۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے جواب دیا۔ اری آئی بی۔ پھر غائب اس طرح چند منٹ کی اور دیر ہوگئی۔ شہزادی بیگم۔ بھلا اس کو برداشت کر سکتی ہیں۔ نہایت گرج کر بولیں۔ اری کمبختو۔ تمھارے ہواس ٹھکانہ ہیں یا نہیں کس خمار میں ہو۔ ابھی آگر سر کچلے دیتی ہوں۔ یہ ہماری بادشاہ دولہن ہی ایسی نیک ہیں۔ جو سر چڑھا رکھا ہے۔ لیکن وہ کمبختیں اتنی شریف یا ڈرنے والی کہاں وہی اپنی روش پر آہستہ آہستہ جوں کی طرح رینگتی۔ بی نرگس ناشتہ دان لیکر آئیں شہزادی بیگم نے جلدی جلدی کھانا رکھکر۔ بی نرگس کیطرف دیکھکر کہا اری نیک بخت یہ کھانا بھی لیجائیگی یا نہیں۔ خیر اسوقت بی نرگس تیکی کے دم میں تھیں۔ جلدی سے ناشتہ دان اٹھاکر۔ خدا بخش کو باہر دے آئیں۔ وہ غریب گھنٹہ بھر سے کھانے کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ نرگس کو دیکھکر کہنے لگا کہ شکر ہے کہ آپ جلدی سے آئیں۔ اور کھانا لیکر چلا گیا۔

باقی آئندہ

(حبیب الملقبین بیگم)

چے بہت غور کے بعد وہ اس نتیجہ پر آئے کہ دکاندار نے غلطی سے بجائے دس روپے کے سو سو روپے کے
ے دیئے ...... لیکن اب کیا کرنا چاہیئے۔ امین آباد جا کر گاڑی چھوٹنے سے پہلے میں کسی طرح بھی واپ
لمتا۔ اور کل میرا بھوپال پہونچ جانا بہت ضروری ہے۔ طویل رخصت کے بعد ایک دن کی غیر حاضری معمولی
کچھ بھی ہو اسوقت ٹکٹ لے کر روانہ ہو جانا چاہیئے۔ احساس فرائض کا وہ جذبہ جو ہمیشہ میرے سینہ میں
ہتا ہے غیر حاضری کے سیاہ داغ کو کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتا۔ مگر ایسی صورت میں یہ روپیہ میرے پاس
بجائے گا۔ اور وہ دکاندار پر نہ جانے کیا گزر جائے گی۔ نام بھی تو نہیں معلوم مجھے اس کا ورنہ منی آرڈر سے بھیج دیتا۔
میرا احساس فرض اور ایمان و دیانت کا فیصلہ یہ نہیں ہے کہ میں اسی وقت روانہ ہو کر اپنی قیامگاہ پر پہونچ
، اور اپنے کام کا جائزہ لے لوں۔ بلکہ مجھے گاڑی چھوڑ کر یہ روپیہ دوکاندار کو دے دینا چاہیئے۔ اگرچہ اس طرح
گھنٹے کی دیر ہو جائے گی۔ مگر ایک بوجھ میری گردن سے اتر جائے گا۔ جس سے سبکدوش ہوئے بغیر
ب قدم بھی اصل منزل کی طرف نہیں اٹھا سکتا۔

(۲)

عارف بہت ذی لیاقت، حسین اور تندرست آدمی تھا۔ ان کا ارادہ بلند، اخلاق شگفتہ اور عادات شمائل
ہ تھے۔ احباب کے ساتھ ان کا طرز عمل، تواضع انکسار، اخلاص اور جوش سے مملو تھا۔ وہ ریاست بھوپال میں
ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ اگرچہ تنخواہ زیادہ نہ تھی اور یہ امر ان کے زہد و اتقا کے ساتھ ملکر اسقدر تکلیف دہ
با تھا، جسے صرف عارف ہی برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن فرائض نہایت ہی اہم تھے اور شروع سے آخر تک
ن اور دیانت ہی سے متعلق تھے۔ ویسے بھی انہوں نے مذہبی ماحول میں تربیت پائی تھی اور ان کے دل دماغ پر
بیت کے نہایت گہرے نقوش پائے جاتے تھے۔ مگر مزاج میں یبوست اور خشونت . . . . . تعصب تنگ نظری
اکونہ تھی۔ وہ نہایت وسیع المشرب بے تعصب اور آزاد انسان تھے۔ لیکن خودداری اور غیرت نفس کے بہت
ند تھے۔ اس سفر میں مصارف کے اعتبار سے وہ کافی زیر بار ہو چکے تھے۔ اپنی شریک زندگی کی علالت کا تار
پہنچنے پر انہیں دفعتہً لکھنؤ آنا پڑا تھا۔ پھر لکھنؤ کے طویل قیام نے مالی حیثیت سے ہیں اتنا کمزور کر دیا تھا کہ دیانت
داری اگر ان کی اقتصادی بدحالی سے جنگ نہ کرتی تو یقیناً انہیں نو سو روپے کی یہ رقم عطیہ الٰہی سمجھ کر قبول کر لینی چاہیئے
ی۔ مگر وہ بے انتہا دیانتدار تھے۔ اور ان کے نزدیک ایمان کی قیمت ان روپہلی سکوں سے ادا نہ ہو سکتی تھی۔ اور کسی

صورت سے بھی وہ اس بیش قیمت چیز کو اتنی کم قیمت میں فروخت نہ کر سکتے تھے ۔ اگرچہ حالات ایسے تھے کہ موجودہ صورت میں اس رقم کو کم تصور نہیں کیا جا سکتا تھا اور اس کے حصول میں کوئی بدنیتی، جرم یا فریب نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن دیانت اور ایمان جس دولت کبریٰ کا نام ہے وہ مصائب و حوادث سے متاثر ہونے والی چیز نہیں ۔ غربت اور افلاس سے انسانی عزائم میں کمزوری پیدا ہو سکتی ہے ۔ دوں ہمتی اور پست خیالی کو بھی ان سے قریبی نسبت ہے ۔ مگر ایمان پر ان اعتباری چیزوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا ۔ وہ تو ایک پہاڑ ہے ۔ جسے قدرت نے اپنے ہاتھوں سے مستحکم کیا ہے اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مصیبت، کائنات کا کوئی حادثہ، عالم کا بڑے سے بڑا تغیر، عناصر کی برہمی سمندروں کے طوفان اُسے اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے۔ آگ کی شعلہ سامانیاں، پانی کی ہر دوت انگیز روانیاں، ہوا کی شوخ چیتیاں اور مٹی کے ثقیل و غیر دلچسپ حشر انگیزیاں ایمان جیسی وہبی طاقت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، اگر ایسا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ ایمان کا وجود ہی نہ تھا ۔ بلکہ ایک نمائش تھی ۔ ایک دھوکا تھا ۔ جسے محض ریاکاری اور جعلسازی کے لئے انسان نے تیار کیا تھا ۔ ورنہ قدرت کے ہاتھ اتنے کمزور نہیں ہیں کہ دنیا کی طاقتوں سے مغلوب ہو جائیں ۔

چنانچہ عارف حسین نے ایک منٹ کے لئے بھی اپنی ان مالی جراحتوں کا خیال نہ کیا ۔ جو روپیہ کا مرہم مانگ رہی تھیں ۔ اور بغیر اس مرہم کے عرصہ تک رستے رستے ان کا ناصور بنجانا یقینی تھا ۔ اُنہوں نے سب سے پہلے لمحۂ فکر میں یہ طے کر لیا کہ مجھے خواہ کیسا ہی زبردست نقصان پہونچ جائے مگر اسیوقت دکانیں بند ہونے سے پہلے مجھے یہ روپیہ واپس کر دینا چاہیئے ۔ انہوں نے اپنا سامان تانگہ میں اٹھا اور امین آباد کی طرف روانہ ہو گئے ۔

(۳)

رات کے قریب دس بج چکے تھے ۔ بجلی اپنی پوری تابانی کے ساتھ امین آباد کو جگمگا رہی تھی ۔ سیٹھ لکشمی داس اپنی دوکان پر بیٹھے بہی کھاتوں کی جانچ کر رہے تھے ۔ نوٹوں کی متعدد گڈیاں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں، ان کا نوجوان بیٹا بڑے انہماک سے انہیں شمار کر رہا تھا ۔ روزانہ کی فروخت کا رجسٹر بھی پاس ہی رکھا ہوا تھا ۔ سیٹھ جی بار بار اپنی عینک کو آنکھوں سے ہٹا کر اپنی پیشانی پر رکھتے اور اپنے کاروباری بیٹے کو اس کی غفلت اور لاپروائی پر تنبیہ کرتے ۔ اسی کے ساتھ مفید نصائح بھی کرتے کہ آئندہ کوئی ایسی فروگذاشت نہو ۔ اسی دوران میں ان کی دوکان کے سامنے عارف حسین کا تانگہ رکا ۔ اور سیٹھ جی کے لڑکے نے عارف حسین کو دیکھتے ہی چلکر کہا ۔

یہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ آ گئے۔

عارف حسین تانگہ سے اُتر آئے۔ اور بٹوہ کھولکر نو سو روپے کے نوٹ سیٹھ جی کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔

سیٹھ جی یہ نوٹ رکھئے میں نے کچھ سامان آپ کے ہاں سے لیا تھا۔ یہ صاحبزادے اسوقت دوکان پر ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سو روپے کا نوٹ دیا تھا۔ انہوں نے دس روپے کے سمجھکر نو سو روپے کے مجھے واپس کر دیئے۔ میں نے بٹوے میں رکھ لئے اور جلدی میں انہیں اچھی طرح دیکھا بھی نہیں سٹیشن پہونچکر ہوا۔ افسوس ہے کہ اس غلطی کی وجہ سے مجھے اپنی ملازمت پر پہنچنے میں ایک دن کی دیر ہو گئی۔

عارف حسین مسلسل بول رہے تھے۔ اور سیٹھ لکشمی داس حیرت کے عالم میں ان کا منہ تک رہے تھے۔

بس اُنہوں نے کہا۔

بابو جی آپ بڑے ایماندار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو بغیر کسی خطرے کے اس روپے کو کام میں لاسکتے تھے۔ آپ نے کوئی جرم تو کیا نہیں تھا۔ کہ اندیشہ رہتا۔ سیٹھ جی عارف سے بولے۔

بڑے اور چھوٹے ایماندار کو تو میں جانتا نہیں، البتہ یہ سمجھتا ہوں کہ آدمی کا سب سے اچھا وصف اسکی ۔۔نت ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر آدمی کو آدمی کہنا فضول ہے۔

سیٹھ جی نے کہا:۔

یہ محض آپ کی شرافت اور انسانیت ہے ورنہ آجکل کی آدمیت کا مفہوم بدلگیا ہے۔ اس زمانہ میں اچھا ۔۔ی وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ دولت کا مالک ہو خواہ اس کی دولت کے ذرایع حصول کچھ ہی کیوں نہوں۔

عارف حسین نے جواب دیا:۔

مگر یہ میرے اور آپ کے مذہب کے خلاف ہے۔ حقیقت میں مذہب انسان میں وہ اوصاف وکمالات ۔۔یدا کرتا ہے جو بحیثیت مجموعی اس کو انسان بنانے کے لئے ضروری ہیں۔

سیٹھ جی نے کہا:۔

بالکل ٹھیک کہتے ہیں بابو جی آپ۔ مگر ایسے لوگ اب کہاں ہیں۔ بھارت ورش کی خوش نصیبی ہے کہ ۔۔س گئے گزرے زمانے میں بھی اس کی گود میں آپ ایسے سپوت پرورش پارہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بھی لڑکے پر خفا ہو رہا تھا۔ بابو جی نو سو روپے تو خیر کوئی چیز نہیں۔ تجارت کے سلسلہ میں ایسے حادثوں سے

کبھی نہ کبھی دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ مگر لڑکا جوان ہے مجھے طرح طرح کے شبہات ہو رہے تھے۔ اگرچہ کبھی اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔ مگر جوانی بری چیز ہے۔ بس میں اسی خیال سے باز پرس کر رہا تھا۔

عارف حسین نے کہا:۔

سیٹھ جی میرا یہ فعل تو اتنا قابل تعریف نہیں آپ اپنے قیمتی الفاظ میری تعریف و توصیف میں ضایع کر رہے ہیں ایک فرض کا ادا کر دینا کوئی لائق ستایش بات نہیں۔

سیٹھ جی نے جواب دیا:۔

کیوں نہیں بابو جی۔ آجکل فرض کو فرض سمجھنے والے ہی نہیں۔

سیٹھ جی نے نہایت عزت کے ساتھ عارف حسین کو اپنی موٹر کار میں بٹھا کر ان کی قیامگاہ پر پہونچایا۔ اور اگلے دن نہایت خلوص اور احترام سے اُنہیں اسٹیشن پر الوداع کہا۔

رُباعی

اقرار گناہ سے کبھی عار نہیں ، ہوں مست شراب پندار نہیں

زاہد کی نجات میں ذرا شک ہے مجھے ، بندہ ہوں خدا کا اور گنہ گار نہیں

نجم آفندی اکبرآبادی

بزم مستورات

محترمہ اڈیٹر صاحبہ ۔

بعد آداب کے عرض ہے کہ نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ پروردگار بے نیاز نے میری بڑی آپا کو شادی کے کئی برس بعد فرزند ارجمند عطا فرمایا ۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم بچے کی عمر میں برکت دے اور والدین کو ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے ۔

خاکسار نفیسہ

پیاری اڈیٹر صاحبہ تسلیم

ایک عرصہ سے ممتاز رفیع بیگم صاحبہ کا پتہ نشان نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی مضمون کسی رسالہ یا اخبار میں نظر آیا ۔ کیا کوئی بہن مہربانی کرکے بتلا سکتی ہیں کہ بہن موصوفہ آجکل کہاں ہیں ۔ اگر معلوم ہو تو ضرور مجھے ان کے پتہ سے مطلع فرمایئے گا ۔

خاکسار سلیمہ بیگم

مکرمہ تسلیم

مجھے کروشیا کی ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ہر قسم کے نمونہ علحدہ علحدہ ہوں بہن بلقیس بیگم صاحبہ نے ایک کتاب "کروشیا" کے نام سے لکھی تھی ۔ وہ میری دیکھی ہوئی ہے گو کہ بہت اچھی ہے لیکن ہر قسم کی بناوٹ کی رہنمائی نہیں کرتی ۔ کیا آپ مجھے ایسی دوکان کا پتہ بتا سکتی ہیں جہاں اس قسم کی کتابیں مل سکیں ہیں

خاکسار ارفیہ

گھریلو دوائیاں

اسوقت مین اپنی بہنوں کے سامنے ایک ایسا مجرب تیل پیش کررہی ہوں جو میرا خود استعمال کردہ تھا۔ کسی زمانہ مین میرے بال بھی اسقدر بڑے تھے کہ جن کی کوئی حد نہین۔ اسپر بھی مجھے بال بڑھانے کا اتنا شوق تھا۔ کہ ہر ایک سے نسخہ دریافت کرتی تھی۔ اتفاق سے ایک بنگال کی رہنے والی میم صاحبہ مجھے انگریزی پڑھانے آتی تھین۔ اُن کے بال بڑے بڑے دیکھے، اُن سے بھی نسخہ پوچھا انھون نے مجھے ناریل کے تیل کا نسخہ بتایا۔ جو حقیقت مین اسقدر مفید ہوا کہ تعریف نہین کرسکتی۔ بہنون کے فائدے کے واسطے پیش کرتی ہون۔

تیل ناریل

عہ کے آٹھ یا دس عدد کچے ناریل بازار سے منگوا لیجئے۔ اور انکے اندر کی گری (یعنی مغز) نکال کر ہاون دستے مین خوب باریک کوٹ لیجے

جب سب ناریل کی گریان خوب باریک کٹ جادین تو اُن کو ایک متوسط درجہ کے دیگچے مین معہ پانی کے جو دیگچے کی گردن تک ہو ڈال کر چولھے پر چڑھا دیجئے۔ اور نیچے خوب آنچ کر دیجئے۔ جب پانی بالکل جل جاوے۔ اور گری کے باریک ٹکڑے نیچے جم جاوین اور تیل اوپر بالکل خالص نظر آنے لگے۔ اچھی طرح سے دیکھ لیجئے کہ پانی کا نام نہ ہو۔

تب اوتار کر تیل تیار کرکے ایک شیشی مین رکھ لیجئے۔ اور جب ضرورت ہو استعمال کیجئے۔

(حبیب النساء بیگم)

دسترخوان

قورمہ پکانے کی ترکیب

قورمہ بھی قلیہ کی طرح پکایا جاتا ہے صرف اسقدر فرق ہے اس مین ہلدی نہین پڑتی اور گرم مصالحہ
کم پڑتا ہے اور گھی بجائے آدھ پاؤ کے پاؤ بھر ڈالنا چاہیئے اور شوربہ کم رکھو۔ پہلے پیاز گھی مین سرخ
کے نکال لو اور دہی کے ساتھ دوبارہ بھونو اور پیاز پیس کر ملا دو باقی تمام ترکیبیں وہی جو قلیہ پکانے
کی بتائی ہین۔

بیضہ مرغ کے کباب

بیضہ مرغ دس عدد۔ گوشت بز پاؤ بھر گھی آدھ پاؤ۔ دارچینی۔ لونگ ہر ایک ایک ماشہ۔ مرچ
ماشہ۔ مغز بادام دو تولہ۔ پیاز آدھ پاؤ۔ ادرک۔ دھنیا ہر ایک دو تولہ۔ دہی آدھ پاؤ۔ نمک
تولہ۔

ترکیب۔ اول انڈون مین ایک چھوٹا سا سوراخ کرکے سفیدی اور زردی ایک پیالے مین
نکال لو اور اس مین مصالحہ پیکر اور ادرک و پیاز نہایت باریک کتر کر ملا کر وہ پھر چھلکون مین
بھر آنے سے ان کو منھ بند کر دو اور پانی مین اسطرح خوش کرو کہ پانی سرایت نہ کرے۔ جب پختہ ہو کر
جاوین چھلکون مین سے نکال کر سیخ پر چڑھاؤ۔ پھر گوشت کی یخنی بنا کر اس کے شوربے مین بادام بریان پیکر
ملاؤ۔ اور اس مین تھوڑا دودھ آٹے کا نکال کر داخل کرو اور لونگ اور گھی سے بگھار دو اور سیخ
والون کی دیگ پر لگاؤ اور شوربہ مذکور کا چھلا دیتے جاؤ۔ بعد تیاری کھاؤ۔

جام جہاں نما

مصری حاجیوں کی تعداد - مصری حجازی معاہدے کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات کی استوار نوعیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ امسال حج کی تقریب کے موقع پر مصر سے کافی تعداد میں حاجی آئے ہیں -
گذشتہ سالوں میں بہت ہی کم مصری عزم حج کرتے ہیں - مگر امسال چار ہزار نوسو ۹ حاجیوں نے ادائے حرم میں حصہ لیا -

حج میں مسلمانان ایران کی شرکت شیعہ مسلمانوں کیلئے ایک مثال
چونکہ حکومت ایران نے صحیح اسلامی استعداد سے کام لے کر بدعات محرم کا استیصال کردیا ہے اور ایران میں مسلمانوں کے اتحاد کا جذبہ ترقی پذیر ہے - اس لئے مسلمانان ایران نے بہت بڑی تعداد میں حج کی تقریب میں حصہ لیا جس کو تمام عرب میں ایک نیک مثال قرار دیا جاتا ہے -

امریکہ میں زلزلہ کے شدید جھٹکے - نیویارک معلوم ہوا ہے کہ انڈیانا پولس ڈسٹرکٹ ٹومبس یوپی اور نکرنس میں تقریباً نصف شب کے وقت زلزلہ کے شدید جھٹکے محسوس کئے گئے جس سے لوگ سوتے سے اٹھ بیٹھے ½۴ بجے میلا میں اور ایک بجے شکاگو مالی ووانسن اور رلود کی میں زلزلہ کے جھٹکے محسوس کئے گئے ابھی تک کسی نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے - خیال ہے کہ شمالی مشرقی اوہیو میں ایک چٹان پھٹ جانے سے زمین دہل گئی تھی اور اسی وجہ سے زلزلہ محسوس کیا گیا -

کیا ڈیوک آف ونڈسر عیسائیت سے توبہ کرنے والے ہیں - لندن ۷ مارچ

بعض اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ ڈیوک آف ونڈسر مسز سمپسن سے شادی کرنے سے پہلے عیسائیت کو ترک کر دیں گے۔ ایک نامہ نگار کو انھوں نے بتایا ہے کہ میں ایسے مذہب کے حلقہ میں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا جو تخت و تاج چھننے کے بعد شخصی آزادی کے حقوق عطا نہیں کرتا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر انھوں نے عیسائیت ترک کر دی تو فوراً انگورہ روانہ ہو جائیں گے۔

لڑکیوں کی بُری صحبت کے نتائج بد۔

راولپنڈی۔ بذریعہ ڈاک۔ موضع بیلوان ضلع کوئٹہ سے خبر آئی ہے کہ ایک نہایت خوبصورت لڑکی جس کا باپ ریاست کشمیر میں پولس کا ماتحت افسر تھا۔ وزیر آباد میں چند غنڈوں کے ہاتھوں سے بچائی گئی۔ جو اسکو لاہور میں لے جاکر فروخت کرنا چاہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مندر رام نامی ایک شخص اس لڑکی کے مکان کے پاس رہتا تھا جس کی نوجوان بیوی سے لڑکی بہت مانوس تھی۔ اور لڑکی اکثر اوقات اپنی ہمسایہ سہیلی کے یہاں فرصت کے وقت ملاقات کے لئے جایا کرتی تھی ایک روز جب کہ لڑکی کے گھر کے لوگ کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے۔ لڑکی حسب معمول دوپہر کے وقت اپنی سہیلی کے یہاں گئی۔ جہاں بیان کیا جاتا ہے کہ دھنی رام نے زبردستی اُس کی آبروریزی کی۔ گریہ وزاری پر دھنی رام کی بیوی نے اسکو تسلی دی۔ اور قسم کھاکر اسکو یقین دلایا کہ اسکی اس شیطانی حرکت میں کوئی سازش نہ تھی۔ لڑکی دھنی رام کے یہاں برابر آتی جاتی رہی۔ تین مہینے کے بعد دھنی رام اسکو لے کر اڑ گیا اور وزیر آباد پہونچا۔ جہاں اسکو ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہوا پکڑا گیا۔

جرمنی میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھنے کے زبردست امکانات

برلن۔ ۱۰ مارچ۔ جرمنی میں عام شورش برپا ہونے کے امکانات وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں۔ بغاوت کی تخم ریزی جرمنی کے طول و عرض میں ہو چکی ہے اور عوام نازی اقتدار سے تنگ آ گئے ہیں۔ اس تحریک کی مضبوطی اور عام تنظیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک سال کے اندر اندر ہٹلر کے اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ نوآبادیات کے حصول کے متعلق جو مہم ہٹلر نے شروع کر رکھی ہے وہ محض اپنے آپ کو تنزل کے ہلاکت آفریں دور سے بچانے کے لیے جاری کر رکھی ہے۔



عزیز بہن فراک پر کلابتو کی ڈنڈی پھول پتہ ربن کے کارڈ
میں بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔ کلیوں کے اندر سلمہ کے
خانے بنائیں پھول کے بیچ میں بڑا ستارہ رکھیں۔

(مسز رشید حسین صاحب زبیری بریلوی)

فہرست مضامین

جلد ۴ | بابتہ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء | نمبر

مستورات سے

خدا کا شکر ہے کہ میری صحت اب بفضلہ بالکل اچھی ہے اور میں اس قابل ہوگئی ہون کہ دفتر مین آکر اطمینان سے کام کر سکون۔

مستورات کے فروری سے لے کر مارچ تک کے تینون پرچے حاضر خدمت ہین۔ اپریل کا پرچہ بھی یکم کو پہنچ جائے گا۔ مین عرصہ سے ایک ایسے معاملے کی طرف بہنون کی توجہ دلانا چاہتی تھی جو کہ بہت ہی ضروری ہے لیکن میری صحت نے مجھے اس بات کی اجازت نہ دی کہ ایک حرف بھی لکھ سکون۔ چونکہ اب خدا کی عنایت سے تندرست ہون۔ اس لئے اس ضروری معاملے پر بھی قلم اٹھانا یاد آ ہی گیا۔ اس سے پیشتر کہ مین اس پردہ کو فاش کردن یہ ضروری ہے کہ مین اپنی بہن سے معافی مانگ لون محترمہ خدا کے لئے مجھے معاف کرین اور یہ خیال ہرگز نہ کرین کہ مین اپنے روپیون کی وجہ سے اس پردہ کو فاش کر رہی ہون بلکہ دوسری بہنون کو ایک زبردست دہوکے و فریب سے بچانے کے واسطے۔ اور وہ بھی ایسا دہوکہ کہ بہت سی لڑکیون، بچیون نے اپنا پیسہ روپیہ نہایت فراغدلی سے برباد کیا۔ ہماری بہنون نے ایک محترم بہن کا نام سنا ہوگا جو کہ صحافتی دنیا مین بہت زیادہ مقبول اور قابل قدر ہین۔ مجھے افسوس ہے کہ میری اس تحریر سے میری محترم بہن کی وہ قدر زر ہنگی ہوتی۔ یہ بھی آپ سب کو معلوم ہے کہ آپ کسقدر قابل و لائق شاعرہ و ادیبہ ہین اور کیسے اچھے حسن و اخلاق و سلوک رکھتی ہین۔ لیکن ان سب صفتون کے ساتھ ان مین ایک اتنا بڑا عیب ہے جس نے تمام خوبیون کو خاک مین ملا دیا وہ عیب کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بہت سی بچیون بہنون کو دہوکے مین ڈال کر اس قسم کے خطوط بھیجے کہ ان سے ایک معقول رقم و سامان وصول کر لیا۔ میرے ساتھ بھی یہی حسن سلوک سے کام لیا گیا۔ گذشتہ سال بہن موصوفہ کانپور تشریف لائین اور ایک ہوٹل مین مقیم ہو کر مجھے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ اطلاع پا کر مجھے اسقدر خوشی ہوئی کہ بیان نہین کر سکتی مین ہوٹل گئی ان سے ملاقات ہوئی بہن صاحبہ کے حسن اخلاق نے مجھے ان کا گرویدہ بنا لیا مین نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی دوسرے دن آپ مع بچون و شوہر صاحب کے میرے بنگلہ پر آئین رات بھر قیام کیا صبح پھر واپس ہوٹل گئین۔

(باقی بزم مستورات میں)

شانِ حلم و عفو

ہندہ کا سوءِ ادب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ حلم و کرم

ہندہ تھی پردہ نشینِ حرمِ بوسفیاں — لقبِ "ہندِ جگر خوار" سے جو ہے مشہور
بارگاہِ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر — اس ارادہ سے کہ ہو داخلِ اربابِ حضور
عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ اے ختمِ رسلؐ — دینِ اسلام ہے مجھکو بہ دل و جاں منظور
آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لینگے — کون سے کام ہیں جن کا برتنا ہے ضرور

آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا — پہلی یہ بات کہ ہو شائبۂ شرک سے دور
دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار — بولی۔ اِن باتوں سے انکار نہیں مجھکو حضور
پھر یہ ارشاد ہوا۔ منع ہے اولاد کا قتل — اِس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہے ضرور
عرض کی اُس نے کہ اے شمعِ شبستانِ رسلؐ — یہ وہ موقع ہے کہ یہ عاجز ہے یہاں فہم و شعور
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے — میں انھیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھ کا نور
بدر میں قتل انھیں حضرتِ والا نے کیا — ہم سے کیا عہد اِس بات کا لیتے ہیں حضور

گرچہ یہ سوءِ ادب تھا غلطی پر مبنی — گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور
اس کی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت — لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہے قصور
لیکن آزادیِ اظہار تھی ازبسکہ پسند — آپ نے فرطِ کرم سے اُسے رکھا معذور

(شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی)

نماز اور اسلام

دنیا مین کوئی ملت ایسی نہین جو کسی نہ کسی طریق پر خداوند کریم یا دیوتاؤن کو پوجتی نہ ہو۔ اسلام نے بھی اپنے پیروؤن پر مختلف عبادتین فرض کی ہین ، جن مین سے ایک نماز ہے ۔ نماز کو عربی مین صلوٰۃ کہتے ہین۔ لفظ صلوٰۃ السنہ سامیہ مین عجیب خصوصیت ہے کہ ایک لفظ کے حروف کو الٹ پلٹ کر ہم اگر متعدد الفاظ بنالین تو عموماً ان الفاظ کے مفاہیم کسی نہ کسی خاص تصور کو متضمن ہون گے اور وہ تصور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اگر ان لفظون کے حروف کو متشابہ الصوت یا قریب المخرج حرفون سے بدل دیا جائے ۔ تب بھی وہی تصور تمام مفاہیم کا جامع نظر آئے گا۔

وسیلہ (ذریعہ قربت) اور توسل (ذریعہ تقرب تلاش کرنا) وصل (ملنا) اور اتصال پر غور کرو لوس (چاٹنا) اور لوص (دیکھنا) کی عملی صورت کو چشم تصور سے دیکھو، صول (جھپٹنا) کا نقشہ ذرا آنکھون کے سامنے ۔ حاضر کرو۔ ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ متصل ہوتی نظر آئے گی صَلیٰ عربی اور عبری دونون زبانون مین آگ، اور کسی دوسرے جسم کے قرب و اتصال اور اس قرب کے مختلف نتائج پر دلالت کرتا ہے اس لئے لفظ صلوٰۃ کے مفہوم بھی وصال یا تقرب پر متضمن ہونے چاہئین۔

لفظ صلوٰۃ کا ابتدائی مفہوم یعنی تقرب یا اقتراب ایام نزول قرآن سے عرصہ پہلے معدوم و نابود ہو چکا تھا ۔ مگر قرآن مجید نے اس مفہوم کو دوبارہ حیات بخشی اور اپنے مخصوص انداز بیان مین لفظ کے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ۔ چنانچہ سورۂ علق مین خداوند کریم فرماتا ہے "کیا تو نے اسے دیکھا جو منع کیا کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے ۔ زنہار تو اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر"۔ خدا کے اس فرمان سے ظاہر ہے کہ "صلوٰۃ" ایک ایسے عمل کا نام ہے ۔ جو قرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے اور بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے ۔

عربی مین "صلوٰۃ" کا لفظ تقریب کے معنی مین ایک نا معلوم عرصہ سے مستعمل ہے ۔ اس لفظ کا قدیم ترین مفہوم جو ہم کو معلوم ہے وہ رحمت و رافت کی ایک قسم ہے ، جس طرح ہم لوگ جب کسی نیک

ا نام لیتے ہین ، تو بطور دعا کے عموماً رحمۃ اللہ علیہ ، کہتے ہین ، اسی طرح ایام نزول قرآن
لوۃ اللہ علیہ" کہتے تھے ہمارے ۱۲۰۰ برس کے قدیم طرز استعمال سے اب علیہ الصلوۃ اور
لام جیسے فقرون کو صرف انبیا کے لئے خاص کر دیا ہے ۔ مگر پہلے ایسا نہین تھا ، رحمت اور
ن صرف ، یہ ہے کہ رحمت عام ہے اور صلوۃ خاص ہے ، خدا کی رحمت کو رحمت بھی کہہ سکتے
رصلوۃ بھی ، مگر آدمی کے رحم و کرم کو صلوۃ نہین کہہ سکتے ۔ ایک دوسرا فرق یہ ہے کہ خدا
ن نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے ۔ مگر صلوۃ کا مستحق صرف وہ بندہ ہے جو اللہ کا مقرب ہے ۔ لفظ صلوۃ
ت خود قرآن مجید مین بھی وارد ہے ، مثلاً خدا نے فرمایا ۔

لذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیرا و سبحوہ
سیلا ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ
من الظلمات الی النور ۔ وکان بالمؤمنین
و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ
للہ و انا الیہ راجعون ط ۔ اولئک علیھم صلوۃ
بھم و رحمۃ قف و اولئک ھم المھتدون

[illegible]

مسلمانوں اللہ کا ذکر بہت کیا کرو اور سویرے اور پچھلے پہر
اس کی پاکی بولا کرو ، وہ وہی ہے جو خود اور جس کے
فرشتے تمھارے اوپر مہربانی اور کرم فرماتے ہین اسلئے
کہ تم کو اندھیرون سے روشنی مین نکال لائین ، وہ مومنو
پر مہربان رہا کرتا ہے اور ان صابرون کو بشارت سنا دو جب کہ ان
مصیبت آتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم اللہ کے ہین اور اللہ کی طرف لوٹنے وا لے

س مین حرف عطف واؤ کے ذریعہ جو بغرض تفسیر مستعمل ہوا ہے ۔ خود خدا نے صلوۃ کو رحمت کا مترادف
ے دیا ہے ۔ اول الذکر آیہ مین خدا نے اپنے قول یصلی علیکم کی وجہ یہ بتائی ہے کہ و کان بالمؤمنین رحیما
سے بتایا کہ ہم چونکہ مسلمانون پر مہربان ہین ۔ اس لئے ان پر صلوۃ فرماتے ہین ۔ تاکہ ان کو تاریکیون سے
لائین ۔ اس طرز بیان سے صاف ظاہر ہے کہ صلوۃ کا مفہوم مہربانی فرمانا ہے ۔
ۃ کا قدیم ترین مفہوم پاس والے مقرب بندہ پر کرم فرمانا اور مہربانی کرنا ہے ، رفتہ رفتہ کثرت استعمال
ۃ کے معنی کسی کے حق مین دعائے رحمت بھی ہو گئے ، اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کر دکہ ہم عربی
کہنا چاہون کہ زید نے خالد کو السلام علیکم کہا تو اس مفہوم کو ہم یون ادا کر سکین گے ۔
م زید خالد ۔ زید نے خالد پر تسلیم کیا ۔

(باقی آئندہ)

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انکے عہد خلافت مین انکے انصاف کے سبب سے بکریان اور بھیڑیے ایک ہی گھاٹ پانی پیتے تھے۔ اور اُن کے پاس دنیا ہاتھ جوڑتی ہوئی آئی۔ مگر انھون نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اور اُس سے پرہیز کیا یہ اس قدر تیار تھے کہ اُن کے تہ بند کی سلوٹین انکے بدن کے مُٹون مین چھپی رہتی تھین۔ مگر جب خلیفہ ہوئے تو ایسے دبلے ہوگئے کہ جو کوئی چاہتا اُن کی پسلی کی ہڈیان بغیر ہاتھ لگائے شمار کر لیتا۔ اُن کی آمدنی ٤٠ ہزار دینار تھی۔ مگر جب خلیفہ ہوئے تو ہمہ وم اس کو خرچ کرنے لگے۔ یہان تک کہ اُن کے پاس ایک کرتے کے کچھ نہ رہا اس کو یہ اسیوقت اوتارتے تھے جب میلا ہوجاتا تھا۔ تو اُس کو دھولتے اور اُس کے خشک ہونے تک گھر مین ٹہرے رہتے تھے۔ اسیطرح اُن کی بیوی عبدالملک کی بیٹی فاطمہ نے اپنا سارا مال بیت المال مین داخل کر دیا۔ اور وہ عام لوگون کی حیثیت کی ہوگئین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہین کہ یہ جب سے خلیفہ ہوئے کبھی مرتے دم تک انھون نے غسل جنابت نہین کیا۔ کیونکہ جب یہ خلیفہ ہوئے تو اپنی لونڈیون کو انھون نے اختیار دیدیا اور ان سے کہا کہ مجھپر وہ بلا نازل ہوئی ہے جو مجھے روز قیامت تک اور جب تک کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائینگے تمہاری طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ اسلئے تم مین سے جس کو آزادی پسند ہو مین نے آزاد کر دیا۔ اور جو میرے پاس رہنا چاہتی ہے اُس کو مین نے اپنے پاس رہنے دیا لیکن مجھ سے اور اُس سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ یہ سنکر تو دہاڑھین مار کر روئین کہ اُن سے کوئی امید نہ رہی اور عبدالملک کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی انھون نے اختیار دیا کہ چاہو میرے یہان رہو چاہو اپنے باپ کے گھر چلی جاؤ۔ اسپر وہ اسقدر چیخین مار کر روئیں کہ پڑوسیون نے سنا۔ فاطمہ کہتی ہین کہ "مین نے کسی شخص کو عمر سے بڑھکر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے نہ دیکھا۔ اُن کا معمول تھا کہ جسوقت میرے پاس گھر آتے تھے اپنی عبادت گاہ مین جا رہتے۔ اور برابر رویا کرتے تھے۔ یہان تک کہ نیند کا غلبہ ہوتا اور وہ گر پڑتے اور پھر اُٹھکر رونے لگتے۔ اسی طرح ساری رات گذار دیتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے جسکے دامن

اور پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے۔ لوگوں کے سامنے خطبہ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے
ن خدا نے تو آپ کو دیا ہے۔ پھر آپ کیوں نہیں پہنتے۔ اس پر گھنٹہ بھر تک سر جھکائے رہے پھر انھوں
سب سے بہتر وہ میانہ روی ہے جو مقدرت کے وقت ہو۔ اور سب سے عمدہ وہ درگذر ہے
کے وقت ہو۔ انکی لڑکیاں برابر ننگی رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک کو بلایا تو اس نے
یا۔ تب اپنے خادم کو بھیجا اور وہ اسے لے کر آیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے جواب کیوں نہ دیا تھا
لہا میں ننگی تھی۔ تب اس کے لئے موٹے جھوٹے کپڑے بنوانے کا حکم دیا اور وہ اس کو پہنائے گئے
ن رویا کرتے تھے۔ اور خضر علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔ اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد قاصد کو
م کے لئے نہیں بلکہ صرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام
نے کو مدینہ طیبہ بھیجا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک سرداب بنا رکھا تھا اور ہر شب اس میں اتر کر گلے میں
طوق ڈال لیتے اور صبح تک نالہ وزاری کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ کسی حاکم کے پاس نہ جایا کرو گو اس
اموں سے منع کرو۔ اور اچھے کاموں کا حکم دو۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نافرمانی نہ ہو
تو پیدا نہ کرتا۔ اور متقی کے منہ میں لگام ہوتی ہے۔ اور کہتے تھے کہ جو کچھ اپنی نسبت میں جانتا ہوں اگر
ہوتے تو تم میرے منہ نہ دیکھتے۔ اور یہ پرہیزگاری حلال میں ہوتی ہے اور حرام تو دہکتی ہوئی آگ ہے جس
ے گلگشت کیا کرتے ہیں۔ اور اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور ان آگ کی تکلیف محسوس ہوتی۔ انکے حالات
ر اور ابونعیم کی کتاب حلیہ اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ انتالیس کی عمر پاکر ۱۰۱ھ کے
ب میں اس دارمحن سے سدھارے اور علاقہ حمص کے مقام دیر سمعان میں دفن ہوئے انکی
دو سال اور چودہ دن رہی۔ ان کو زہر دیا گیا تھا۔ اسی سے انھوں نے قضا کی۔

فاطمہ بنت عبدالملک رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان کی اصلی بیماری خدا کا خوف تھا اور باعتبار ظاہر کے
موت کا قوی تر سبب وہی تھا۔

رسالہ مستورات خواتین کی نظر التفات کا متمنی ہے

درد انگیز کھلونا

ہاں یہی ہے وہ کھلونا اے دلِ آشفتہ حال ‏ کھیلتا پھرتا ہے جس سے ایک طفلِ خورد سال
ہاں یہی ہے وہ کھلونا دیکھ چشمِ اشکبار ‏ جسکی حسرت میں مرے بچے کا دل ہے بیقرار
اس کھلونے کی سبک گلکاریوں کے درمیاں ‏ ثبت ہیں اک تیرہ قسمت باپ کی محرومیاں
اس کا آب و رنگ ہے آئینہ عبرت فزا ‏ یہ مگر رنگ پریدہ ہے کسی مایوس کا
اس کے آئینوں میں ٹکڑے ہیں دلِ محروم کے ‏ اسکی تابانی میں آنسو ہیں کسی معصوم کے
اس میں غلطاں ہے کسی بچے کا شوقِ مضمحل ‏ اسکے سینے میں دھڑکتا ہے کوئی ننھا سا دل

کھیل دولت مند بچے! تو سدا پھولے پھلے
ہم ادھر ہنستے ہوئے آئے تھے" اور روتے چلے

جوش ملیح آبادی

قسمت اور قناعت

بدقسمتی سے ان دو لفظوں کا مفہوم آج کل کے مسلمانوں نے جتنا غلط سمجھا ہے اور اس سے جسقدر نقصان
ے ہین ۔ اتنا شدید کسی قوم نے کبھی نہ اٹھایا ہوگا ۔ میرے خیال مین تو جو حالت مسلمانون کی اسوقت ہو رہی
س کا اصلی سبب یہی ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ پیر اور دماغ کو بالکل معطل کرکے اپنے آپ کو اپنی خیالی قسمت
ے کردیا ہے اور جس حال مین ہین اس سے ابھرنے کی کوشش قناعت کے خلاف سمجھکر چھوڑے بیٹھے ہین
۔ ان کو کہین دور جانے کی ضرورت نہین خود اپنی مذہبی تاریخ اور اسوۂ رسول صلعم پر غور کرنے سے ان الفاظ
ن اور صراط المستقیم کا پتہ بہت آسانی سے مل جاتا ہے ۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلعم جب مبعوث ہو کر
ین تشریف لائے اور عرب جیسی جاہل اور جنگجو قوم سے آپ کا واسطہ پڑا تو آپ کی راہ مین کونسی مشکلین حائ
ل نہ ہوئین ۔ پھر آپ سے بڑھکر کون ہے جو تقدیر الٰہی پر شاکر اور قانع ہونے کا دعوی کرسکتا ہے ۔ مگر کیا آپ
آج کل کے مسلمانون کی طرح تقدیر الٰہی کے بھروسے پر ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھنا گوارہ کیا ۔ ہرگز نہین ۔ آپنے
اخلاق سے اپنی بے نظیر شیرین کلامی اور فصاحت سے اپنی حق پرستی اور رواداری سے گمراہون کو
ست پر لانے اور دشمنون کے دلون مین گھر بنانے کی کوششین کی اپنے پیارے وطن کو چھوڑ
ینہ منورہ کو ہجرت فرمائی ۔ اسپر بھی مفسدون اور گمراہون نے آپ کو پریشان رکھا اور مذہب مقدس
یغ مین حارج ہوئے ۔ تو مجبور ہوکر آپ نے تلوار اٹھائی اور اپنے مٹھی بھر [illegible] دین کے شیدائیون
کر میدان مین آکھڑے ہوئے اور ایک دو نہین بہت سی لڑائیان [illegible] کے سامنے ہوئین اور وفات
یدتک ان کا سلسلہ جاری رہا ۔ یہ ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی آپ کی پشت پر تھی اور ہر مشکل آپ کے
ہ آسان ہوتی گئی ۔ لیکن کیا آج کل کے مسلمانون کی طرح محض قسمت کے بھروسہ پر بیٹھے بیٹھے نہین
ہمت اور تدبیر سے سب کچھ ہوا اور ایسا ہوا کہ آج تک کسی دوسری قوم کو نصیب نہین ہوا ۔ آپنے

زبان سے کام لیا تو خدا نے اس مین ایسا اثر دیا کہ پتھر جیسے دلون کو موم بنا دیا۔ دعاؤن کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ جنگ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کے مٹھی بھر رفیقون کو وہ جوش ایمانی اور ہمت و قوت دی کہ بڑے سورماؤن کے پاؤن اکھڑ گئے اور تمام شجاعان عرب آپ کا لوہا مان گئے سیاست و تدبر کا ایسا سکہ جما کہ آجتک بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قومین خرمن اسلام کی خوشہ چینی کرتی ہین اور جون جون زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اسلام کے ایک ایک اصول کو سائنس کی کسوٹی پر صحیح پایا ہے مگر یہ جو کچھ ہوا سب اسلئے ہوا کہ حضور صلعم نے خداوند کریم کی عطا کی ہوئی تمام قوتون سے کام لیا۔ جہان ہاتھ پیرون کی ضرورت تھی وہان ہاتھ پیرون سے۔ جہان زبان کام دے سکتی تھی۔ وہان زبان سے اور جہان غور و فکر کی ضرورت تھی وہان عقل سے غرض جتنی قوتیں خداوند کریم نے انسان کو اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہین کسی کو معطل نہین کیا اور ترقی کی ہر ممکن کوشش عمل مین لائی گئی۔ پھر کیون نہ تقدیر الٰہی آپ کا ساتھ دیتی اور کیون نہ آپ کو اتنی شاندار کامیابیان حاصل ہوتین۔ آہ! جس پیغمبر برحق کے ایسے زبردست کارنامے ہون اسکی امت پر آج یہ ادبار ہے۔ کہ کاہلی اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کا نام اس نے توکل رکھا ہے پستی سے ابھرنے کی جائز کوشش کو اسکی اصطلاح مین ہوس کہتے ہین پستی۔ فلاکت مصیبت افلاس اور جہالت کا نام "قسمت" ہے اس مضمون کا تعلق زیادہ تر مردون سے ہے لیکن وہ یہ تمام فاسد خیالات ماؤن کی گود سے لے کر نکلتے ہین۔ اسلئے بہنون کی اصطلاح سب سے پہلے ضرورت ہے اور اسی خیال سے مین اپنی بہنون کو مخاطب کرتی ہون۔ بچے کی اچھی خاصی عمر ہو گئی مگر تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہین۔ بہت ہوا تو ایک میانجی دروازے پر قاعدہ بغدادی پڑھنے کے لئے مقرر کر دیئے گئے۔ مہینے چھوڑ سال گزر گیا۔ مگر قاعدہ ختم ہونے مین نہین آتا۔ کسی روز میانجی نے غصہ مین آکر صاحبزادے کے ایک تھپڑ رسید کیا وہ روتے روتے گھر مین آئے۔ والدہ صاحبہ کا دریائے شفقت جوش مین آ گیا۔ بچے کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔ پیسہ دے کر چپ کیا اور میان جی غریب کی ہزارون فضیحتیان کر ڈالین اور سب کا سب کا لب لباب یہ نکلا کہ کسی قسم کی سختی یا کوشش کرنے کی ضرورت نہین۔ تقدیر مین ہوگا بچہ خود پڑھ جائے گا۔ اس کا اور جو کچھ نتیجہ ہوا اس سے مجھے بحث نہین۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ بچہ جو پہلے سے ہی بدشوق تھا۔ اور بیڈھنگی تعلیم نے اسکو اور بھی تعلیم سے بیزار کر رکھا تھا۔ اس کے ننھے سے دل پر یہ بات نقش ہو گئی

کہ تعلیم حاصل ہونا صرف قسمت پر منحصر ہے۔ اس کے لئے نہ میاںجی کی کوشش کی ضرورت ہے نہ میری محنت کی۔

بیٹی کی شادی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اچھے سے اچھے پیام موجود ہیں۔ اگر بیگم صاحبہ کی یہی ضد ہے کہ میں تو اپنے بھتیجے سے کرونگی۔ نہیں تو عمر بھر کو میرا بھائی چھوٹ جائے گا۔ ہزار سب سمجھاتے ہیں کہ لڑکا نالائق ہے آوارہ ہے بدمزاج ہے۔ کیوں لڑکی کو زندہ درگور کرتی ہو۔ لیکن ان کا جواب یہی ہے کہ لڑکی کی قسمت سیدھی ہوگی تو آپ سنبھل جائے گا۔ لیجئے صاحب قسمت کے بھروسہ پر شادی ہوگئی اور تمام برا انجام نظر آنے لگا۔ اب لڑکی کے ساتھ خود بھی جلتی ہیں کڑھتی ہیں روتی ہیں۔ لیکن فرماتی اب بھی یہی ہیں کہ ہائے بچی تیری تقدیر" دولڑکوں نے قسمت کے بھروسہ پر ٹکریں کھائے کھاتے بیس برس کی عمر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ اب نوکری کی فکر ہے۔ اگر شہر میں ملتی نہیں۔ اور نہ ماں کی محبت بچوں کو پردیس بھیجنے کی اجازت دیتی ہے اُن کا وہی پرانا مقولہ ہے کہ قسمت میں ہوگی تو یہیں نوکری ملجائے گی۔ ورنہ مجھے اپنے بچوں کی دو روٹیاں بھاری نہیں ہیں۔ جو کچھ میسر آئے گا۔ سب ایک جگہ مل بیٹھکر کھالیں گے۔ اس مقولہ پر عمل کرکے وہ گویا قناعت و توکل کی تعلیم دیتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتیں کہ لڑکوں کو کم ہمتی اور نکھٹو پن کی عادت ڈال رہی ہیں جسکا نتیجہ بھگتنے کے لئے وہ خود تو شاید زیادہ عرصہ نہیں زندہ رہیں گی۔ لیکن اُن کی پیاری اولاد نہ صرف زندگی بھر بھگتے گی بلکہ نسلیں کی نسلیں تباہ ہوجائیں گی۔ بچہ بیمار ہوا ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مرض مہلک نہیں۔ لیکن ایک چھوٹے سے اپریشن کا نام سنتے ہی بیگم صاحبہ کانوں پر ہاتھ رکھکر پھر وہی پرانا مقولہ دہرادیتی ہیں کہ "بابا" اگر قسمت میں ہوگا تو میرا بچہ بغیر ہی اپریشن کے اچھا ہوجائے گا۔ اب ڈاکٹری علاج چھوڑکر یونانی شروع ہوجاتا ہے۔ اس سے اتر کر تیرے میرے بتائے ہوئے علاج ہوتے ہیں۔ مزاروں پر جاجاکر منتیں مانی جاتی ہیں۔ تعویذ پلائے اور پہنائے جاتے ہیں۔ مگر قسمت پرست ماں کا بدقسمت بچہ دن بدن گھلتا چلا جاتا ہے۔ اور آخرکار قسمت کی دیوی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت بھی قسمت کی شاکر بیوی یہی کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہے کہ میں نے تو اپنی طرف سے دعا دوا سب ہی کچھ کرلی۔ ڈیڑھ برس بچہ کی بیماری میں روپیہ ٹھیکری کردیا۔ پیران کلیر سے لیکر اجمیر شریف تک کی خاک چھان ڈالی مگر قسمت ہی میں نہیں تھا

زبان سے کام لیا تو خدا نے اُس مین ایسا اثر دیا کہ پتھر جیسے دلون کو موم بنادیا۔ دعاؤن کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ جنگ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کے مٹھی بھر رفیقون کو وہ جوش ایمانی اور ہمت و قوت دی کہ بڑے سورماؤن کے پاؤن اُکھڑ گئے اور تمام شجاعان عرب آپ کا لوہا مان گئے سیاست و تدبر کا ایسا سکہ جما کہ آجتک بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قومین خرمن اسلام کی خوشہ چینی کرتی ہین اور جون جون زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اسلام کے ایک ایک اصول کو سائنس کی کسوٹی پر صحیح پایا ہے مگر یہ جو کچھ ہوا سب اسلئے ہوا کہ حضور صلعم نے خدا وند کریم کی عطا کی ہوئی تمام قوتون سے کام لیا۔ جہان ہاتھ پیرون کی ضرورت تھی وہان ہاتھ پیرون سے۔ جہان زبان کام دے سکتی تھی۔ وہان زبان سے اور جہان غور و فکر کی ضرورت تھی وہان عقل سے غرض جتنی قوتیں خداوند کریم نے انسان کو اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہین کسی کو معطل نہین کیا کیا اور ترقی کی ہر ممکن کوشش عمل مین لائی گئی۔ پھر کیون نہ تقدیر الٰہی آپ کا ساتھ دیتی اور کیون نہ آپ کو اتنی شاندار کامیابیان حاصل ہوتین۔ آہ! جس پیغمبر برحق کے ایسے زبردست کارنامے ہون اسکی امت پر آج یہ ادبار ہے۔ کہ کاہلی اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کا نام اس نے "توکل" رکھا ہے پستی سے اُبھرنے کی جایز کوشش کو اسکی اصطلاح مین "ہوس" کہتے ہین بدنیتی۔ نلاکت مصیبت افلاس اور جہالت کا نام "قسمت" ہے اس مضمون کا تعلق زیادہ تر مردون سے ہے لیکن وہ یہ تمام فاسد خیالات ماؤن کی گود سے لے کر نکلتے ہین۔ اسلئے انہین کی اصطلاح سب سے پہلے ضرورت ہے اور اسی خیال سے مین اپنی بہنون کو مخاطب کرتی ہون۔ بچے کی اچھی خاصی عمر ہوگئی مگر تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہین۔ بہت ہوا تو ایک میانجی دروازے پر قاعدہ بغدادی پڑھنے کے لئے مقرر کردیے گئے۔ مہینے چھوڑ سال گذر گیا۔ مگر قاعدہ ختم ہونے مین نہین آتا۔ کسی روز میانجی نے غصہ مین آکر صاحبزادے کے ایک تھپڑ رسید کیا وہ روتے روتے گھر مین آئے۔ والدہ صاحبہ کا دریائے شفقت جوش مین آگیا۔ بچے کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔ پیسہ دے کر چپ کیا اور میان جی غریب کی ہزارون فضیحتیان کر ڈالین اور سب کا سب کا لب لباب یہ نکلا کہ کسی قسم کی سختی یا کوشش کرنے کی ضرورت نہین۔ تقدیر مین ہوگا بچہ خود پڑھ جائے گا۔ اس کا اور کچھ نتیجہ ہوا اس سے مجھے بحث نہین۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ بچہ جو پہلے سے ہی بدشوق تھا۔ اور بے ڈھنگی تعلیم نے اسکو اور بھی تعلیم سے بیزار کر رکھا تھا۔ اس کے ننھے سے دل پر یہ بات نقش ہوگئی

کہ تعلیم حاصل ہونا صرف قسمت پر منحصر ہے۔ اس کے لئے نہ میاںجی کی کوشش کی ضرورت ہے نہ میری محنت کی۔

بیٹی کی شادی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اچھے سے اچھے پیام موجود ہیں۔ مگر بیگم صاحبہ کی یہی ضد ہے کہ میں تو اپنے بھتیجے سے کرونگی۔ نہیں تو عمر بھر کو میرا بھائی چھوٹ جائے گا۔ ہزار سب سمجھاتے ہیں کہ لڑکا نالائق ہے آوارہ ہے بدمزاج ہے۔ کیوں لڑکی کو زندہ درگور کرتی ہو۔ لیکن ان کا جواب یہی ہے کہ لڑکی کی قسمت سیدھی ہوگی تو آپ سنبھل جائے گا۔ لیجئے صاحب قسمت کے بھروسہ پر شادی ہوگئی اور تمام برا انجام نظر آنے لگا۔ اب لڑکی کے ساتھ خود بھی جلتی ہیں کڑھتی ہیں روتی ہیں۔ لیکن فرماتی اب بھی یہی ہیں کہ ہائے بچی تیری تقدیر۔ دولڑکوں نے قسمت کے بھروسہ پر ٹکریں کھاتے کھاتے بیس برس کی عمر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ اب نوکری کی فکر ہے۔ مگر شہر میں ملتی نہیں۔ اور نہ ماں کی محبت بچوں کو پردیس بھیجنے کی اجازت دیتی ہے اُن کا وہی پرانا مقولہ ہے کہ قسمت میں ہوگی تو یہیں نوکری ملجائے گی۔ ورنہ مجھے اپنے بچوں کی دو روٹیاں بھاری نہیں ہیں۔ جو کچھ میسر آئے گا۔ سب ایک جگہ مل بیٹھکر کھالیں گے۔ اس مقولہ پر عمل کر کے وہ گویا قناعت و توکل کی تعلیم دیتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتیں کہ لڑکوں کو کم ہمتی اور نکھٹو پن کی عادت ڈال رہی ہیں جسکا نتیجہ بھگتنے کے لئے وہ خود تو شاید زیادہ عرصہ نہیں زندہ رہیں گی۔ لیکن اُن کی پیاری اولاد نہ صرف زندگی بھر بھگتے گی بلکہ نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔ بچہ بیمار ہوا ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مرض مہلک نہیں۔ لیکن ایک چھوٹے سے اپریشن کا نام سنتے ہی بیگم صاحبہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر پھر وہی پرانا مقولہ دہرادیتی ہیں کہ "بابا" اگر قسمت میں ہوگا تو میرا بچہ بغیر ہی آپریشن کے اچھا ہو جائے گا۔ اب ڈاکٹری علاج چھوڑ کر یونانی شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے اتر کر تیرے میرے بتائے ہوئے علاج ہوتے ہیں۔ مزاروں پر جا جا کر منتیں مانی جاتی ہیں۔ تعویذ پلائے اور پہنائے جاتے ہیں۔ مگر قسمت پرست ماں کا بدقسمت بچہ دن بدن گھلتا چلا جاتا ہے۔ اور آخرکار قسمت کی دیوی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت بھی قسمت کی شاکر بیوی یہی کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہے کہ میں نے تو اپنی طرف سے دعا دوا سب ہی کچھ کرلی۔ ڈیڑھ برس بچے کی بیماری میں روپیہ ٹھیکری کر دیا۔ پیران کلیر سے لیکر اجمیر شریف تک کی خاک چھان ڈالی مگر قسمت ہی میں نہیں تھا

دیجیے کیوں کر اچھا ہوتا۔

غرض کہاں تک لکھوں اس قدر مثالیں لاتی ہیں کہ اگر صرف اپنا مشاہدہ لکھوں تو ایک کتاب بن جائے۔ وجہ یہ ہے کہ پیدائش سے لیکر مرتے وقت تک کوئی کام ایسا نہیں جسمیں اس خیالی قسمت کا حیلا نہ لگا ہو۔ خداوند کریم کی عطا کردہ تمام قوتیں طاق نسیان پر رکھ کر سارے کام تقدیر کے حوالے کر دیئے گئے ہیں اسپر جو بھی ابتری نہ پھیلے کم ہے۔ خدا کے بندے یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے ہمیں آنکھ ناک ہاتھ پیر اور عقل کس لیئے دی ہے پہلے ان سے کام لے کر دیکھیں ناکامی ہو تو اسے اپنے سہو اور نادانی کا نتیجہ سمجھکر پھر کوشش کریں۔ اور جب تک کہ دم میں دم ہے مایوسی اور پست ہمتی کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ ہر وقت خدا سے اچھی امید اور اس کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں پھر دیکھیں کہ کس طرح قسمت ان سے برگشتہ رہتی ہے۔ یوں موت و زیست اور نفع و نقصان تو ہر شخص کے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن نیک کوشش تو ہر حال میں کرنی ہی چاہیئے ہمت ہار کر بیٹھ جانا اور تقدیر کو روتے رہنا انتہا درجہ کی نادانی اور اپنی قسمت کو اپنے ہاتھوں بگاڑنا ہے

دانت

دانت حیوان ناطق کے لئے قدرت کا بہترین عطیہ ہیں۔ لیکن افسوس لوگ دانتوں کی نگہداشت وصفائی کی طرف بہت کم متوجہ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ کسی ایک مہلک امراض کے شکار بن جاتے ہیں، انسان کی صحت کا دار و مدار بہت کچھ دانتوں پر منحصر ہے جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو اس سے قبل کہ وہ معدے میں جائے دانت لعاب دہن کی مدد سے اس کو چبا کر اس قابل کر دیتے ہیں کہ معدہ اسکو آسانی تحلیل کر سکے۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ دانت ہاضمہ کی سب سے پہلی منزل طے کر دیتے ہیں۔ یعنی ہاضمہ یہین سے شروع ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم جسقدر زیادہ زیرا نھیں بگڑنے سے محفوظ رکھیں گے۔ اسی قدر یہ بات ہماری صحت کے لئے مفید مطلب ہوگی۔ غالباً سب کو منجن اور برش سے دانت صاف کرنے کا موقعہ نہ ملتا ہوگا لیکن صاف پانی سے کلی کرنا تو ہر ایک کے امکان میں ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اکثر غذا کے چھوٹے چھوٹے ذرّے دانتوں میں اٹکے رہ جاتے ہیں جو بعد میں منہ کی حرارت و نمی کیوجہ سے گلنے سڑنے تک لگ جاتے ہیں اسوجہ سے دانتوں میں مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً پائیریا۔ (مسوڑھوں سے خون کا پیپ کا جاری ہونا) دانتوں کے امراض میں سے نہایت مہلک مرض ہے۔ دانتوں کی کامل صفائی نہ کرنے سے یا پان اور تمباکو کے کثرت استعمال سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے اگر پان کا استعمال کم رکھا جائے تو یہ دانتوں کے حق میں اکثیر کا کام دیتا ہے۔ لیکن کثرت استعمال سے دانتوں کا تقیل یعنی اصلی روغن زائل ہو جاتا ہے اور ان پر مار جم جاتا ہے جسکی تہ کے اندر جراثیم نشوونما پاتے ہیں۔ اور مسوڑھوں میں زخم پڑ جاتے ہیں۔ اسلئے دانت بہت جلد گرنے لگ جاتے ہیں۔ اکثر اوقات کیڑا بھی لگ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ داڑھوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اس فعل سے دانتوں میں جو سوراخ رہو جاتے ہیں۔ ان میں غذا کے ذرّے اٹکے رہ جاتے ہیں اور دانتوں میں فساد پھیلانے کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور دانتوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔

اگر دانتوں کی کچھ شکایت ہو تو تندرستی کبھی اچھی نہیں رہ سکتی کیونکہ کمی طاقت کی وجہ سے دانت اپنا کام صحیح طور پر انجام دیتے نہیں یعنی غذا اچھی طرح نہیں چبائی جاتی معدہ پر طاقت سے زیادہ کام پڑ جاتا ہے۔ قوت ہاضمہ میں ضعف آجاتا ہے۔ اور معدہ غذا کو بآسانی تحلیل نہیں کر سکتا جو کہ باعث بدہضمی ہوتا ہے اور اکثر درد شکم رہتا ہے اور بھی کئی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دردسر۔ قبض۔ بھوک کی کمی اور تمام اعضا کی کمزوری ان تمام امراض کا دفعیہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ دانت صاف رکھے جائیں۔ اگر دانت مرض زدہ ہوں تو مندرجہ ذیل ہدایات عمل میں لائی جائیں۔

الف۔ دانت صبح و شام اور خصوصاً رات کو سونے سے قبل برش یا مسواک سے صاف کریں۔

(ب) ہر دفعہ کھانا کھانے کے بعد سوڈے کے پانی سے کلی کریں۔

(ج) سادھے منجن استعمال کریں اور اس بات کا لحاظ کہ برش نہ زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ نرم۔

(د) کسی کا استعمال شدہ برش کام میں نہ لائیں اور نہ اپنا برش کسی کو استعمال کرنے دیں۔

(ہ) اگر دانتوں سے خون بہتا ہو یعنی پائیوریا کا آغاز ہو تو دن میں کثرت سے نمک کے پانی کے غرارے کریں اور اس کا استعمال بہت عرصہ تک رکھیں۔ گوشت سے قطع تعلق رکھیں۔ اور سبز پان بکثرت کھائیں۔

(و) اگر دانت یا داڑھ کیڑے کی وجہ سے کھوکھلی ہو گئی ہو۔ تو بہت جلد صاف کروا کر چاندی بھروا لینی چاہیے

(ز) اگر دانت ہلتے ہوں۔ یا ان میں درد رہتا ہو تو بہت جلد صاف ہونا اور دندان ساز کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

(ح) دانتوں کو زیادہ گرم یا زیادہ سرد اشیاء کے استعمال سے بچائیں

(ط) غذا خوب چبا چبا کر کھائیں۔ یہ عمل دانتوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

مکان اور جسم کی صفائی

کوئی مکان کتنا ہی عالیشان اور خوبصورت کیون نہ ہو اگر اسے صاف نہ رکھا جائے تو وہ کبھی بھی اچھا نہین معلوم ہوگا۔ بلکہ اسکی خوبصورتی اور زیادہ اُس کے میلے پن کو ظاہر کردے گی ایک سادی بغیر بیل بوٹون والی دیوار پر اگر خاک پڑی ہو تو اسقدر نمایان نہین ہوتی جیسی بیل بوٹون مین نظر آتی ہے اور بُری معلوم ہوتی ہے۔ اسی جالیون مین جالے لگے ہوئے اور منون خاک بھری ہوئی دور ہی سے دکھائی دیتی ہے اور اس طرح وہ خوشنمائی کی چیزین سب کی سب اور زیادہ بدنمائی کا باعث بن جاتی ہین۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اگر زیادہ آدمی کام کرنے والے گھر مین نہ ہون۔ تو ایسا مکان ہی نہ لیا جاوے جسکی صفائی ستھرائی مشکل ہو چھتین بھی ایسی ہون کہ کڑیان دور دور لگی ہوئی ہون۔ یا لداؤ کی ہون تو پھر کیا کہنا۔ مہینون اُن کی جھاڑ پونچھ کی ضرورت نہین ہوتی اور صاف ستھری پڑی رہتی ہین۔ سادے سادے مہرابی در اور طاق بھی یونہیں صفائی کی وجہ سے زیادہ بھلے لگتے ہین۔ بہ نسبت ان کنگورے دار دروازون اور طاقون کے جن کا ہر کنگورہ میلا کچیلا نہ ہو۔ گھر کی روزانہ جھاڑو کے ساتھ اگر کمرے کے کونون کے جالے جھاڑ دیئے جائین اور کواڑون کو بھی جھاڑا جائے اور جالے نہ چھڑا دیئے جائین تو پھر مدتون تک کسی خاص اہتمام کے ساتھ صفائی کی ضرورت نہین ہوتی۔ میزون الماریون مسہریون وغیرہ کے پیچھے اور کھونٹیون الگنیون کے اوپر سے ایک ایک ہاتھ مار لیا جائے اور جھاڑو کے بعد میزون پر کی چیزین اور کرسیان وغیرہ جھاڑن سے پونچھ کر صاف کردی جائیں تو کافی ہے۔

لیکن مہینے دو مہینے بعد کمرون کا فرش وغیرہ اُٹھا کر اچھی طرح سے جھاڑ جھٹک کر اسے پیش کرنا چاہیئے اور زمین کی جھاڑو دے کر اسے کچھ دیر کھلا رہنے دے۔ اتنی دیر فرش کو دھوپ مین ڈال رکھین کہ وہ خوب سک جائے۔ پھر اس کے بعد جھاڑ کر اسے بچھا دین اور باقی سب چیزین جو جو جہان جہان رکھنے کی ہون رکھین اگر کچھ دنون بعد کمرون کا سامان اس طریقہ سے تبدیل کرتے رہین کہ جو سونے کا کمرہ ہو اسے بیٹھنے کا کر لین اور

بیٹھنے والے کو سونے کا تو ایسی تھوڑی سی تبدیلی بھی طبیعت میں شگفتگی پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بے توجہی باورچی خانے کی طرف سے برتی جاتی ہے اور جن لوگوں کے یہاں نوکر ہوتے ہیں وہ تو کبھی اتفاقاً ہی باورچی خانے کی طرف جا نکلیں تو جا نکلیں۔ ورنہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہاں کی حالت کیا ہے دیواریں سیاہ، چھت میں دھوئیں کے کالے جالے۔ زمین میں کیچڑ۔ اسی میں برتن وغیرہ رکھے ہوئے۔ غرض بعض جگہ تو وہ بری گت ہوتی ہے کہ دیکھ کر کھانا کھانے کی طبیعت نہ چاہے۔ حالانکہ اگر ذرا سی توجہ کی جائے تو باورچی خانے کی صفائی اور سب جگہ سے آسان ہے۔ ایک بانس میں جھاڑو باندھ رکھی اور جب نہانے کو جانے لگے۔ جالے جھاڑ کر دیواریں جھاڑ دیں۔ الماریاں اور طاق صاف کر دیئے نیچے کی جھاڑو سب چیزیں ہٹا کر صفائی سے دیدی۔ چولھے کو لیپ پوت دیا اور بس۔ روزانہ اتنا خیال کیا کہ ہر جگہ پانی نہ گرنے پائے۔ برتنوں کا بچا ہوا کھانا اور ترکاری کے چھلکے وغیرہ نہ پھینکے جائیں۔ ان چیزوں کے لئے صحن میں ایک طرف جگہ مقرر کر لینی چاہیئے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ایک ڈھکنے دار ٹوکری یا پیپا اس کام کے لئے رکھا ہے۔

غسل خانے میں بھی دوسرے تیسرے دن جھاڑو ہونی چاہیئے اور یہ احتیاط ضروری ہے کہ کہیں پانی نہ ٹھہرا رہے۔ میلے کپڑے غسل خانے میں نہیں رکھنے چاہئیں۔ بلکہ جب کوئی نہائے اسی وقت تھوڑی دھوپ دے کر میلے کپڑوں کے تھیلے یا بکس میں ڈال دینے چاہئیں۔ غسل خانے کو کتنا بھی صاف رکھا جائے وہاں ہر وقت میل رہنے کی وجہ سے ایک قسم کی بدبو ضرور ہوتی ہے۔ اسلئے آٹھویں دسویں دن فنیل سے دھلوانا چاہیئے۔ اور کبھی کبھی وہاں خوب کوئلے دہکانا چاہیئے کہ سیل کم ہو جائے۔ پاخانے کی صفائی کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ قدمچوں میں لوہے کے ٹین کے سلیلے رکھے جائیں۔ جیسے اسٹیشنوں پر ہوتے ہیں۔ اور مہترانی اسے دونوں وقت دھوکر صاف کر دیا کرے پاخانے کا فرش پختہ اور ڈھلوان ہونا چاہیئے اور روز ایک دفعہ وہ دھلوا دیا جائے۔ دوسرے تیسرے روز فنیل ڈالنی بھی ضروری ہے۔ چھت دیواریں اور پانی رکھنے کی جگہ سب چھٹری ہوئی اور صاف ستھری رہنی چاہئیں۔

زینے اور ڈیوڑھی کا صاف ستھرا رہنا بھی ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا بیٹھنے کا کمرہ کا۔ کیونکہ گھر میں

داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اسی پر نظر پڑتی ہے اور گھروالی بیوی کے سلیقہ کے اندازہ وہین سے شروع ہو جاتاہے۔ اگر وہان ہر طرف جالے اور کونون مین کوڑے کی ڈھیریان دکھائی دین تو سارے گھر کی آرائش پر پانی پھر جاتاہے۔ ڈیوڑھی مین تو روزانہ اور سیڑھیون پر دوسرے تیسرے دن جھاڑو کا ہونا ضروری ہے اور جالے بھی جب اور سب جگہہ کے چھڑائے جائین تو انھین نہین بھولنا چاہیئے۔

بعض جگہہ مکان کے دروازے کو کوڑے خانہ بنالیا جاتا ہے۔ اس کے ادھر ادھر ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے دکھائی دیتے ہین۔ مگر گھر والون کو پروا نہین ہوتی کہ مہتر سے کہہ کر ان سے اٹھوائین صاف کرائین۔ اگر مکان لب سڑک ہو اور دروازے پر کی صفائی میونسپلٹی کے ذمہ ہو تو چاہیئے کہ مہتر کو انعام وغیرہ دیتے رہین کہ وہ اچھی طرح کام کرے اور اگر پھر بھی وہ ٹھیک نہ ہو تو میونسپلٹی کے دفتر مین اس کی شکایت لکھکر بھیجنی چاہیے اور اپنے دروازے کو کبھی میلا کچیلا نہین رہنے دینا چاہیئے۔ اسیطرح اگر نالی سڑ رہی ہو تو اسکی بھی صفائی یا خود کرائین یا میونسپلٹی مین رپورٹ کرین۔ صحن مین گڑھے وغیرہ ہون تو انھین اینٹ کنکر سے بھر کر اوپر سے مٹی ڈلوا دینے چاہئین۔ اور سارا صحن برابر کرکے اسے صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔ اینٹیں وغیرہ ادہر ادہر نہ پڑی رہین۔ یہ علاوہ بدنمائی کے بدتمیزی بھی ہے کہ کسی کے ٹھوکر وغیرہ لگے اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ ماما ئین اور آنے جانے والیان اکثر صحن مین پیکیں تھوک کر اس کا ناس کر دیتی ہین ایسے موقع پر برابر ٹوکنا چاہیئے اسی طرح بچے فصلی پھل وغیرہ کھائین تو انھین تاکید کرنی چاہیئے کہ کوڑا سارے مین نہ پھیلائین کسی ٹوکری مین اکٹھا رکھین جو اٹھا کر ایکطرف پھینک دیا جائے۔

اگالدان پتیلے اور لوٹے وغیرہ ہمیشہ منجھے دھلے صاف ستھرے رہنے چاہئین۔ صابن دانی بھی اوپر نیچے سب طرف سے دھو کر صاف رکھنا چاہیئے کبھی کبھی نہاتے وقت بچے اس پر پانی گرا دیتے ہین اور وہ اس کے نیچے کے خانے مین گھس کر دو تین دن مین سڑ جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر سخت نفرت ہوتی ہے۔ بچون کو سمجھانا چاہیئے کہ تعریف کی بات یہ ہے کہ جس وقت نہا کر نکلو تو صرف تم ہی نہین بلکہ غسل خانے کی ہر چیز نہائی ہوئی دکھائی دے اور کسی کو دیکھکر یہ کہنے کا موقع نہ لگے کہ "لے ہے بھئی اسے کیسا خراب کر دیا" لڑکون کو نہانے

کے لئے جاتے وقت سر میں کنگھی ضرور کر لینی چاہیئے ورنہ بال ٹوٹ کر سر دھونے میں گرتے ہیں اور بہت بُرے معلوم ہوتے ہیں۔

تولیہ۔ دستر خوان۔ برتن کرنے اور پونچھنے کا کپڑا۔ باورچی خانے کی صافیاں۔ جانماز۔ میز پوش۔ کرسیاں وغیرہ صاف کرنے کے لئے جھاڑن بستر کی چادریں اور فرش کی چاندنی تکیوں کے غلاف غرض گھر کی تمام چیزیں ہمیشہ صاف ستھری رہنی چاہیئے۔

لیمپ لالٹین اور روشنی کی تمام چیزوں کی صفائی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور روزمرہ کی اوپری صفائی کے علاوہ مہینے ڈیڑھ مہینے بعد اندر سے گرم پانی سے دھونا چاہیئے۔

طاقوں اور الماریوں میں کاغذ بچھا رکھنا چاہیئے اور جب میلا ہو جاوے اسے بدل دیں۔ اگر ان کاغذوں میں خوبصورت سی جھالر کاٹ دی جاوے تو بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے الماریوں کی رکھی ہوئی چیزیں۔ کتابیں بوتلیں شیشیاں وغیرہ بھی روزانہ ایک دفعہ جھاڑ پونچھ کر رکھنی چاہئیں۔

روزمرہ کی جسمانی صفائی میں صرف منہ ہاتھ پاؤں کا دھونا ہی ضروری نہیں بلکہ سر میں کنگھی بھی دونوں وقت نہیں تو کم از کم صبح ضرور کرنی چاہیئے۔ دانتوں میں منجن اگر صبح وضو کرنے میں اچھی طرح نہ ہو سکے تو بعد میں دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہیئے اور کھانے کے وقت دونوں وقت خوب زیادہ پانی سے کئی کئی کلیاں کر کے منہ صاف کرنا چاہیئے۔ بعض لوگوں کو کھانا کھانے کے بعد منہ کھٹا کھٹا اور بدمزہ ہونے کی شکایت رہتی ہے اور جب تک پان نہ کھائیں چین نہیں آتا۔ لیکن اگر منہ میں دیر تک پانی لیکر اور خوب ہلا ہلا کر کلیاں کی جائیں تو بالکل صاف ہو جاتا ہے اور پھر اوپر سے کوئی چیز کھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی رات کو سوتے وقت بھی منہ صاف کر لینا چاہیئے۔ بلکہ اگر کوئی دانتوں کی مضبوطی اور صفائی کا خاص منجن ہو تو وہ ملنا چاہیئے کہ رات بھر اس کا اثر رہے۔

گرمیوں کے دنوں میں روز اور اگر روز نہ ہو سکے تو تیسرے دن اور جاڑوں میں کم از کم آٹھویں دن خوب صفائی سے نہانا ضروری ہے بعض لوگ ایسی بے پروائی سے نہاتے ہیں کہ اگر مشکوں پانی سے بھی نہا کر

نکلیں تو جہاں سے ملا جاتے بتیاں نکلنے لگتی ہیں۔ یہ کبھی تو صابن ہوتا ہے اور کبھی میل۔ اس لیے نہاتے وقت جھانوے یا کیسے کا استعمال کرنا ضروری ہے اس سے اچھی طرح سارے جسم کی صفائی ہو جاتی ہے۔

نہانے کے بعد کانوں میں تیل لگا کر روئی کی پھریری سے صاف کرنا چاہیے اور ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے چاہیں۔ ان ذرا ذرا سی باتوں سے بے پروائی بعض وقت بڑی تکلیف اور شرمندگی کا سبب بن جاتی ہے

(جہاں آرا بیگم)

فغان یاس

کیسا نصیب لائی تھی گلشن روزگار میں — نخل مراد لٹ گیا صبح الم گسار میں
ایک تو میرا زخم دل چرکے ہزار قسم کے — کیسے نہ پھول سرخ ہوں زخم جگر فگار میں
چاند سے کیا غرض مجھے پھول سے واسطہ کسے — دل ہے اسیر رنگ و بو سینۂ داغدار میں
ہائے بحال بیخودی راز نہاں نہ چھپ سکا — اشک تڑپ کے آگیا پردۂ تار تار میں
ایک بہار زخم دل ایک وفور اشک نے — چشمۂ آب ہے رواں پہلوے لالہ زار میں
خون جگر کی چھینٹیاں کشت امید سینچ دیں — داغ نہاں بھی سبز ہو یارب ہوئی بہار میں
غنچہ و برگ رنگ و بو ایک ہوا میں اڑ گئے — کس کس کو میں سمیٹ لوں دامن تار تار میں

ستم ہے حال کہا میں نے جمال بزم میں
لخت جگر ٹپک پڑے اشک گہر نثار میں

بلقیس جمال بریلوی

چونا

چونا ہمارے ہندوستانی گھرون مین پان کی بدولت عام طور پر مستعمل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اُس کے فواید اور رکھنے کے طریقون سے اکثر بہنیں نا واقف ہین۔ جن گھرون مین پانون کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔ اِن مین تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ سیر دو سیر چونا بازار سے منگا کر بجھا لیا گیا ہے اور پھر اس کو چھان کر گھڑے مین بھر کر پانی ڈالا اور رکھ دیا اس مین یہ فایدہ تو ضرور ہے کہ چھن کر صاف ہو جاتا ہے اور کنکری وغیرہ نہین رہنے پاتی جس سے دانت بھی کرکرے ہون اور منہ بھی پھٹے۔ مگر یہ دقت ضرور رہتی ہے کہ گرمی کے موسم مین دوسرے تیسرے اور جاڑے برسات مین آٹھوین دسوین دن جب تک خیال سے پانی نہ ڈالا جائے چونا سوکھ کر مر جاتا ہے اور پھر کسی کام کا نہین رہتا۔ اس لیے سب سے بہتر طریقہ چونا رکھنے کا یہ ہے کہ بغیر بجھی خشک ڈلیان کسی ٹین یا لکڑی کے ڈبہ مین رکھ دی جائین دو تین روز مین خود بخود کھِل کر بالکل باریک میدہ سا ہو جائے گا۔ اگر کوئی ڈلی بھی ہوگی تو علحدہ ہو جائے گی یا باریک کنکریان کپڑے مین چھان لی جا سکتی ہین۔ غرض وہ سوکھا ہی رکھا جائے اور ضرورت کے وقت پانی مین گھول کر کام مین لایا جائے تو اول تو اس کے چھاننے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور بفرض محال ہوئی بھی تو سوکھا چونا چھاننا گھلے ہوئے چونے کے چھاننے سے کہین زیادہ آسان ہے پھر روز کی دیکھ بھال سے بھی نجات رہے گی اور یہ عذاب نہ ہوگا کہ پانی ڈالنا بھول گئے تو سب چونا مر کر بیکار ہوا اور کی کرائی محنت ذرا سی غفلت مین ضایع ہو گئی۔ اگر چونا تیز زیادہ ہو تو جس وقت پاندان کی کلھیا مین ڈالا جائے پانی کے ساتھ اس مین دو تین چمچہ دودھ بھی ڈال دین اس سے اس کی تیزی کم ہو جائے گی اور منہ نہین پھٹے گا۔

چونا اپنی ذات سے نہایت ہاضم چیز ہے۔ اسی لیے اس کا پانی دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور انگریزی دوکانون سے بنی ہوئی بوتلین "لایم واٹر" کے نام سے نہایت قیمتی بکتی ہین۔ بہت سی مائین اپنے بچون کو ڈاکٹر کی ہدایت دیتی ہین۔ مگر نہین جانتیں یہ کیا چیز ہے۔ حالانکہ لایم واٹر بھی چونے کا پانی ہے۔ جو روزمرہ پان مین کھایا

جاتا ہے اِس کے بنانے کا طریقہ بھی نہایت آسان ہے ۔ تین ماشہ بغیر بجھا چونا پاؤ بھر پانی مین ڈال کر ایک شیشے کے گلاس مین رکھ دیجئے اور پورے چوبیس گھنٹے اسے یونہی بغیر جلائے پڑا رہنے دیجئے۔ چوبیس گھنٹہ بعد اس کے اوپر ایک ہلکی سی باریک کرکری تہ جم جائے گی اور چونا گلاس کے پیندے مین بیٹھ جائے گا اور پانی بالکل صاف نتھرا ہوا ہوگا ۔ اسوقت اس باریک پپڑی کو آہستہ آہستہ علٰحدہ کر دیجئے اسطرح کہ پانی کے ہلنے سے نیچے کا چونا پانی مین نہ مل جائے ۔ پھر کسی فلالین یا جاذب کے ٹکڑے مین اس پانی کو چھان لیجئے فلالین یا جاذب مین معمولی کپڑے کی بہ نسبت چھاننا مشکل ہے اس لئے ایک پیالے پر فلالین یا جاذب کا ٹکڑا رکھ دیجئے۔ بیچ مین ذرا سا گڑھا کر دیجئے اور جتنا پانی گڑھے مین آسکے ہلکے سے (کہ باقی پانی مین چونا نہ ملنے پائے) ڈال دیجئے ۔ جب وہ بوند بوند ہوکر ٹپک جائے اور پانی ڈال دیا جائے ۔ جب گلاس کا سب پانی اس طرح چھن جائے تو شیشی مین بھر کر ڈاٹ لگا کر رکھ چھوڑے ۔ چھوٹے بچے جنکو گائے کا دودھ ہضم نہین ہوتا اور دست آنے لگتے ہین اُن کو دودھ کی ہر خوراک مین عمر کے حساب سے چار بوند سے لیکر ایک چائے کا چمچہ تک ملا لیا جائے انشاء اللہ پہلے ہی دن دست رک جائین گے۔ لیکن قابض ہوتا ہے۔ اس لئے دست بند ہو جانے پر اسکا استعمال فوراً ترک کر دینا چاہیئے ۔ دانت نکلنے کے زمانہ مین اکثر بچون کو دست آنے لگتے ہین ۔ ان مین خاص طور پر چونے کا پانی مفید ہے ۔ شیرخوارگی کی عمر سے نکلکر بھی بعض بچون کے معدے کمزور ہوتے ہین اور اکثر دستون کی شکایت رہتی ہے ۔ ایسے بچون کو اگرچہ تھوڑے عرصہ پابندی کے ساتھ چونے کا پانی دیا جائے تو رفتہ رفتہ معدہ قوی ہو جائے گا اور دستون کی شکایت بالکل جاتی رہے گی۔ مگر متواتر استعمال کرنا ہو تو مقدار بہت کم رکھنی چاہیئے ۔ ورنہ قبض ہوکر نقصان پہونچے گا۔ تازہ بنا ہوا پانی زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر ہفتہ تازہ بنا لینا چاہیئے ۔ مین اپنے بچون کو دوکان کا بنا ہوا لائم واٹر کبھی نہین دیتی ۔ ہمیشہ اسی ترکیب سے خود بناتی ہون اور خدا کے فضل سے بچے تندرست رہتے ہین ۔

(جمیلہ خاتون)

ساجدہ بیگم

سعید احمد خان صاحب کے نام نامی سے کون ایسا شخص ہے جو واقف نہ ہو۔ یہ الہ آباد کے مشہور وکیل اور رئیسوں مین سے ہین۔ خداوند کریم نے ان کو ہر طرح سے خوشحال کیا ہے۔ وکالت انکی شہر بھر مین دوسرے نمبر پر تھی۔ ماشاء اللہ چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہین۔ ساتھ ہی اپنے گھر مین زمیندار و جاگیردار بھی ہین۔ مگر بوجہ ضعیفی کے انھون نے اپنے کام سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ بڑا رفیق احمد ڈپٹی کلکٹر ہے۔ منجھلا شفیق احمد ریاست حیدرآباد مین اول تعلقداری کے عہدہ پر ہے۔ سنجھلا رحیم احمد بنارس مین بیرسٹر ہے۔ چھوٹا لڑکا نعیم احمد بارادہ تعلیم ڈاکٹری لندن چار سال سے گیا ہوا ہے۔ بڑی لڑکی زاہدہ خاتون سب سے بڑی ہے اور دہلی کے ایک معزز خاندان مین بیاہی ہوئی ہے۔ ان کے خاوند اشرف علیخان صاحب مظفرنگر مین ایک نامور وکیل ہین۔ دوسری لڑکی ساجدہ خاتون سب سے چھوٹی ہے۔ ماشاء اللہ بیس برس کی ہے۔ مگر ابھی کہین رشتہ نہین ہوا۔ وکیل صاحب اور اُن کی بیوی امراؤ بیگم کو اس کی شادی کی رات دن فکر رہتی ہے۔ کئی جگہ سے نسبتیں آچکی ہین۔ مگر ابھی کوئی قابل اطمینان جگہ نہ دیکھ کر کہین نہین کی۔

ایک دن صبح کے وقت جبکہ وکیل صاحب اپنے گھر مین ناشتہ کرکے بیٹھے تھے۔ اُن کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ کسی گہری سوچ مین غلطان ہین۔ اُن کی بیوی امراؤ بیگم بھی (جو کہ اُن کی تیسری بیوی ہین) پہلی بیبیون سے کوئی اولاد نہ تھی۔) اُن کے پاس بیٹھی چھالیہ کتر رہی تھین۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد وکیل صاحب اپنی بیوی سے یون گویا ہوئے۔

وکیل صاحب۔ دیکھو جی تم نے ابھی تک ساجدہ کی نسبت کی بابت سوچ کر کچھ جواب نہین دیا کہ کہان رنا ہے۔ رشتے تو بہت ہین تم کوئی پسند کرو۔ مجھے رات دن اسکی فکر رہتی ہے۔ اب ہم بڈھے ہوئے

قبر مین پیر لٹکائے بیٹھے ہین، ہماری زندگی مین اسکا کسی اچھی جگہ ٹھکانا ہوجائے تو ہم کو بھی قبر مین چین آوے۔

امراؤ بیگم۔ ہان جی مجھے بھی اسکی رات دن فکر رہتی ہے، خداوندکریم اسکا کسی جگہ ٹھکانا کردے تو مجکو بھی اطمینان ہو، رشتہ تو اُس کے بہت جگہ سے آرہے ہین، بعض تو اس مین بہت اچھے ہین، کل شفیق احمد کا خط میرے نام آیا اور اس نے رقیہ بیگم (شفیق احمد کی بیوی) کو بھی لکھا ہے کہ یہان ایک جاگیردار کا لڑکا بہت قابل وخوبصورت ہے، پانچسو روپئے اسکی تنخواہ ہین، اچھے خاصے لوگ ہین۔ دوسرے میرے بھائی محمد نصیر بیون اپنے لڑکے کی بابت کہہ رہے تھے، کئی مرتبہ میری بھاوج نے بھی مجھ سے کہا۔ مگر مین نے ابھی اُن لوگون کو کچھ جواب نہین دیا۔ میرے خیال مین محمد شریف بھی کوئی بُرا نہین ہے۔ بی اے پاس خدا رکھے ڈھائی سو روپئے تنخواہ ہے۔ اسکول مین ہیڈ ماسٹر ہے۔ اب جیسی تمھاری مرضی ہو اسپر عمل کیا جاوے۔

وکیل صاحب، ہان محمد شریف بھی بہت اچھا ہے ایک ہی ایک خون ذات وغیرہ دریافت کرنے کی ضرورت بھی نہین ہے۔ اُن کے علاوہ میرے دوست۔ سردار محمد خان ایک لڑکے کا ذکر کرتے تھے۔ کہ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پاس ہے، پشاور کے اسلامیہ کالج مین پروفیسر ہے۔ ذات کے پٹھان ہین۔

وکیل صاحب یہین تک کہنے پائے تھے کہ باہر سے ایک لڑکا آیا اور کہا کہ حضور باہر مشرف علیخان صاحب تشریف لائے ہین اور آپ کو یاد فرماتے ہین۔ وکیل صاحب بیوی سے، اچھا بیگم خداوندکریم جلد کچھ نہ کچھ سامان کر ہی دے گا۔ لو اب مین باہر جاتا ہون، یہ کہکر وکیل صاحب باہر تشریف لے گئے اور امراؤ بیگم باورچی خانے مین چلی گئیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ وہان سے ماما کو وہ ضروری ہدائتیں بتا کر ایک بہت بڑے کمرے مین جہان فرش پر کچھ لڑکیان بیٹھی سی رہی تھین۔ یہ کہتی ہوئی داخل ہوئین کہ ارے رقیہ تم کیسی بےفکر بیٹھی ہو کتنی دیر سے تمھاری لڑکی جاگ کر رو رہی ہے، انائین چھوکریان کدہر مر گئین جو وہ کمرے مین اکیلی ہے، اتنی دیر مین بچی کی آیا اسکو یہان لے آئی۔ رقیہ بیگم اسکو دودھ پلانے مین مصروف ہوگئین، مولابخش (باہر سے)، اری نسترن اری گلاب سواریان آئی ہین، اتر والو۔ مگر بوجہ مصروفیت کار

کسی نے اسطرف توجہ نہین کی، کئی مرتبہ بچارے مولابخش کو اپنا گلا پھاڑنا پڑا۔ آخر خدا خدا کرکے نوبہار یہ کہتی ہوئی باہر گئی کہ ہروقت چیخا کرتے ہو بتاؤ گے بھی کون آیا ہے!

مولابخش، یہ دیکھو کتنی دیر سے بچاری سواریان گاڑی بند کھڑی ہین۔ مین آنا چلّا رہا ہون، تملوگون کے کان پر جون بھی نہین رینگتی ایکدم سے سب کی سب بہری ہوگئیں جا بیگم صاحبہ سے کہو کہ لکھنؤ سے نواب قمرعلیخان صاحب کے گھر کی سواریان آئی ہین۔ جلدی اترالو۔ نوبہار دوڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اجی بیگم صاحب سرکار کی بہن شہزادی بیگم آئی ہین، پردے کے واسطے چادرین دیجیے،

امراؤ بیگم۔ ارے کمبخو کتنی دیر سے مولابخش آوازین دے رہا تھا تم لوگ ہو کہ سب کی سب بہری ہوگئیں ایسی گرمی کے زمانے مین کتنی دیر سے بچاریان گاڑی مین بند ہین۔ جلدی فوراً چادرین لے کر جا۔ ارے گلاب تو کدھر مرگئی تو بھی چادر پکڑنے کے واسطے جلدی جا۔ غرض دونون چھوکریان جلدی سے باہر گئیں۔ ادھر امراؤ بیگم نے اپنی چھوٹی بھاوج منورجہان سے کہا کہ ان لوگون کے آنے کی اطلاع تو تھی نہین جو زیادہ کھانے کا بندوبست ہوتا۔ لہذا تم جلدی باورچی خانے مین جاؤ کچھ بندوبست کرو، مین ان سب کو اتروانے جاتی ہون، منورجہان باورچی خانے مین گئیں اور رقیہ بیگم دروازہ پر سواریون کے استقبال کو پہونچیں، یہ لیجیے سواریان اتر آئی۔ اس مین آپ کو تین عورتین نظر آدین گی، وہ جو گلابی رنگ کا دوپٹہ اور سبز گلبدن کا ڈھیلا پائجامہ سفید شلوکہ پہنے ہین وکیل صاحب کی چھوٹی بیگم شہزادی بیگم ہین اور جو چمپئی رنگ کے دوپٹے و سرخ گلبدن کے ڈھیلے پائجامے پہنے ہین وہ ان کی دونون لڑکیان ہین۔ آفتاب بیگم بڑی لڑکی ہے اور دوسری چھوٹی لڑکی کا نام اشفاق بیگم ہے۔ شہزادی بیگم، اترتے کے ساتھ ہی، ارے بادشاہ دلھن آج تو تم نے ہمکو گاڑی میں اچھی سزا دی، کتنی دیر سے غریب مولابخش اپنا حلق پھاڑ رہا تھا۔ تمھاری ملازمین کدھر مرگئیں تھین۔ بھئی اب تو ہم تمھارے گھر نہ آدین گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ہمارا آنا ناگوار گذرتا ہے۔

امراؤ بیگم۔ اچھا شہزادی بیگم اندر چلکے تو بیٹھو۔ پھر گلے شکوے کرنا، نہ سلام نہ دعا نہ کسی سے

بزم مستورات

(باقی مستورات سے)

اُن کا لڑکا میرے پاس اُن کا رقعہ لے کر آیا کہ آپ کے یہاں رات رہنے کی وجہ سے کل نقدی میرے بکس سے ہوٹل میں نکل گئی لہٰذا آپ بیس روپیہ مجھے بھیج دیجیے تاکہ میں جا در روانہ ہوں وہاں پہونچکر میں روپیہ آپ کو فوراً روانہ کر دوں گی۔

بہن صاحبہ میں اُن کے اس واقعہ کو حرف بحرف صحیح سمجھی اور چپکے سے بیس روپیہ بھیج دیئے۔ اُن کے جانے کے بعد تانگے والا میرے پاس کرایہ لینے آتا ہے کہ صاحب انھوں نے شہر کی سیر کی مجھے کرایہ نہیں دیا اور آپ کا نام بتا دیا۔ تیسرے دن ہوٹل والا آکر کرایہ مانگتا ہے۔ غرض میں بہت حیران و پریشان ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دمیری سمجھ میں اب آیا۔ کہ سال بھر ہو گیا۔ مگر بہن موصوفہ نے کروٹ بھی نہیں لی اور روپیہ لے کر ہضم کر گئیں۔

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ بہن موصوفہ نے اسی طرح کر کر کے پانچہزار کی رقم جمع کی ہے۔ یہ چند سطور میں نے لکھدیئے اور مکرر معافی چاہتی ہوں

ساجدہ بیگم کا افسانہ میں نے پھر شروع کر دیا۔ گو کہ یہ قصہ گذشتہ سال شروع ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کہ میں . . ابھی تک اس سلسلہ کو پورا نہ کر سکی اسیواسطے شروع سے سلسلہ پھر لکھا ہے تاکہ بہنوں کو اُس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ انیا وکھلا رونے کے بعد اب میں یہ بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ اپنی محترم بزرگ بہن بلقیس بیگم آف باندہ کی خدمت میں اُنکی عزیز پوتی دختر نیک اختر ... صاحب بیرسٹر ایٹ لا باندہ کی شادی کی مبارکباد پیش کروں۔ میری بہن کی عزیز پوتی ملکہ بیگم شادی نواب صاحب کوروہ کے بھائی صاحب کے ساتھ . . . . فروری کے مہینہ میں ہوئی۔ لہٰذا میری طرف سے بیگم صاحبہ دلی مبارکباد قبول فرمائیں دعا ہے کہ پروردگار عالم بچی کی عمر میں برکت دے اور اسکو اپنے نئے گھر میں اطمینان اور سکون کی خوشخرم زندگی نصیب کرے میں اپنی عدیم الفرصتی کیوجہ سے ذرا دیر کے واسطے نکاح کی شرکت میں گئی تھی۔ چونکہ مجھے پورے حالات سے واقفیت نہیں ہے لہٰذا بیگم صاحبہ محترمہ کیخدمت میں گذارش ہے کہ شادی کے مفصل حالات

گھریلو دوائیان

تیز بخار

بخار صدہا مختلف اسباب سے ہوسکتا ہے ۔ بچوں میں چیچک، خسرہ، موتی جھرہ، نمونیہ، ملیریا، دانت نکلنا، گلے آجانا، جگر کی خرابی، اور بدہضمی اسکا عام سبب ہے بڑون مین بھی تقریباً یہی سب امراض ہوتے ہین اوران کے علاوہ گٹھیا، لو لگنا، انفلوئنزا، طاعون، اورگردن توڑ بخار وغیرہ کی وجہ سے بھی تیز بخار ہو جایا کرتا ہے ۔ یہ معلوم کرنا کہ بخار کا اصلی باعث کیا ہے اور اس مرض کی مخصوص دوا دینا ڈاکٹر کا کام ہے لیکن ہر جگہ ڈاکٹر اتنی آسانی سے میسر نہین ہوتا کہ جتنی آسانی بڑے بڑے شہرون اور قصبون مین ہے ۔ ایسی صورت مین یہ بالکل ممکن ہے کہ مریض اصل مرض کی شدت سے نہین، بلکہ صرف بخار کی تیزی سے مرجائے ۔ حالانکہ بخار کو زیادہ تیز ہونے سے روک لینا بہت زیادہ دشوار بات نہ تھی اور اگر مریض کو ہر قسم کی مدد مل جائے اور وہ اتنی جلدی سے نہ مرجاتا تو آہستہ آہستہ بغیر کسی مخصوص علاج کے بھی یہ ہوسکتا تھا کہ اس کی طبیعت مرض پر غالب آکر اسے دفع کر دیتی ۔ ہم اسی قسم کی موت کو اتفاقی یا ناگہانی موت کہتے ہین ۔

بخار خواہ کسی سبب سے ہو ہم اس کی تیزی کو اس طرح کم کرسکتے ہین کہ مریض کے سر پر برف یا خوب ٹھنڈے پانی مین بھگو بھگو کر کپڑا رکھتے ہین، اور مریض کے چارون ہاتھ پاؤن سرد پانی مین کپڑا یا اسفنج بھگو کر اس سے تھوڑی دیر تک پونچھتے رہین، اس تدبیر سے جسمانی حرارت ایک دو درجے کم ہو جاتی اور مریض کی ناگہانی موت کا اندیشہ جاتا رہتا ہے ۔ یہ خیال رہے کہ ٹھنڈے پانی سے ہاتھ پاؤن پونچھنے کا یہ عمل اسوقت فوراً بند کر دینا چاہیئے کہ جب مریض کو سردی لگنے لگے اور اس کے بعد جلدی سے جسم کو خشک کرکے کپڑے سے ڈھک دینا چاہیئے ۔

گھر مین موجود ہو یا باسانی مل سکے تو ایسپرین ۔ کیفین ، اور کونین کی ایک پڑیا بھی مریض کو کھلا سکتے ہین پڑیا میں ایسپرین کی ۵ گرین اور کیفین اور کونین کی دو دو گرین ہونی چاہیئے ۔ یہ بارہ برس سے زیادہ عمر کے اور سات کے بچون کو اس سے آدھی چاہیئے ۔

دسترخوان

شکرپارہ شیرین۔

میدہ سیر بھر۔ چینی ڈیڑھ سیر۔ گھی پاؤ بھر۔ شیر گاؤ آدھ سیر۔

ترکیب۔ میدہ مین گھی اور دودھ ملاکر گوندھو اور گرم ہوا مین رکھدو۔ تھوڑی دیر کے بعد اوان مناسب پیڑے نباکر چھکلے پر بیلو اور چھری سے شکرپارے کاٹکر گھی مین نرم آنچ پر تل لو اور چینی کا شیرہ دو تارا نباکر اس مین ڈالتی جاؤ۔

مچھلی کے شامی کباب۔

مچھلی ایک سیر کا ٹکڑا لے کر اسپر بنیڈول مٹی گاڑھی گاڑھی چڑھاکر چولہے مین دباؤ۔ جب مٹی کا رنگ سرخ ہو جائے۔ نکال کر مٹی دور کر دو اور کھال دکانٹے سب نکال ڈالو پھر اس گوشت مین مرچ سرخ ایک تولہ گرم مصالحہ دو ماشہ چنے بھنے ہوئے چھٹانک سبز نمک ۴ ماشہ ادرک کتری ہوئی ایک تولہ ملاؤ۔ پیاز پاؤ بھر گھی مین سرخ کر کے سب مصالحہ اور مچھلی کے ساتھ سل پر نہایت باریک پیس کر چپٹی چپٹی گداز ٹکیان نباکر کڑھائی مین تل لو

میٹھے چاول۔

چاول ایک سیر۔ شکر سفید دو سیر لونگ الائچی دو دو ماشہ گھی پاؤ بھر۔

ترکیب۔ پہلے چاولون کا خشکہ ایک کنی پر تیار کر لو اور شکر مین پانی ڈال کر شیرہ تیار کرو۔ پھر لونگ اور الائچی سے گھی کڑکڑا کر شیرہ کو بگھار دو۔ پھر چاولون کو ڈال کر گردش دو کہ اچھی طرح مل جاوے پھر دم پہ رکھدو اور بعد تیاری صرف مین لاؤ۔



جام جہاں نما

ماں اور بچہ دونوں جلکر کباب ہوگئے۔ بچہ کی جان بچانے کیلئے اپنی جان دیدی

گوڑگاؤں - ۱۴ر مارچ شیخوپورہ کے گاؤں سے نہایت ہی دلخراش حادثہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کس طرح ایک ماں نے بچے کی جان بچانے کی کوشش میں اپنی جان بھی دیدی - واقعہ یہ ہے کہ ایک بچہ کی ماں کھیتوں پر کام کرنے کے لئے گئی تھی - بچہ جھونپڑی میں سو رہا تھا - وہ تقریباً پون گھنٹہ تک مکان سے باہر رہی تھی کہ اُس نے جھونپڑی سے دھواں بلند ہوتے دیکھا - وہ فوراً ہی بھاگ کر مکان پر پہونچی - اسوقت اُس کی جھونپڑی میں شعلے بھڑک رہے تھے - اُس نے اپنے بچہ کو جو اندر سو رہا تھا - بچانے کے لئے کوشش کی لیکن اسی وقت چھپر گر پڑا ماں اور بچہ دونوں جلکر کباب ہو گئے

ایک سال کے اندر ۹۰ قتل -

قصور ۱۴ر مارچ - قصور سب ڈویژن کی سالانہ رپورٹ مظہر ہے کہ ۱۹۳۷ء میں قتل کے ۹۰ کیس سشن سپرد کئے گئے - اُن میں سے ۶۵ ملزموں کو سزا مل چکی ہے - اور باقی مقدمات عدالت میں چل رہے ہیں - ۱۹۳۷ء میں گذشتہ سال کی نسبت قتل کی وارداتیں بہت زیادہ ہوئی ہیں -

---

فلسطین میں یہودیوں پر قاتلانہ حملے - تین یہودی گولی سے مارے گئے

یروشلم - ۱۴ر مارچ - آج صبح ضلع طبریاس کی پہاڑیوں میں تین نوآبادکار یہودیوں پر کمین گاہوں سے حملہ کیا گیا - وہ ایک جلسہ میں شریک ہونے کے بعد اپنے گھر واپس جا رہے تھے - ان پر گولوں کی ایک بوچھاڑ آئی - ایک یہودی تو وہیں ڈھیر ہو گیا - اور اس کے دو ساتھی - اسی بری طرح زخمی ہوئے کہ بعد کو مر گئے

انگورہ میں برطانوی ڈرامہ ممنوع قرار دیا گیا۔ کمال اتاترک پر لندن ٹائمز کی چوٹ

لندن ۔ ۱۴ مارچ ۔ اخبار لندن ٹائمز کا نامہ نگار مقیم استنبول کہتا ہے کہ یہاں دہ برطانوی ڈرامہ ہونے والا تھا۔ جس کا عنوان "رمی گیتیا" ہے یہ ڈراما گانے بجانے اور ہنسی مذاق کا ڈرامہ ہے اس کو انگورہ کے اندر ممنوع قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ڈرامہ کے متعلق خیال یہ ہے کہ مشرقیوں کو مغربیوں کے مقابلے میں کم حیثیت اور کمتر دکھایا گیا ہے۔ اس خبر پر اخبار لندن ٹائمز نے ایک لیڈر لکھا ہے جس میں سوال کیا ہے کہ۔ کیا اتاترک نے اس ڈرامہ کو دیکھا اور اس کے گیت سنے ہیں اور کیا اس ڈرامہ نے اس کو اسقدر چڑایا ہے کہ ایک دفعہ تو خود اُن کا حسن مذاق گم ہو گیا۔

مہیتے مسلمانوں نے فوج کے سکھ حملہ آوروں کو مار گرایا۔

فریدپور ۔ ۱۳ مارچ ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گوپال پور سب ڈویژن (فریدپور) کے قصبہ کا مٹا میں مسلمانوں نے گئو ہتیا کی ۔ دو سکھ سپاہی وہاں سے گذر رہے تھے۔ انھیں گئو ہتیا پر جوش آگیا۔ اور دو مسلم دیہاتیوں سے لڑ پڑے۔ اور کئی دیہاتی مسلمان زخمی کر ڈالے۔ آپ بھی شدید زخمی ہوئے پولس نے انھیں گرفتار کر لیا۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔

بعد کی خبر سکھ پلٹن کا ایک دستہ جو کو توال پاڑہ (سب ڈویژن گوپال گنج) میں متعین ہے کشتیوں پر جا رہا تھا۔ جب یہ دستہ موضع کٹیا پہونچا تو تین سکھ سپاہی کشتی سے اترے اور دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر کچھ لوگ مجتمع ہیں۔ اِن سے کہا گیا کہ گائے ذبح ہوئی ہے اور اُس کا گوشت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سپاہیوں نے دیہاتیوں پر حملہ کر دیا۔ طرفین میں آزاد جنگ ہوئی جس میں دو سکھ سپاہی مجروح ہوئے ہیں۔ اس اثنا میں فوج کے بقیہ سپاہی پیچھے سے کشتی پر آرہے تھے اس دیہات میں پہونچے اور پولس پولس کو اطلاع کی اور کہا جاتا ہے کہ ایک دیہاتی کو گرفتار کر لیا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولس فریدپور موقعہ واردات پر روانہ ہوگئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پولس نے دس دیہاتیوں کو گرفتار کیا ہے۔ اور اُن کے خلاف مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

انتقام فطرت

ایک نہایت سچا اور اخلاقی افسانہ ایک مرتبہ شروع کرکے پھر نہ چھوڑنے کو جی چاہے

مصنفہ

کرنل لطافت حسین خانصاحب مرحوم

قیمت چھ آنے

حالات نورالدین جہانگیر

تزک جہانگیری سے شہنشاہ جہانگیر کی سیاسی معاشرتی اور خانگی زندگی کے سچے حالات جمع کرکے بہترین پیرایے مین لئے گئے ہین ۔ مرتبہ معشوق حسین خاں بی اے

علیگ

مستورات بکڈپو پریڈ کانپور

گلاب اور چمپا

امورات خانگی کی الجھنوں خاندانی معاملات کی پیچیدگیوں اور ایک سے زیادہ بیویاں کرنے اور انکے پورا عدل و انصاف نہ قایم رکھنے کے متعلق ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور سبق آموز اخلاقی ناول قیمت عہ

انقلاب ایران

شاہان ایران کی قسمتون کے عروج و زوال کے نقشے ایران کی قدیم تہذیب و شایستگی اسکی مذہبی اخلاق اور سیاسی حالتون کے فوٹو مردان اسلام کے برگزیدہ مسلمانون کے پرجوش کارنامے اور اسلام کی شاندار فتوحات کے حسین دلکش اور موزون پیرایے مین بصورت ناول پیش کئے گئے ہین مصنفہ حکیم مظفر حسین قیمت عہ ملنے کا پتہ ←

سیب کا درخت

مشہور انگریزی نوبل پرائز یافتہ گالزوردی کا دلپذیر شاہکار جسے مشہور ادیب قاضی عبدالغفار نے اردو کا جامہ پہنایا ۔

قیمت بارہ آنے

ملنے کا پتہ ۔ مستورات بکڈپو پریڈ کانپور

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۰۰

قیمت فی پرچہ ۳ر

پرنٹر پبلشر حبیب بلقیس بیگم نے مستورات پریس میں چھپوا کر شائع کیا

پندرہ روزہ

مستورات

مالکہ و مدیرہ
حبیب بلقیس بیگم

اغراض و مقاصد

۱ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا۔

۲ ہندوستانی تعلیمیافتہ خواتین میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا۔

۳۔ ہندوستان کی وہ بری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہو گئی ہیں۔ انھیں دور کرنا۔

۴ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا۔ جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو۔

۵ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ لکھنا۔

۶ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین مقالے لکھنا

۷۔ ہندوستانی شریف بیبیوں کی طرز زندگی اور گھر کی اصلاح کرنا۔

۸۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی ترویج کرنا۔

۹۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری کے بہترین نمونے پیش کرنا۔

۱۰ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین لکھنا۔

۱۱ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا (۲) سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محصول عہ سوسار سے ۴؍ اور والیان ملک سے پچیس روپئے، غیر مستطیع طالب علم و طالبات سے بشرط تصدیق ۱؍۸ سالانہ (۳) "مستورات" میں عشقیہ غزلیں شائع نہ ہونگی، البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریئے کے ساتھ شائع کئے جائیں گے (۴) سیاسی مضامین اور دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۶) جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ۱؍ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے (۷) مضامین نظم و نثر میں ایڈیٹر کو ترمیم و اصلاح کا پورا حق ہوگا (۸)۔ تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ مہینے تک مفت جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایکسال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا اور دس خریدار دینے والے بزرگ و معزز تین رسالے کی معاون سمجھی جائیں گی اور رسالہ بھی ایکسال تک بلا قیمت بھیجا جائیگا (۹) ترسیل زر ہمیشہ اڈیٹر کے نام ہونی چاہیے —

منیجر رسالہ "مستورات" پرنڈ کمال پور

فہرست مضامین

نمبر	بابتہ یکم مئی ۳۶ء	جلد

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نگار
۱	مستورات سے	اڈیٹر
۲	گمشدہ اچھی سے خطاب	اختر النساء بریلوی
۳	حسن وصحت	
۴	زبردست ایثار	مسعود بانو صاحبہ
۵	مسلم ویمنز کانفرنس	
۶	صدائے انقلاب	خورشید اقبال
۷	خوبصورت ارادے	بلقیس فاطمہ
۸	معمّہ	فاطمہ صغرا
۹	عورت قانون فطرت کی نظر میں	شوق امرتسری
۱۰	بدتہذیبی	
۱۱	دلچسپ معلومات	جوہر آئینی
۱۲	زہرہ (افسانہ)	ڈاکٹر حبیب احمد خان لودی
۱۳	رخصت عزیز ملکہ	خفی صاحبہ
۱۴	دو سو برس تک زندہ رہنے کا معمّہ	منقول
۱۵	اسلامی وائسرائے کی ہندوستان سے محبت	"
۱۶	سرور کائنات کی حکومت	"
۱۷	بزم مستورات (۱۸) گھریلو دوائیاں [اقبال جہاں بیگم] (۱۹) جام جہاں نما (۲۰) دسترخوان [بقیہ بیگم] (۲۱) دستکاری اشتہارات ۔	

مستورات سے

مستورات کا یہ پرچہ یکم مئی و ۱۵ مئی کا پیش خدمت ہے - اب بہنیں مجھ سے سوال کریں گی - کہ ایسا کیوں ہے - اس کے متعلق اور میں کیا بتا سکتی ہوں سوائے اس کے کہ میری ذاتی و خانگی مصروفیتیں اور پریشانیاں - سب سے بڑی مصروفیت و پریشانی میرے شوہر ڈاکٹر حبیب احمد خاں صاحب اسکول ہیلتھ افیسر کے تبادلہ کی تھی - جو کہ چھ برس کے بعد الہ آباد تبدیل ہو کر چلے گئے - مگر میری مصروفیتیں و پرنسپل کی ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ مجھے کانپور ہی میں رہنا پڑیگا -

گذشتہ پرچہ میں میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں بہن .... صاحبہ کے متعلق کچھ لکھونگی لیکن لکھنا تو درکنار - یہاں پرچہ ہی دیر سے نکل رہا ہے - اور پندرہ روزہ کے بجائے ماہواری صورت ہو گئی - میری نظر میں اسوقت دو محترم بہنیں ہیں نہیں بلکہ تین - ایک تو ہماری محترم .... صاحبہ دوسری کانپور کی مشہور ادیبہ .... صاحبہ (جنہوں نے کہ اپنے آپ کو ایک ادیبہ بتا کر فرقہ نسوان کی مٹی پلید کر کے لٹیا ڈبو دی) تیسری ایک بہن صاحبہ اور ہیں - جنکا کہ نام و نشان میں ابھی بتانا نہیں چاہتی - یہ میں نہایت خلوص سے بتاتی ہوں کہ مجھے ان تینوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے - بلکہ میری گذارشیں صرف اس لئے ہیں کہ خدارا میری محترم بہنیں دوسری بہنوں بچیوں کو دہوکہ دے کر پریشان نہ کریں -

گذشتہ پرچہ میں میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ رسالے کا ایک جز یعنی آٹھ صفحہ بڑھادونگی - لیکن انھیں پریشانیوں کیوجہ سے اس کا بھی بندوبست نہ کر سکی انشاءاللہ یکم جون سے ایک جز بڑھ جائیگا -

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جن بہنوں کا سال ختم ہو گیا ہے - براہ کرم وہ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - ورنہ وی - پی - کا خرچ بہنوں کو خواہمخواہ دینا پڑیگا -

حبیب بلقیس

اپنی گمشدہ اچھی سے خطاب

اچھی پیاری کیا خبر تھی کہ اتنی جلدی یہ پُر مسرت ایام گذر جائیں گے۔ اور ایک نہ بھولنے
والی یاد و یکبارگی اختر شماری کا عادی بنا کر یگانو ں سے بیگانہ کرکے تم مجھے چھوڑ جاؤ گی ــ کون سا دن
ہوتا ہے جبکہ تمھاری یاد میرے دل کو چٹکیاں نہیں لیتی۔ کون سی گھڑی ہوتی ہے کہ میں تمھارے درشن
کے لئے دعا نہیں کرتی۔ تمھاری من موہنی باتیں ہر وقت یاد آتی ہیں تمھاری بھولی صورت ہر گھڑی
آنکھوں میں گھوما کرتی ہے۔ خصوصاً اس وقت دل از حد بے قرار ہو جاتا ہے جس وقت ہم دو دن تینوں
سہیلیاں یکجا بیٹھ کر خوش گپیاں کیا کرتے تھے۔ کبھی تمھاری بہن روٹھ جاتی تھی تو تم منا لیتی تھیں
کبھی میں تمھیں شرارت سے چھیڑ کر ناراض کر دیتی تھی۔ تم چلانے لگتی تھی۔ کبھی میں نے معافی نامہ پیش
کر دیا۔ کبھی تمھاری بہن نے بات رفع دفع کر دی بعض اوقات تم مجھے کھری کھری سنا کر خفا کر دیتی
تھیں۔ پھر میں گھنٹوں کو بگڑ جاتی تھی۔ تم کیسی کیسی خوشامدیں کرکے مجھے راضی کر لیتیں۔ ذرا دیر میں
پھر وہی لڑائی چھڑ جاتی تھی۔ جب ہمارے بس کا روگ نہ رہتا تو والدہ کو منصف قرار دیا جاتا۔ آہ پیاری
اچھی تم کہاں ہو کدھر ہو۔ میں تم کو کہاں پاؤں۔ یاس۔ افسوس۔ حسرت۔ ناکامی۔ رنج۔ الم
افلاس تنگدستی۔ اس پر تمھاری گمشدگی۔ آہ عزیزا تم نے اپنی ـــــ کو اتنی جلد ہی فراموش کر دیا
تمھیں تو مجھ سے شدید قسم کی محبت تھی۔ تم نے تمام ذی روحوں پر فوقیت دے رکھی تھی۔ تمھیں
میری برائے نام دل شکنی گوارہ نہ ہوتی تھی۔ اسکے عوض میں چاہے تمام زمانہ بدظن ہو جاتا۔ تم نے
ہمیشہ میری ہر جا بیجا ضد کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور کبھی ابرو پر شکن نہ لائیں گو کہ اپنی زیادتی کا
مجھے بعد میں احساس ہوتا۔ آہ پیاری اچھی! تمھاری موجودگی میں اسکا خاص اثر میرے دل پر نہ تھا
میں تمھاری کس کس خوبی کو کون کون سے اعتبار کو یاد کروں۔ کیوں اچھی پیاری کیا تم وہی ہو۔ جس نے
مدتیں میرے ساتھ گذاری ہوں۔ ابھی چند ہی روز کی بات ہے کہ تمھاری ہماری زندگی بالکل مشترک

تھی۔ کھانا مشترک۔ بچھونا۔ اوڑھنا۔ مشترک۔ بات چیت مشترک حتیٰ کہ لوگوں سے ہمارا تمہارا میل رسم مشترک۔ اگر کوئی مجھے بُرا کہہ دیتا۔ تو میرے عوض تم جواب دیتی تھیں۔ اگر میرے سے کوئی غلطی ہو جاتی اور والدہ خفا ہونے لگتیں۔ تم سارا قصور حتی الوسع اپنے سر لے لیتی۔ اور مجھے صاف بچا دیتیں۔ اچھی کیا وہ تمہیں تھیں۔ جس نے میری خاطر حمیدہ کو صلواتیں سنائیں۔ کیا وہ تم ہی تھیں۔ جسنے میری وجہ سے بہن صوفیہ سے دشمنی کرنی تھی۔۔ آہ! اچھی۔ کیوں کر یقین کروں کہ یہ خواب تھا یا بیداری۔ میں تو جانوں خواب ہی تھا۔ جسکی تعبیر اتنی روح فرسا اتنی خوفناک ہے۔ ـــہ

کیسے منکر ہو گی اچھی۔ تم بارہا میری محبت کا سب کے سامنے اعتراف کیا ہے۔ اکس کو کسکو جھٹلاؤ گی۔ پیاری والدہ گواہ۔ ہمشیرہ شاہد۔ بھائی معترف۔ کیا یہ تمہارے الفاظ نہیں تھے کہ ــــ پر میں اپنی جان بھی فدا کر سکتی ہوں۔ کیا تم وہی اچھی ہو جو میرے پاس لگنے پر بے چین ہو تی تھی۔ ـــــ آج تم ایسی سخت دل ہو گئیں کہ میں تمہارے ہی غم میں سوگوار ہوں تمہاری خیریت کے واسطے بیقرار ہوں اور تم ذرا اثر پذیر نہیں ہوتی ـــ!!!

عزیزہ اچھی مجھے دن رات تمہارا ہی اور خیال ہے طرح طرح کے وسواس آکر دل کے پرخچے اڑا دیتے ہیں۔ تمہارا پتہ نہیں کہاں ہو کس حال میں ہو۔ خدا بہتر جانتا ہے اچھی۔ رات کو اس خیال سے نہیں سوتی۔ کہ خدا جانے اچھی کو آرام سے سونے کو ملا ہوگا یا نہیں۔ کھانا اسوجہ سے نہیں کھاتی کہ میری اچھی کہیں۔ دُبلی نہ ہو۔ ہر چند دل بہلانے کی سعی کرتی ہوں مگر بے سود۔ مجھ ہی کو نہیں۔ سب کو حیرت ہے کہ اچھی نے۔ کیسے بھلا دیا۔ !!! ابھی کچھ ہی دنوں کی تو بات ہے ایکروز شام کو میری تمہاری خوب لڑائی ہو گئی۔ میں نے سب کچھ کہا جو کہ کہنا نہیں چاہئے تھا تم خاموشی سے سنتی رہیں۔ اسی روز رات کو میرے جگر میں شدت کا درد ہوا۔ جی چاہا۔ تمہیں بلاؤں۔ لیکن بوجہ شرم کے جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح یقین تھا کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔

واللہ اعلم تمہیں کیسے خبر ہو گئی۔ تم دوڑی ہوئی میرے پاس آ گئیں مجھے بہت محبت سے تسلی دی۔ تمہارے الفاظ میں خلوص تھا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں!! تم نے تمام رات کھڑے کھڑے

آنکھوں میں گذار دی۔ گوکہ میری والدہ کو نیند آگئی لیکن تم میرے پلنگ کی پٹی پکڑے مجھے دیکھ رہی تمہارے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے۔ کہ میری کراہٹ کے ساتھ تمہارا دل باہر کو کھنچا آرہا ہے تم نے وضو کیا۔ خدا کے حضور میں گڑگڑا دعائیں کرنے لگیں ـــ ہائے تم ایسی گھبراہٹ میں بھی تو گئیں تھیں۔ تمہارے شدید چوٹ آئی تھی۔ ہم لوگ رنجیدہ ہونے لگے۔ مگر تم میری تیمارداری میں ایسی محو تھیں کہ چوٹ کا ذکر بھی ناگوار تھا۔ کیا یہ دلائل محبت کے ثبوت کے لئے ناکافی ہیں

آہ کیونکر سمجھوں کہ تم نے دانستہ مجھے فراموش کر دیا ہے۔ پیاری اچھی! جب تک تم آنکھوں کے روبرو رہتیں۔ کچھ محسوس ہی نہ ہوا تھا۔ تمہارا نظروں سے غائب ہونا تھا۔ کہ میری نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ میں بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ بار بار یہی سوال ستاتی کرتی ہوں۔ کہ اچھی کہاں ہے۔ کیوں گئی ہے کب آئیگی ـ !!! ـــ اچھی پیاری بھول جاؤ۔ میری غلطیوں کو بھول جاؤ! ـ میرے گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ میں سخت علیل ہوں لیکن زندگی کی امید نہیں ـــ اچھی پیاری اچھی ـ آؤ اور جلد آؤ ـ

یہ خط ہے مرا پیاری اچھی کے نام ـ
زیادہ، لکھوں کیا فقط والسلام

اختر النساء بریلوی

حسن و صحت

پرہیز اور بدپرہیزی

خدا جانے اس کا باعث جہالت ہے یا غلط واقفیت۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ملک مین جسقدر غلط مفہوم پرہیز کا لیا جاتا ہے شاید ہی اور کسی لفظ کا سمجھا جاتا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ "پرہیز علاج کا جزو اعظم ہے" اور اگر ساتھ ساتھ مناسب پرہیز نہ کیا جائے تو تنہا دوائیں بیماری کے دور کرنے مین شاذ ہی سے کامیاب ہوسکتی ہین۔ یہی نہین بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ محض بدپرہیزیون کی وجہ سے کبھی کبھی ایسے امراض بھی خطرناک بن جاتے ہین کہ جو پرہیز کی صورت مین بآسانی اچھا ہوجاتے۔ پرہیز کے معنی ہمارے یہان کھانے پینے کی چیزون سے پرہیز کرنے تک محدود ہوگئے ہین۔ اور کھانے اور پرہیز کا باہمی تعلق اسقدر بڑھ گیا ہے کہ اس کی بنا پر مونگ کی کھچڑی، مونگ کی دال، ساگودانہ اور بکری کے شوربے اور چپاتی کا نام ہی "پرہیزی کھانا" رکھ دیا گیا ہے۔ کھانے پینے مین پرہیز سے ہمارا شغف اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ طبیبوں کا تو کہنا ہی کیا ہے ہر عطار اور پنساری بلکہ ہر عامی اور بازاری کھانے کی ہر چیز کے خواص و فوائد سے آگاہ ہے۔ اور یہ خواص و فوائد چونکہ اکثر و بیشتر عوام کے خودساختہ ہین۔ اس لئے بسا اوقات اس درجہ عجیب و غریب ہوتے ہین کہ ان کا سننا دلچسپی سے خالی نہین ہوتا۔

پرہیز کے متعلق اس تمام غلو کو گوارا کیا جاسکتا تھا۔ اور اسکی افراط پر بآسانی صبر آسکتا تھا اگر وہ کسی معقول اصول پر مبنی ہوتا اور اس سے درحقیقت مریض کو کچھ نفع پہنچ سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ عوام ہی نہین بلکہ اکثر معالج بھی ایسے ایسے عجیب قسم کے پرہیز مریضون کو بتاتے ہین کہ سن کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ ذیابیطس کی بیماری مین جو شکر ہم کھاتے ہین اسکا کیمیاوی احتراق چونکہ عمل مین نہین آتا۔ اسلئے وہ پیشاب کے ہمراہ خارج ہوا کرتی ہے۔ ایسی صورت مین اگر مریض کو شکر کے استعمال سے منع

کیا جائے یا نشاستہ دار غذائیں نہ دی جائیں کیونکہ نشاستہ بھی آنتوں میں ہو کر چکر شکر بن جاتا ہے۔ تو یہ معقول پرہیز ہے جو سمجھ میں آسکتا ہے۔ لیکن بخار کے مریضوں کو اگر دودھ سے روکا جائے اور اس عذر پر کہ اس سے بخار چکنا پڑ جاتا ہے اور پھر دوائیں اس پر سے پھسل جاتی ہیں تو اس خرافات پر انھیں لوگوں کو یقین آسکتا ہے کہ جو عطار اور کمپونڈر کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو قرآن و حدیث سمجھتے ہیں۔

سوء ہضم، پیچش اور دستوں کے بیمار کو اگر اس خیال سے کہ اس کے معدہ اور آنتوں میں خراش یا ورم موجود ہے ہر قسم کی ثقیل اور دیر ہضم غذا سے روک دیا جائے اور صرف زود ہضم اور بہت ہی ہلکی غذائیں دی جائیں۔ تو یہ ضرور صحیح طریقہ علاج ہوگا۔ لیکن اگر ہنی مریضوں کو چاول، انڈے اور دودھ کا پرہیز کرا کے شوربا اور پھل کا کھانے کے لئے دیدیا جائے جیسا کہ اکثر کیا جاتا ہے تو ایسے پرہیز کو کوئی صاحب عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔

پانی کا پرہیز بھی بہت ہی عام ہے۔ اور کسی بیماری کے مریض کو بھی اسوقت تک پانی نہیں دیا جاتا جب تک کہ حقیقتاً پیاس کے مارے اس کا دم نہ نکلنے لگے اور اس کے جسم پر تو پانی لگایا ہی نہیں جا سکتا جب تک کہ بیماری سے اچھا ہونے کے بعد وہ کمزوری کا درجہ بھی طے کر کے بالکل تندرست نہ ہو جائے۔

پرہیز کا یہ طریقہ نہایت غلط ہے۔ پیاس ہمارے جسم کی اُس کیفیت کا نام ہے کہ جب ہمارا خون کسی سبب سے گاڑھا پڑ جائے۔ اور آسانی سے دورہ نہ کر سکے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اگر مریضوں کو پانی نہ دیا گیا تو فائدہ کی بجائے اُسے اُلٹا نقصان پہنچے گا اور اُس کے دوران خون میں فرق آجائے گا جسم میں پانی کافی مقدار میں پہنچتے رہنا۔ ہماری صحت کے لئے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے ہمارا جسمانی نظام ڈھل جاتا ہے اور بہت سی سمیتیں پیشاب اور پسینے کے راستے سے خارج ہو جاتی ہے۔ مریض کا پانی بند کرنا۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس کے جسم کو سمیتوں سے پُر رکھنا ہے اور یقیناً سخت مضر ہے۔

پانی کے متعلق بعض بہت ہی دلچسپ روائتیں اور بھی ہیں اور یہ ایسی بُری چیز ہے کہ اس سے تندرستوں کو بھی پرہیز کرایا جاتا ہے۔ اگر آپ نے مٹھائی یا کوئی چکنی چیز یا پھل کھایا ہے تو گھر کے بڑے بوڑھے۔ آپ کو اسوقت تک پانی نہ پینے دیں گے جب تک کہ آپ کم از کم روٹی کا ایک خشک

نوالہ نہ کھائیں۔ یہ خشک نوالہ ایک گندی دیوار ہے جو مٹھائی اور پانی کے درمیان قایم کردی گئی اور اب آپ بلا تکلف جسقدر چاہیں پانی پی سکتے ہیں۔ جاہل اور بے وقوف عوام اگر ان باتوں پر عمل کریں تو چنداں قابل اعتراض نہیں لیکن افسوس اور تعجب اس وقت ہوتا ہے جب اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی ان بے معنی احتیاطوں پر کاربند ہوتے دیکھا جاتا ہے۔

گرم اور سرد کی تقسیمیں بھی کھانوں کے متعلق کسی عجیب و غریب اصول کے ماتحت کی گئی ہیں اور کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آخر کسی غذا کے گرم اور کسی کے سرد ہونے کا کیا مطلب ہے اگر گرم غذا کے یہ معنی ہیں کہ اس کے استعمال سے جسم کا درجہ حرارت بڑھ جائے تو ایسی تو دنیا میں کوئی غذا بھی موجود نہیں ہے، جسکے کھانے سے کسی کو بخار آجائے۔ لیکن اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ گرم غذا میں جسمانی حرارت کو پورا کیا کرتی ہیں تو یہ فرض ہر ایک غذا انجام دیا کرتی ہے اور اس میں انڈے یا مچھلی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

ایک بزرگ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انڈا کھاتے ہی ان کے جسم میں آگ لگ جاتی ہے اور کئی کئی دن تک ان کی حالت خراب رہتی ہے۔ ان کی لاعلمی میں انھیں کئی روز تک متواتر انڈے حلوے میں ملا کر کھلائے ہیں۔ اور کبھی کوئی خفیف سی ناخوشگوار علامت ظاہر نہ ہوئی

اصل یہ ہے کہ ان خیالات کی بنیاد کسی طبی اصول پر نہیں ہے بلکہ ذاتی تجربہ پر ہے۔ میں نے انڈا کھایا اور اتفاق سے اسی روز کسی دوسری وجہ سے مجھے حرارت آگئی یا پیچش ہوگئی تو سب سے پہلا میرا ذہن اس غذا کی طرف منتقل ہوتا ہے جو میں نے استعمال کی تھی۔ جو لوگ ذرا زیادہ محتاط ہیں انھوں نے تو صحیح معنوں میں اپنی زندگی کو اجیرن بنالیا ہے۔ موسم کا کوئی پھل اور بازار کی کوئی مٹھائی ناممکن ہے کہ ان کے بچوں کے ہاتھ تک پہونچ جائے اور اپنی اس حماقت پر پھر انھیں فخر بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم قدرت سے زیادہ اچھے حکیم کبھی نہیں بن سکتے اور جس موسم میں قدرت جو پھل پیدا کرتی ہے وہ ہماری تندرستی کیلئے مضر نہیں بلکہ مفید ہوتا ہے۔ پھلوں اور ترکاریوں سے پرہیز کرکے اور صرف شوربے چپاتی پر گزر کرنے کا یہ خراب نتیجہ نکلتا ہے کہ خون میں وہ نمکیات کم ہو جاتے ہیں جو ترکاریاں اور پھلوں کے ذریعہ پہنچتے اور خون کی کمزوری تمام جسم کو کمزور کرکے مسوڑھوں کے ورم اور گٹھیا وغیرہ میں مبتلا ہے۔

پرہیز کرنا ضروری چاہیئے اور اگر ضرورت سے ہے تو وہ بہت بڑی حماقت اور جہالت ہے۔

زبردست ایثار

مولوی لمعان الحق صاحب کانپور مین ایک عالیشان کوٹھی مین رہتے تھے جائداد کے انتظام کیوجہ
باہر نہ جاتے تھے۔ اولاد مین صرف ایک لڑکا تھا جو بہت ناز و نعم کا پلا تھا۔ بدقسمتی سے عمر کے دسویں سال
ماں کا انتقال ہوگیا۔ لمعان الحق بیٹے سے بہت ہی الفت کرتے تھے۔ اسکی تعلیم و تربیت کا بھی خیال تھا
ماں کے مرنے کے بعد علیگڈھ مین بی اے کرایا۔ اسکے بعد ولایت بھیجدیا۔ اس تین سال کے عرصہ مین
لمعان الحق نے دوسری شادی کرلی۔ دوسری بیوی بھی روشن خیال اور تعلیمیافتہ ملی اور علاوہ تعلیمیافتہ ہونے
کے جائداد کی مالک بھی تھی یہی سبب تھا کہ لمعان الحق حمیدہ سے بیحد محبت کرنے لگے اور رفتہ رفتہ فہمیدہ
کا خیال دل سے نکل گیا۔ حمیدہ کے ساتھ اسکی چھوٹی بہن بھی تھی۔ کیونکہ والدین کا انتقال ہوگیا تھا۔ اسلئے
چھوٹی بہن کی کفالت بھی حمیدہ ہی کے ذمہ تھی۔ حمیدہ کو بہن کی تعلیم و تربیت کا بیحد خیال تھا۔ یہی وجہ
تھی کہ رشیدہ نے باوجود کمزور اور بیمار ہونے کے اعلی تعلیم حاصل کرلی تھی۔ اور علاوہ تعلیم یافتہ ہونے کے
نیک سیرت بھی تھی۔ اور نیک صورت بھی۔ اب لمعان الحق کا یہ خیال ہوا کہ رشیدہ کی شادی اپنے
بیٹے نصیر الحق سے کرلیں۔ نصیر الحق کے آنے کا زمانہ قریب تھا۔ یہ خیال لمعان الحق کو پیدا ہوا تو بیوی
سے مشورہ کیا۔ شادی کا سب سامان درست ہوگیا۔ لیکن نصیر کو اطلاع نہ کی گئی آخر خدا خدا کرکے وہ دن بھی
آگیا کہ نصیر صاحب ولایت سے تشریف لے آئے۔ اور لوگون کی زبانی یہ خبر بھی سن لی کہ والد صاحب
سوتیلی ماں کی بہن سے شادی کر رہے ہین۔ یہ خبر سن کر نصیر سکتہ کے عالم مین رہ گیا۔ ہزارون خیال
اُس کے دل مین پیدا ہونے لگے۔ بھولی نسیمہ کی صورت اُسکی آنکھون مین پھرنے لگی۔ نسیمہ اسکی خالہ زاد بہن
تھی۔ ماں اور خالہ نے بچپن سے دونون کی نسبت کردی تھی دونون بچپن کے ساتھی تھے۔ اور آپس
مین بیحد محبت تھی بچپن مین ایک دوسرے کو دولھا دولہن کہتے تھے۔ نصیر کی والدہ کے انتقال کے بعد

سے نعیمہ سے نصیر ملاقات نہ کر سکا تھا۔ لیکن بچپن کی الفت ابھی تک تھی اور نسیمہ کا خیال ابھی تک اُس کے دل سے نہ نکلا تھا۔ لیکن باوجود نسیمہ سے محبت ہونے کے نصیر اپنے والد کی خوشنودی کو زیادہ مقدم سمجھتا تھا۔ مگر نسیمہ کی الفت ماں اور خالہ کے نسبت کرنیکا خیال اُس کے دلسے کسیطرح نہ نکلتا تھا۔ اُس نے دبی زبان سے والد سے کہا۔ کہ میں رشیدہ کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتا لعان الحق بیٹے پر ناراض ہوئے کہ یہ نتیجہ تھا تمھیں تعلیم دلانے کا۔ نصیر کو صبر کرنا پڑا اور رشیدہ سے شادی کرلی۔

رشیدہ بہت عقلمند لڑکی تھی اسے ان سب باتون کی خبر نسیمہ سے ہو چکی تھی۔ نسیمہ اسکی چہیتی سہیلی تھی۔

نصیر نے بھی شادی کے بعد رشیدہ کو کوئی تکلیف نہین دی۔ مگر وہ اس سے مجبور تھا۔ کہ اُس کے دل کو رشیدہ سے کلفت ہوتی تھی۔ جسکو وہ ظاہر نہ کرتا تھا۔ نصیر کی شادی کو چھ سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور وہ دو بچون کا باپ بن گیا۔ چھوٹے بچے کی پیدائش کے بعد سے رشیدہ دق مین مبتلا ہو گئی۔ ادہر نسیمہ کو پیام آنے لگے۔ اور اُس کے والدین شادی کی تیاریان کرنے لگے۔ رشیدہ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ میرا اب آخری وقت ہے۔ اور اگر نسیمہ کی شادی کسی دوسری جگہہ کر دی گئی۔ تو دو شخصون کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ اور اس کا سبب مین ہون گی اسلئے اگر نصیر میری زندگی مین نسیمہ سے شادی کرلے تو بہت اچھا ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ رشیدہ نے نصیر کو اپنے پاس بلایا۔ اور اس سے کہا کہ تم نعیمہ سے شادی کرلو۔ یہی میری آخری خواہش ہے۔ مین نے شادی کے بعد سے آج تک تمھیں معلوم ہے کوئی خواہش نہین کی نصیر نے رشیدہ کو بہت کچھ سمجھایا۔ کہ اب تو مجھے تم جیسی بیوی مل گئی ہے۔ اب مین نسیمہ سے شادی نہ کرونگا۔ مگر رشیدہ کے اصرار نے نصیر کو مجبور کیا کہ نسیمہ سے شادی کرے رشیدہ نے نصیر کا پیام نسیمہ کے والدین کو خود دیا۔ جسکو نصیر کی خالہ نے نامنظور کر دیا۔ رشیدہ بیماری کے حال مین خود نصیر کی خالہ کے پاس گئی۔ اور اُن کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔ وہ دن بھی آگیا

کہ نسیمہ نصیر کی رفیقہ بن گئی۔ رشیدہ کو بظاہر کوئی رنج نہ تھا۔ وہ خلاف معمول خوش تھی۔ نسیمہ اور رشیدہ بچپن کی سہیلیاں تھیں۔ دونوں میں بیحد الفت تھی۔ جو ابتک بدستور قایم تھی۔

نسیمہ ہر وقت رشیدہ کی تیمارداری میں مصروف رہتی تھی۔ نصیر اس بات سے بہت خوش تھے۔ ایک دن نسیمہ رشیدہ کی دوا تیار کر رہی تھی۔ کہ رشیدہ کے کمرے سے اُس کے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ امی بولو۔ امی بولتی کیوں نہیں ہو۔ نسیمہ بدحواس رشیدہ کے کمرے میں دوڑی جاکر دیکھا۔ تو وہ ابدی نیند سو چکی تھی۔ اور دو معصوم اُن کے پاس کھڑے اور بیٹھے تھے۔ امی کہہ کر پکار رہے تھے۔ نسیمہ یہ سمان نہ دیکھ سکی اور چیخ مار کر بیہوش ہوگئی۔ نصیر اور حمیدہ بھی آگئے۔ نسیمہ کو ہوش آچکا تھا۔

تمام شہر میں رشیدہ کی موت کی خبر پھیل گئی۔ عزیز تو عزیز غیروں کو اسکی موت کا صدمہ تھا۔ ہر شخص کی زبان سے بے اختیار یہی نکلتا تھا۔ کہ زبردست ایثار تھا۔ جو رشیدہ نے کیا۔

نسیمہ اور نصیر کو رشیدہ کی موت سے بیحد رنج ہے۔ ننھی سلمیٰ اور عزیز نسیمہ سے پوچھتے ہیں کہ ہماری امی ہسپتال سے کب آئیگی۔ نسیمہ بچوں کو بہلاتی ہے اور ہر وقت انھیں کے شغل میں مبتلا رہتی ہے۔

مسعود بانو بنت سامی مرحوم

تندرستی قایم رکھنے کے زرین اصول

(۱) رہایش کے کمروں میں زیادہ سے زیادہ ہوا کی آمدورفت کا بندوبست رکھو۔

(۲) ہلکا اور ڈھیلا لباس پہنو۔

(۳) گھر سے باہر تفریح کے لئے جاؤ اور گھر سے باہر جاکر کرنے والا پیشہ اختیار کرو۔

(۴) جہاں تک ممکن ہو کھلی ہوا میں سوئیں

(۵) گہرے سانس لو۔

آل انڈیا مسلم ویمنز کانفرنس

مسلم ویمنز کانفرنس شعبۂ لاہور کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت محترمہ بیگم سعادت علیخان صاحبہ ہفتہ کے روز برکت علی اسلامیہ ہال میں منعقد ہوا۔ باوجود بارش کے جوش اسلام رکھنے والی عورتیں ایک بڑی تعداد میں شامل ہوئیں۔

محترمہ مس خدیجہ بیگم فیروزالدین صاحبہ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور نعت خوانی کے بعد سر جلال الدین برنٹن (ایک ہشتاد سالہ نومسلم بزرگ) نے ایک قابل قدر تقریر کے ذریعہ خواتین کو ہدایت کی۔ کہ وہ پسماندہ اقوام کی اصلاح میں اپنی کوششوں کو مرکوز کریں آپ نے فرمایا کہ یہ کام صبر۔ حوصلہ اور لگاتار سعی کا طالب ہے۔ ضروری ہے کہ ان بیکسوں کی دماغی اور روحانی ترقی سے پہلے اُنکے جسمانی درد کی دوا کرکے اُن کا اعتماد حاصل کیا جائے۔ اور جگہ جگہ مضافات میں ڈسپنسریاں کھولی جائیں۔

سر جلال الدین کی رخصت کے بعد جلسے کی باقاعدہ کاروائی شروع ہوئی اور مندرجہ ذیل اہم قرار دادیں پاس ہوئیں۔

۱ سب سے پہلے قرارداد میں محترمہ بیگم یعقوب حسن صاحبہ وائس پریذیڈنٹ آل انڈیا مسلم ویمنز کانفرنس کو مدراس لیجسلیٹو کونسل کی رکن منتخب ہونے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہے

۲۔ یہ کانفرنس وزرائے پنجاب۔ سر سکندر حیات خان۔ خضر حیات خان۔ میاں عبدالحئی۔ پنڈت منوہر لال۔ لالہ چھوٹو رام۔ سر سندر سنگھ مجیٹھیا کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی صحیح رہنمائی کرکے اور انھیں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳) مسلم وومینز کانفرنس کا یہ اجلاس اچھرہ (ضلع لاہور) میں غریب اور پسماندہ قوم کی بہنوں کو طبی امداد بہم پہنچانے کے لئے ایک ڈسپنسری کا فوری قیام تجویز کرتی ہے اور اس امر میں اپنے ممبروں سے امداد کی طلب گار ہے۔

۴) یہ کانفرنس ان جماعتوں کی جو پسماندہ اقوام کی فلاح وبہبود میں مصروف ہیں لبیک کہتے ہوئے ہر ممکن امداد کا یقین دلاتی ہے۔ نیز اپنے ممبروں سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنی عطیات از قسم ادویات۔ اجناس۔ پارچات سب کمیٹی کے پاس بھیجیں۔

۵) یہ کانفرنس اقتصادی بدحالی کے دور میں کوچہ گرد بھک منگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو قوم کے لئے وبال اور بار گراں خیال کرتے ہوئے حکومت سے ملتجی ہے کہ وہ اس تجویز کو عمل میں لاکر گداگری کو حکماً روک دے۔ نیز ممبرات کانفرنس سے درخواست کرتی ہے کہ وہ درمے اور علمے اس تجویز کو کارآمد بنانے میں حکومت کی مدد کریں۔

محرک بیگم کچلو + موید شرافت بیگم

صدائے انقلاب

سن، کہ تیرے ہر نفس میں ہے درائے انقلاب
آرہی ہے ہر طرف سے اک صدائے انقلاب
ذرے ذرے پتے پتے میں پیام جوش ہے
چھوڑ دے کسل وجمود، اور سن نوائے انقلاب

(خورشید اقبال حیا میرٹھی)

خوبصورت ارادے

ارے ہند تجھکو خبر نہیں مرے دلکے سوز گداز کی
تو اُتار لے مری تیرہ یاں تجھے کنیا ونکی ہے قسم
مرے ہند میرے شفیق تو میرے ہی آرزو نکا پاس کر
تو یقین رکھ تیری بات کی ترے نام ننگ کی ہیں میں لاج
مرے ہند تجھکو خبر نہیں مری مشت خاک ہے کیمیا
تو خدا کیواسطے توڑ دے مرے حق میں رسم کی بیڑیاں
مرے پیارے ہند تری زمین پہ رواں ہیں عیب کی ندیاں
ترے پوت آج کپوت ہیں تری گرمیوں میں ہیں سرد یا
مرے ہند تجھپہ ضرور میں دل وجان کی نذر چڑھاونگی
تری سرزمین پہ جو داغ ہیں میں انھیں ضرور مٹاونگی
میں سراپا جوش و خروش ہوں مرا قلب ولولہ ساز ہے
ہاں میں بنا جوہر خون تجھے مرے ہند آج دکھاونگی
مری نیند تجھکو حرام ہے مرا چین مجھکو عذاب ہے
ترے غم نے دلکو دکھا دیا تری ابتری نے مٹا دیا
مرے ہند اسکا تو غم نہ کر جو بگڑ گیا ہے تو کیا ہوا
جو بگڑ گیا ہے بنا ہے وہ یہی ہوتا آیا ہے برملا۔

مرے ذوق آسمان سازکی مرے قلب درد نوازکی
تری گود ہی میں پلی ہوں میں مجھے کرنہ آہ تو نذر غم
مری خواہشوں کا لحاظ کر مرا ذوق تاکہ ہو بارور
دل جان سے کرکے محافظت ترے حق سے ہونگی ضرور ادا
مرے قلب میں بھی چھپا ہوا ہے کمال پارس بے بہا
مجھے دے ذرا سا فراغ تو۔ تو کروں میں جوہر دل عیاں
ترے آسمان کے افق پہ چھا گئیں قہر وظلم کی بدلیاں
تری سرزمین پہ چل رہی ہیں عناد وبغض کی آندھیاں
کوئی گیت پریت کا چھیڑ کر میں گیان وبدھ کو بڑھاونگی
میری ہند تیری فلاح کیلئے جان اپنی گنواؤں گی
ہے رگوں میں میری عرب کا خون جو بلا کا درد نواز ہے
میں متاع جان وجگر لٹا کے وقار تیرا بڑھاؤں گی
مرے دلمیں درد ہے مستقل مرا حال زار خراب ہے
تری بیکلی نے ستا دیا ترے غم نے مجھکو گھلا دیا
تجھے جان ودل سے بناؤنگی مجھے بند وقید سے کر رہا
جو بنا بنایا ہو آپ ہی اُسے خاک کوئی بنائے گا

بلقیس فاطمہ بیگیس کمپو بشنگر گوالیار ۲۰ اپریل سنہ ۳۰ء

معمہ نہایت سلیس

ناظرات بہنوں کی دعوت طبع کیلئے مین نے ایک آسان معمہ ارسال کیا ہے، غالباً بہنیں اس کا حل فرماکر ضرور محظوظ ہون گی۔

مین وہ کونسا سات حرفی لفظ ہون جو دور و نزدیک مشہور ہون اور مجھے صنف نازک تعبیر کیا جاتا ہے۔

مجھے الٹ پھیر کرو مین باز ایک نیا انداز اختیار کرون میرے پہلے لفظ اور تیسرے پھر ساتوین کو یکجا کرو تو مین بخود ہو جاؤن۔

دوسرا تیسرا پانچواں ملا تو پردہ ہوا۔

تیسرا اور پانچواں ملے تو تیری پیدا ہوئی۔

اگر دوسرا تیسرا چھٹا پانچوان ملا تو ایک آلہ موسیقی ہوا ——

اگر سامنے کے پہلے دوسرے دو حرف قطع ہوئے تو ایک مذہبی کتاب مذہبی پانچوان اور چوتھا حرف جمع تو رخ کے معنی پیدا ہوئے۔

پانچوان اور چوتھا اور ساتواں حرف ملکر شب ہوئی۔

پہلا چوتھا۔ پانچوان اور ساتوان حرف ملے تو صورت کی طرح۔

پہلا لفظ اور دوسرا چھوٹے کے معنے۔

پہلا۔ چھٹا۔ پانچوان۔ سانپ ہوا۔

پانچوان چوتھا پہلا ایک اسلامی ملک

پانچوان ساتوان حرف ملکر موسم بنا

چوتھا۔ پانچوان ملانیسے زبردست کے معنی

دوسرا۔ پہلا۔ تیسرا۔ جانب یا طرف

پانچوان ۔چھٹا ۔ اور ساتوان ملا نیسے سچائی
ساتوان ۔ چھٹا ۔ پانچوان ملکر ۔ دھاگہ یا ریشہ
پہلا اور چوتھا بال کے معنی ۔
پہلا ۔چھٹا ۔ ساتوان مل کر ۔ پشیمان ۔ شرمندہ
پانچوان ۔چوتھا ۔ دوسرا ملک روس ہو
دوسرا چوتھا ساتوان لفظ سوکن کے معنی پیدا کرے ۔
دوسرا پہلا ایک خطرناک دوا ۔
پانچوان ۔ دوسرا شربت ہو
دوسرا پانچوان ملا نیسے آدمی کا ممتاز حصہ جسم
پانچوان چھٹا دوسرا ملا نیسے ہندوؤن کا مقدس آدمی

بہنوں بتاؤ کہ میں کیا ہوں ــــــــ

(فاطمہ صغرا عبدالحفیظ

اقوال زرّیں

نشہ تمام برائیوں کا بادشاہ ہے
بد راستہ پر چلنے والے کو ہمیشہ ٹوک دو خواہ تم سے بڑا ہو یا چھوٹا
اچھی نصیحت کڑوی معلوم ہوتی ہے ۔لیکن اس کا ثمرہ شیرین ہوتا ہے ۔
اگر تندرست ہو تو غیرون کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا اس سے تمھاری اولاد کی ہتک ہوگی
اپنا کام خود کرو اس سے عزت کم نہین ہوتی ۔

عورت قانون فطرت کی نظر میں

گذشتہ سے پیوستہ

عرض کیا جاتا ہے " مشاعروں ۔کلبوں ۔جلسوں میں جانے ۔نظم و نثر لکھنے اور اُسے اپنے نام سے اخبارات و رسائل میں شایع کرانے سے ۔ اگر بہ سبب بدتہذیبی ۔ بدچلنی ۔ آوارگی ۔کم علمی وغیرہ اپنی یا اپنے رفیق حیات کی تضحیک ہوتی ہو تو یہ عقلمند عورت اپنی عزت آبرو بچانے کے لیے ان باتوں سے احتراز کریگی بلکہ مہذب مرد بھی ایسی مجالس یا نشر و اشاعت کو ناپسند کرینگے اور اگر یہی باتیں کسی عورت کے علم و عمل عزت و توقیر ۔تہذیب و اخلاق کا باعث ہوں تو ان باتوں سے انکو روکنا جہالت ہے ۔

پوچھا گیا ہے دنیا میں عورتیں مردوں کے ساتھ رہتی ہیں ۔ وہ مردوں کی رفیق زندگی کہلاتی ہیں تو پھر تمام تعلقات تمدن میں انکو شریک ہونے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی ۔یہ ایک سوال ہے جسکا جواب کوئی تو دے ؟

لہذا جواب عرض ہے ۔ فی الواقع دنیا میں عورتیں مردوں کے ساتھ رہتی ہیں ۔ وہ مردوں کی رفیق زندگی ہیں ۔لیکن یہ کیسے مان لیا جائے کہ انھیں تمام تعلقات تمدن میں شریک ہونیکی اجازت نہیں دیجاتی کیا اُن کا طریق زندگی و معاشرت (تعلقات تمدن سے وابستہ) مردوں کے مطابق نہیں ہیں ؟
کیا سامان خورد و نوش ۔ اسباب راحت لباس و مکان تعلقات تمدن سے جدا ہیں ۔جن سے وہ محروم ہیں ؟
کیا ۔ باتہذیب نیک سیرت اپنے ہم جنسوں سے ربط و ضبط رکھنے امداد باہمی میں حصہ لینے

کی انہیں مردوں نے اجازت نہیں دی ؟

کیا۔ کسی جلسہ یا مجلس مین شامل ہونے۔ جلوس و نمائش۔ کھیل تماشے دیکھنے ہنر سیکھنے سیر و تفریح سفر و تجارت۔ صنعت و تعلیم حاصل کرنے کی اخلاقاً یا مذہباً عورتون کو ممانعت ہے؟

اگر اس کے علاوہ بھی جو تعلقات تمدن ہین کیا اُن مین عورتین شریک نہین دیکھی جاتین یا شرکت نہین کرتین ؟ ۔ البتہ اگر کسی جگہ بعض عورتون کو اُن کے رفیق زندگی کی ناشناسی یا کم علمی وغیرہ کے باعث ان تعلقات تمدن مین شریک ہونے کی رکاوٹ ہے تو انقلاب زمانہ کے مطابق اسکا دور ہوجانا بھی یقینی ہے۔ لہذا تعلقات تمدن کے ان ظاہری تعلقات کے متعلق تو۔ یہ سوال کوئی ایسا پیچیدہ تھا۔ نہین۔ جسکا جواب ہی کسی سے نہ بن آتا البتہ اگر اس مین ایک لفظ "مغربی" بڑھا دیا جاتا تو قابل استدلال ہوجاتا۔ اور اُس کا جواب اگر میرے ناچیز قلم سے نکلتا تو وہ اسی مضمون کا اعادہ ہوتا۔ جو ماہ مارچ کے عارف مین بہ عنوان "مشرقی عورتون پر مغربی تمدن کے اثرات اور ہندوستان کی اقتصادی مشکلات" نکل چکا ہے۔

آخر مین فرمایا گیا ہے | کیا ضرورت ہے کہ ایک غیر قومی خاتون سروجنی نائڈو۔ اور ایک یوروپین عورت میری کوریلی۔ اپنے تحریری و تقریری کارنامون سے ہندوستان کی دیوی اور یورپ کی ملکہ سمجھی جائے۔ مگر مسٹر عبداللہ اور مسز کشوری لال عدم تعلیم و شہرت کی ظلمتون مین گھٹکر خاک تودہ اور خاکستر ساحل کے سوا کچھ نہ بن سکین۔

عرض کیا جاتا ہے | "قابل خاتون ملوحات ابھی قابل وسعت پذیر ہین۔ ورنہ وہ اپنی قوم اور ہم مذہب بہنون خالدہ ادیب خانم۔ جہان آرا۔ بیگم شاہنواز۔ مس خدیجہ ایم اے وغیرہ کو نہ بھولتین۔ ہندوستان کی دیوی۔ یا ترکستان و افغانستان کی ملکہ بننے مین مردون کی ممانعت تو کیا زبردست سے زبردست حکومت بھی حائل نہیں ہوسکتی۔ یقین نہ آئے تو اس بات کی زندہ مثال سروجنی سے ہی پوچھ لیجئے۔ وہ بھی یہی کہیں گی کہ اس کے لئے علم و عمل۔ خودداری پاکیزہ اخلاق ایثار و اخلاص۔ استقلال و استقامت۔ علمی و ملکی معلومات کا جذبہ چاہیئے۔ لیکن یہان تو

ادھوری مروجہ تعلیم۔ تقلید نمایش۔ نام ونمود کی خواہش۔ وارفتگی جذبات شباب کی ایسی باتیں اس خواب کی تعبیر میں پیش کی جارہی ہیں۔

البتہ محترمہ کا یہ فرمانا درست ہے کہ احترام عصمت کے ساتھ اگر عورتیں مردوں کا کچھ کام کرسکتی ہیں تو انھیں مجبور کردینا منشائے قدرت کے خلاف ہے لیکن پردہ کی بے جائیت کو انھیں فرسودہ خارج از بحث خیالات یعنی کھلی ہوا میں سانس لینے۔ امراض مدمہ کا شکار ہونے وغیرہ سے تعبیر کرنا ایسی حالت میں قابل قبول نہیں۔ جبکہ طریق تحفظ عصمت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری اور جائیزہ پردہ میں بھی سب کچھ ممکن ہی نہیں بلکہ قابل عورتوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ اورکررہی ہیں۔

چونکہ باوجود نہایت اختصار و احتیاط یہ چند معروضات پہلے ہی طوالت اختیار کرچکی ہیں اور ابھی تبصرہ باقی ہے اب اگر اس فرصت میں اسیرا اپنی ناچیز رائے کا اظہار کیا جائے۔ تو یقیناً کافی وقت اور کئی صفحات درکار ہونگے۔ لہذا اس طوالت اور اپنی عدیم فرصتی کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی آئیندہ فرصت میں اپنے ناچیز خیالات پیش کروں گا۔

عبدالرحمن شوق (امرتسری)
(اڈیٹر عارف لاہور)

نماز پڑھا کرو!

پیاری بچیوں وبہنوں۔ نماز سب پر فرض ہے۔
نماز مذہب کا بہت بڑا رکن ہے۔
صبح اٹھکر سب سے پہلے نماز پڑھو
رات سونے سے پہلے نماز پڑھکر سو۔
نماز سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے
نماز پریشان دلوں کو تسکین دیتی ہے۔
نماز دن میں پانچ مرتبہ خدا سے ملاتی ہے۔ جو کسی مذہب میں نہیں۔

بدتہذیبی

کچھ سال ہوئے مجھے انسولین پر ایک خشک اور طول طویل لکچر سننے کا اتفاق ہوا تھا یہ دوا اس زمانے مین ذیابطیس کے لئے نئی نئی دریافت ہوئی تھی۔ ہمیں اس قسم کی بیماری کا ابھی تک تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ہم مین سے کسی نے بھی اس لکچر کو دل لگاکر نہیں سنا آخرکار پروفیسر نے اپنے لکچر کا رخ بدلا۔ اور ایک نوجوان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا " وہ دن عنقریب آنے والا ہے کہ بدتہذیبی کے سوا اور ہر ایک مرض کا علاج ہو سکے گا۔ یہ نوجوان لکچر کے دوران مین برابر کھڑکی سے باہر طوطے کو تکتا رہا تھا۔ جو گلاب کی ایک ٹہنی پر بیٹھا سریلی آواز مین سیٹی بجا رہا تھا۔ پھر پروفیسر نے غصہ مین آکر ایک لڑکی کے ہاتھ سے لکڑی چھینی۔ یہ بھی بے خیالی مین بیٹھی اس سے کھیل رہی تھی۔

ذرا خیال تو کیجئے کون بدتہذیب تھا ؟ خشک بیان پروفیسر یا اس کی جیبین کلاس ؟ مین بہت دیر تک اس کے اس فقرے کو دھراتی رہی یہ تو سچ ہے کہ بدتہذیبی ایک لا علاج مرض ہے مگر یہ بات ان لوگون سے کہنا جو اس کا کچھ جواب نہین دے سکتے تھے۔ بالکل بیکار تھا بلکہ میرے خیال مین تو یہ بذات خود ایک بدتہذیبی تھی۔

اکثر دیکھنے مین آیا ہے کہ بیچاری موٹی بھدی بوڑھی ماما تو سارے دن کام کرتے کرتے تھک جاتی ہے۔ اس کے باوجود بیگم صاحبہ ناک بھوں چڑھاکر کہتی ہین " اس سستی ماری سے تو میرا ناک مین دم آگیا ہے۔ نہ معلوم یہ کب مرے گی " اس سے زیادہ بدتہذیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ بیگم صاحبہ سالن کی دیگچی اٹھاکر اس کے سر پہ دے مارتیں۔ کیونکہ ہاتھ کی مار زبان کی مار سے کم ہوتی ہے۔

بدتہذیبی کا اصل مطلب یہ ہے کہ ذلیل کم درجے کا۔ دوسرون کے اچھے خیالات

کی ہنسی اڑانے والا۔ معلوم نہیں فارسی کی لغت مین اس کے معنے "کم درجے" کے کیون دیے گئے ہین۔ مین نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض کم درجے کے لوگ بد تہذیب نہین ہوتے۔ یہ ضروری ہے کہ بد تہذیبی ایک دماغی بیماری ہے۔ عوام کی عادتون سے اس کا کچھ تعلق نہین۔ اگر کوئی میز کے کپڑے کو صناعی کہدے یا خوشی کے موقعہ پر کالا لباس پہن لے تو عام خیال یہ ہوگا کہ دیکھو کتنا بد تہذیب ہے۔ مگر اصل مین اس مین کچھ بد تہذیبی کی بات نہین اپنا اپنا شوق ہے۔

بہت سی عورتون کو مین نے دیکھا ہے کہ اپنے بچون سے ایسے سوال کرتی ہین۔ جو انھون نے اپنے بزرگون سے بھی کبھی نہین کئے ہون گے۔ یا محفل مین بیٹھ کر اشارون اشارون مین کسی کا مذاق اڑاتی ہین۔ اصل بد تہذیبی یہ ہے جس کی آج کل کوئی پروا بھی نہین کرتا۔

اور بعض لوگون کی عجیب عادت ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص پر رعب جمانا چاہتے ہین۔ جو ان سے لیاقت مین بڑھا ہوا ہے تو وہ اپنے آپ کو لائق جتانے کے لئے اپنی عادتین بدل دیتے ہین اور اپنی آواز غیر معمولی طور پر اونچی کر لیتے ہین۔ اپنے نوکرون کے ساتھ ہر وقت سختی سے پیش آتے ہین اور جب کبھی کچھ خریدنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو دوکان پر جاکر اتنا شور مچاتے ہین کہ دوسرے خریدارون کو کچھ خریدنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے ان کی بد تہذیبی صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

نیک اور رحمدل آدمی ہرگز بد تہذیب نہین ہو سکتا خواہ اس نے تہذیب کوئی کتاب نہ پڑھی ہو اور نہ ہی اس کے مکان مین عام تہذیب یافتہ لوگون کی طرح شان وشوکت کی چیزین ہون، بلکہ بد تہذیب وہ ہے جو قرض لینے کے بعد۔ اسکو جلدی سے واپس نہیں کرتے یا کسی دعوت مین جاکر چھوٹی چھوٹی باتون پر بیکار ہنسنا شروع کر دیتے ہین۔ وہ لوگ صرف دوسرون کو یہ بتانا چاہتے ہین کہ ہم اپنے دوستون مین ہر دلعزیز ہین۔ وہ لوگ بد تہذیب ہین۔ جو پہلی ہی ملاقات مین کسی کی طبیعت کو سمجھے بغیر اس کے ساتھ الٹے سیدھے مذاق کرنے شروع کر دیتے ہین۔ یا وہ ہین جو ایک ہی محفل مین لڑائی اور حسد پیدا کرنے کے خیال سے ہر آدمی کے ساتھ الگ الگ طریقے سے پیش آتے ہین۔ یہ لوگ ہین جو اصل معنی مین ذلیل

اور نیچے درجے کے اور دوسروں کے اچھے مذاق کی ہنسی اڑانے والے ہیں۔ یعنی بد تہذیب ہیں۔ خواہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی غریب عورت کچھ سنگار کرے تو سب اسکی ہنسی اڑانے لگتے ہیں کہ "دیکھو اس کے پاس کمانے کو تو ہے نہیں مگر امیروں کی نقل میں فیشن تو خوب سیکھ لیے ہیں" اور اس کے بے جوڑ فیشنوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کے برعکس رحم دل بیگم صاحبہ اس کے کپڑوں کی تعریف کرکے اس کا دل خوش کردیتی ہیں۔

یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ بعض لوگ سنیما شروع ہونے کے بہت دیر بعد آتے ہیں اور پھر اتنا شور مچاتے ہیں کہ دوسروں کا سننا مشکل کردیتے ہیں۔ زیادہ چست و چالاک لوگ ہی بدتہذیب ہوتے ہیں۔ اگر بڑے آدمی غریبوں سے بے تکلفی سے باتیں کریں تو اس میں کوئی بدتہذیبی نہیں ہے۔ کیونکہ امیروں کا فرض ہے کہ غریبوں کا دل خوش کرتے رہیں۔

اگر کوئی میز کے کپڑے کو غلطی سے تپائی کا کپڑا کہدے یا کسی مغرور آدمی کی زیادہ پروا نہ کرے تو اس کو بد تہذیب نہیں کہنا چاہیئے۔ بلکہ جواب در سوال کرنے والا نوکر منہ پھٹ مہمان جو باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے میزبان کی توہین کرنے میں کسر اٹھا نہیں رکھتے اصل میں۔ اس لقب کے مستحق ہیں۔

مس معتصمتہ الرحمٰن (حیدرآباد دکن)

یہ کھلونا ؟

یہ کھلونا ؟ نہیں ، مرے معصوم	آگ ، اسکو سمجھ کے دور سے تاپ
میرے ننھے سے ماہتاب ! ہٹ رو	آ ، سلادے تھپک کے مفلس باپ

جوش ملیح آبادی

دلچسپ معلومات

(۱) ڈیون مین تمام دنیا کے سانڈون سے بڑا سانڈ موجود ہے جسکا وزن (۲۴۰۲) پونڈ ہے یہ امریکہ کے سب سے بڑے سانڈ سے بھی بڑھ گئی جسکا وزن (۳۳۰۵) پونڈ ہے -

اوسط لگایا گیا ہے کہ جزائر برطانیہ کے کسی حصہ مین ایک تار کی روانگی اور اُس کی موصولی مین چالیس منٹ صرف ہوتے ہین -

بچے اپنی تمام زندگی کے تیرہ اور سترہ سال کی درمیانی عمر مین زیادہ نشو و نما پاتے ہین

سب سے بڑا جزیرہ گرنیلنڈ ہے جسکا رقبہ (۸۲۷۳۰۰) مربع میل ہے -

ڈاکٹر ڈیوسن کی تحقیقات کے مطابق ۱۸۸۹ء سے اب تک انگلستان مین (۱۰۹۲) زلزلے آئے یعنی بحساب اوسط فی سال ایک زیادہ زلزلہ محسوس ہوا -

روس مین ۱۹۲۶،۲۵ء کی تعلیم رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر ۳۵ کروڑ ۴۴ لاکھ روبل خرچ ہوئے -

دنیا مین چار کروڑ ۵۰ لاکھ گھوڑون کی طاقت پانی سے حاصل کرنے کا انتظام کیا گیا ہے لیکن (۳۰۰۰۰۰۰) گھوڑون کی طاقت خرچ کیجا رہی ہے -

ماہرین سائینس نے اندازہ لگایا ہے کہ ہوا کا خول کم از کم دو سو میل اونچا ہے ۔

حساب کیا گیا ہے کہ بارش دن کے تین بجے سے صبح کے ۸ بجے تک زیادہ ہوتی ہے ۔

دنیا کا سب سے بڑا قالین لندن کے ایک ہوٹل مین ہے ۔ جسکا وزن ۲۱ ٹن ہے ۔

وائرلیس کے اسٹیشن برطانیہ مین تین لاکھ پچاس ہزار ہین ۔

انگلستان مین پارلیمنٹ کے ہر سوال وجواب اور اسکی نسبت تحقیقات پر اوسطاً ایک پونڈ پانچ شلنگ خرچ کا تخمینہ ہے ۔

ہویل مچھلی کے منہ کا رقبہ ۱۸ × ۱۲ فٹ ہوتا ہے

لندن کے ایک کتب خانے مین (۳۵ لاکھ) کتابین ہین ۔

پرتگال مین ایک توپ ہے جو دھوپ کی گرمی سے مقررہ وقت پر خودبخود چل جاتی ہے ۔

دنیا کا سب سے بڑا اسٹیشن واٹرلو (برطانیہ مین) ہے اسکے (۲۳) پلیٹ فارم ہین ۔

مصر کی آبادی تقریباً (۱۴۱۲۸۰۳۶) ہے ۔

کتاب الف لیلہ کا اصلی مسودہ روس کی ایک لائبریری مین ابتک محفوظ ہے یہ ایک قدیم ایرانی نسخہ ہے جو اٹھارہ سو سال کا پرانا ہے ۔

لندن مین مردون کی نسبت عورتین (۱۵۱۳۶۵) زیادہ ہین ۔

ملک چین مین دو سو سے زائد قسم کے سکے رائج ہین

دنیا کی تمام ریلوے لائینون کی لمبائی (۷۱۳۳۶۵) میل ہے

آفتاب کے شعلے (۵۰ ہزار) میل کی بلندی تک پہنچتے ہین

آفتاب کا قطر (۸۶۵۰۰۰) میل ہے اور اسکی جسامت سے ۱۴۰۰ زمینین تیار ہوسکتی ہین ۔

والٹیر کی ایک تمثیل

زُہرہ

فرانسیسی مصنف والٹیر کی شہرت کا باعث اسکے ناول تھے۔ لیکن انگریزی دان صاحبان کے لئے اس کے ڈرامے بھی کم دلچسپ نہین ہین۔ مندرجہ ذیل ترجمہ مین والٹیر کے ڈرامے "زائرہ" کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے اور چونکہ منظر بیت المقدس مین دکھایا گیا ہے۔ اسلئے مسلم پبلک و ناظرین کے لئے بھی موجب دلچسپی ہوگا۔ ڈرامے کے نامو مین تھوڑا سا تصرف کیا گیا ہے۔

(زائیرا)

افراد تمثیل

عثمان - بیت المقدس کا بادشاہ **کرسمان** سلطان کا افسر **نیتان** فرانسیسی نائٹ - **لوسی کان** - شاہان یروشلم کی اولاد مین سے ایک آدمی - **زہرہ** - اور **فاطمہ** - سلطان کی لونڈیان

مقام منظر جائے **وقوع** یروشلم کی محلسرائے **زمانہ** تیرہوین صدی کا دور وسطی

پہلا منظر

فاطمہ اور زہرہ

فاطمہ:- زہرہ تم خوش نظر آ رہی ہو - تمھارے آنسو مسکراہٹ میں کیسے تبدیل ہوگئے - کیا نیتان واپس لوٹ آیا ہے - دو سال گئے ہین جب عثمان نے اسے جانے کی اجازت دی تھی - کیا وہ واپس آگیا ہے اور زر فدیہ ادا کر دیا۔

زہرہ - قیدیون کی قسمین جو وہ اپنی آزادی حاصل کرنے کیلئے کھاتے ہین - شاذ و نادر ہی سچی ہوتی ہین - ہمارا ساتھی قیدیون کو کبھی چھڑانے کے لئے واپس نہین آئے گا - اور مین تو چاہتی ہی نہین کہ آزاد ہو جاؤں

فاطمہ:۔ لیکن فرض کرو کہ فرانسیسی نائٹ ہمیں چھڑانے کے لئے واپس آگیا ہو۔
زہرہ:۔ صرف ایک آدمی ہمکو آزاد کر سکتا ہے ۔ ہمارا آقا عثمان روئے زمین پر سب سے زیادہ شریف بہادر تیر ین انسان ۔ اور وہ ہمکو آزاد کر چکا ہے۔
فاطمہ ۔ عثمان ۔
زہرہ ۔ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے اپنا شریک زندگی بنانا چاہتا ہے ۔
فاطمہ ۔ یہ ناممکن ہے ۔ ایک عیسائی لڑکی ایسا ہرگز نہین کر سکتی ۔ ایک وحشی مسلمان تمھارے عقائد کا احترام نہین کرے گا ۔
زہرہ ۔ ایک عیسائی لڑکی؟ مین عیسائی نہین ہون مجھے عثمان سے محبت ہے مین اس سے خدا کے علاوہ کسی کو اپنا خدا نہین بنا سکتی۔
فاطمہ ۔ تم اپنے سینہ پر ایک چھوٹی طلائی صلیب پہنے ہوئے ہو۔ بس اس سے ظاہر ہے کہ تم عیسائی والدین کی اولاد ہو ۔
زہرہ ۔ ہمارا مذہب پیدائشی نہین ہے ۔ بلکہ تعلیم و تربیت پر موقوف ہے اوائل عمر ہی سے مجھے حضرت محمدؐ کے مذہب انکی احادیث اور قانون کی تعلیم دی گئی ہے ۔

(عثمان آتا ہے)

عثمان :۔ شریف زہرہ اس سے قبل کہ ہمارے دل وجان شادی کے رشتہ سے مربوط ہون ۔ مین تمیں بتانا چاہتا ہون کہ مین ان رعائیتون سے جو ہمارا قانون ہمکو بطور بادشاہ دیتا ہے ۔ دستکش ہوگیا ہون ۔ مین نے دیکھا ہے کہ اسلام کے سردار اپنے غلامون اور بیویون سے بھرے ہوئے محلسرائے کی وجہ سے عورتین بن جاتے ہین اور ان کی سلطنتیں مغرور اور بہادر عیسائی سپاہی تباہ کر دیتے ہین زہرہ تم اکیلی میری بیوی ہوگی ۔
میری معشوقہ اور مین تمھارا عاشق دوست اور شوہر صرف تمھارے خیال کی ہمت سے میری وفادار بیوی مین لڑائی مین بہادر اور مستعد ہوکر جاؤن گا ۔ اسلام کی گرتی ہوئی سلطنت کو سنبھالون گا اور اس کو دنیا کی سب سے مضبوط سلطنت بناؤن گا ۔
زہرہ ۔ میرے آقا ۔ میری جان ۔ میرے بہادر ۔ میرے معشوق ۔ اگر تم غلام بھی ہوتے جیسے کہ

مین یہان آنے سے قبل بھی اور مین دنیا کی حکمران ہوتی تو مین اس بلندی سے نیچے آکر تمھیں اٹھا تی اور اپنے پہلو مین جگہ دیتی۔ عثمان مجھے تم سے محبت ہے تمھاری طاقت یا شان و شوکت سے نہین ۔

(کرسمان داخل ہوتا ہے)

کرسمان ۔ میرے آقا عیسائی غلام نیستان جس نے اپنے ساتھیون کو روپیہ دے کر آزاد کرانے اور واپس آنے کی قسم کھائی تھی حاضری کی اجازت چاہتا ہے ۔

فاطمہ :۔ میرے خدا !

عثمان :۔ اسے آنے دو

(نیستان داخل ہوتا ہے)

نیستان ۔ بہادرون کے بہادر سلطان مین اپنی قسم پوری کرنے کے لئے واپس آگیا ہون زہرہ فاطمہ اور دس نائٹ جنکو تمنے سولیما کی لڑائی مین قید کر لیا تھا ۔ اب آزاد ہین اُن کا زرِ فدیہ یہ رہا مین اپنا فدیہ نہین لا سکا اسلئے مین قید مین رہون گا ۔

عثمان ۔ شریف نائٹ تم نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا لیکن عثمان ایک عیسائی کے مقابلے مین کم سخاوت نہین دکھا سکتا تم آزاد ہو ۔ اور اس زرِ فدیہ کے بدلے اس سے تین گنا سونا تمھیں واپس دیا جائے گا ۔ اور دس کے بجائے مین تمھارے ساتھ سو نائٹ کر دون گا ۔ تم اپنے آدمیون کا انتخاب کر لو سوائے لوسی کان کے اسے مین ہرگز نہین دون گا وہ بوربن کا جانشین ہے جسکی یہان کبھی حکومت تھی ۔ وہ میرا رقیب ہے اور پیاری زہرہ کو ۔ اگر یورپ کے تمام بادشاہ اور امیر اسے مجھ سے چھیننے آئین تو کامیاب نہین ہونگے ۔

نیستان :۔ کیا ؟ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے آزاد کر دوگے وہ پیدایشی عیسائی ہے اور لوسی گان بدقسمت بڈھا ۔

عثمان :۔ جو کچھ مین نے کہا ہے اس پر عمل کرون گا ۔ جاؤ ۔ جو کچھ مین نے تمھین دیا ہے ایک دن کے اندر لے کر چلے جاؤ ۔ قبل اس کے کہ میری طاقت اور غصّے کی زد مین آؤ ۔ زہرہ تم محلسرائے مین چلی جاؤ مین بھی وہین آکر ملون گا ۔

(نیستان اور زہرہ مختلف راستون سے چلے جاتے ہین)

دوسرا منظر

(زہرہ اور نستیان)

زہرہ :- پیارے نستیان سلطان نے مجھے تم سے ملنے کی اجازت دی ہے اور میں تمھیں خوشخبری سناتی ہوں مجھے معلوم ہے کہ میں تمھاری کس قدر زیر احسان ہوں۔ جب ہم علاالدین کی قید میں تھے تو جوان تھے اور ساتھ رہتے تھے لیکن ہماری دوستی نے ہماری غلامی کو دلچسپ اور شیرین بنا دیا تھا تمھاری خاطر میں نے عثمان سے وہ عطیہ مانگ لیا ہے جو تمھاری خواہش تھی لوسی کان آزاد ہے!

(لوسی کان آتا ہے)

لوسی گان - آخرکار میں آزاد ہوں لیکن وہ کہاں ہیں میرے بچے - اُن کو میرے بازوؤں سے لے لیا گیا تھا۔ میرا لڑکا لڑکی جب سامیریا فتح ہوا تھا۔ اور انھیں محلسرائے میں پہونچا دیا گیا تھا۔

نستیان :- میں بھی بچپن میں محلسرائے پہونچا دیا گیا تھا۔ لیکن خواب میں مجھے یہ معلوم ہے کہ شہر جل رہا ہے اور سارا سالی عیسائیوں کو قتل کر رہے ہیں اور مجھے اور زہرہ کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ بیت المقدس لیجا رہے ہیں۔

لوسی گان - (زہرہ اور نستیان کی طرف دیکھتے ہوئے) تم دونوں یہاں ہاتھکڑیاں لائے گئے ؟ جب سامیریا فتح ہوا۔ مجھے نظر نہیں آتا - ایک دھند --- میرا قید خانہ اسقدر تاریک تھا میری آنکھیں روشنی میں دیکھنے کی عادی نہیں رہیں - یہ زنجیر --- میں دیکھوں ؟

(وہ زہرہ کی گردن سے زنجیر کھولتا ہے اور جھک کر اُس کو دیکھتا ہے اور کھینچتا ہے۔ حتیٰ کہ چھوٹی سنہری صلیب دکھائی دیتی ہے)

خدا کی حمد گاؤ میرے بچو --- اپنے آقا خدا کی حمد گاؤ - یہ صلیب میری بیوی نے مجھ سے لی تھی - اور میری لڑکی کے گلے میں پہنا دی تھی - نستیان جب وہ میرے لڑکے کو مجھسے چھین کر لے گئے تو اُس کے سینے پر زخم لگایا گیا تھا - زخم کا نشان نستیان میرے سینہ پر موجود ہے - میرے آقا - وہ لوسی گان کے پاؤں پر گر پڑتا ہے - لوسی گان اسے ایک بغل میں دباتا ہے اور دوسرا ہاتھ زہرہ کی طرف پھیلاتا ہے)

زہرہ ۔ میرے باپ مین تمھارے ساتھ نہین جا سکتی ۔ مین نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے ۔ اور مسلمان ہوگئی ہون ۔

روسی گان :۔ خدا کرے مجھ پر بجلی گر پڑے اور مین مرجاؤن ۔ اے خدا مین نے ساٹھ سال تیری خاطر جنگ کی تیرے دشمنون نے میری بیوی بچون کو مار ڈالا ۔ میرے آدمیون کو قتل کر ڈالا ۔ میری زمینیں برباد کردین اور ان مقامات پر جہان جہان ہمارا قدم آیا اپنے بُت نصب کئے اب میری لڑکی دشمنون سے مل گئی ہے اور تیرے نام کی بے حرمتی کرتی ہے ۔ نہین نہین ۔ میرے بچے تم خدا سے منحرف نہیں ہو سکتے جدھر جی چاہے دیکھو خدا کی یادگار تمھاری آنکھون کے سامنے آجائے گی ۔ دیکھو وہ پہاڑی جہان اُس نے ہماری خاطر اپنی جان دی تھی ۔

زہرہ ۔ میرے باپ مجھے بتاؤ مین کیا کرون ۔

روسی گان ۔ میرے تمام رنج اور میری شرم دور کرو اور کہو کہ مین عیسائی ہون ۔

زہرہ :۔ ہان مین ہون ۔

(عثمان داخل ہوتا ہے)

عثمان ۔ میرے محل سے نکل جاؤ ۔ غلامون کے ناپاک گروہ کیا مین نے تمھین فوراً چلے جانیکا حکم نہین دیا تھا ۔؟

(عیسائی چلے جاتے ہین زہرہ زرد اور ڈانواڈول کھڑی ہے)

عثمان ۔ آؤ میری زہرہ شادی کی تیاری ہو چکی ہے ۔ خوشبو کے دھوئین سے مسجد بھر گئی ہے تمام آنکھین تمھاری منتظر ہین دعوت اور تخت تمھارے لیے تیار ہین ۔ اور مین پیاری تمھارے لیے مر رہا ہون ۔

زہرہ ۔ ہائے مین کہان منھ چھپاؤن ۔ میرے باپ کے خدا میری مدد کر ۔

عثمان :۔ اگر تم مجھسے محبت کرتے ہو تو میری مدد کرو اور مجھے عیسائی روسی گان سے ملاقات کرنے دو ۔

عثمان ۔ وہ بڈھا غلام تمھارا کیا لگتا ہے ۔ تم عیسائی نہین ہو ۔ تم شروع سے میرے خدا کی عبادت کرتی رہی ہو ۔

زہرہ ۔ مجھے شادی ضرور ملتوی کر دینا چاہیئے ۔

عثمان ۔ زہرہ کیا تم پاگل ہی ہو؟

زہرہ ۔ میں تمھارے غصہ کی برداشت نہیں کرسکتی مجھے اپنے سامنے سے ہٹ جانے دو اور اپنے آنسو رنج اور مایوسی کو چھپانے دو ۔

(وہ چلی جاتی ہے)

عثمان ۔ (اپنے آپ سے) وہ نوجوان نائٹ ہمارے بیچ میں حائل ہے ۔ بدھا لوسی گان بہن وہ نوجوان جو زہرہ کے پاس گیا تھا ۔

(کرسمان داخل ہوتا ہے)

کرسمان ۔ میرے آقا مجھے ایک خط ملا ہے ۔ جسے ایک عیسائی دروازہ پر لایا تھا ۔

(عثمان اسے کھول کر پڑھتا ہے)

زہرہ ۔ میری پیاری زہرہ ۔ ہمارا لوسی گان مرگیا ۔ کیا تم آج رات اس پوشیدہ راستہ سے مسجد میں آکر مجھ سے مل سکتی ہو ۔ میں آدھی رات کے وقت وہاں ملوں گا

عثمان ۔ (کرسمان سے) اس خط کو زہرہ کے پاس لے جاؤ ۔

کرسمان ۔ اسی خط کو لے جاؤں ۔

عثمان ۔ اس خط کو پہونچا دو اور اسے عیسائی سے ملنے دو ۔ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا ۔

تیسرا منظر

سلطان اور اس کا افسر کرسمان ۔

عثمان ۔ مجھے زہرہ سے بے حد محبت ہے ۔ میں اسے قتل نہیں کرسکتا ۔

کرسمان ۔ کیا تم اب بھی اسکا اعتبار کرتے ۔

عثمان ۔ امید کی ایک کرن باقی ہے ۔ عیسائی نائٹ جوان ۔ بے صبر اور ضدی ہے ۔ جب وہ واپس آیا ۔ تو اس نے زہرہ کی نسبت اپنے جذبات کا اظہار بلا اخفا کیا تھا ۔ میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا ۔ اور اسکی ضدی آنکھوں اور گستاخ نگاہوں نے میرے اندر دیوانہ رقابت کے

جذبات بھڑکا دیئے تھے لیکن زہرہ اُن سے متاثر نہیں ہوئی۔

کرسمان۔ لیکن

عثمان۔ لیکن وہ اس سے نہیں ملے گی۔ مسجد مین جاؤ۔ محافظ سپاہیون کے ساتھ انتظار کرو اور عیسائی غلام کو قید کرلو۔

(عثمان اور کرسمان چلے جاتے ہین۔ زہرہ اور فاطمہ داخل ہوتے ہین)

زہرہ۔ یہ خط ہے۔ اسے پڑھو۔ مین کیا کرون؟

فاطمہ۔ تمھیں نیستان سے ضرور ملنا چاہیئے۔

زہرہ۔ مین ایسا نہیں کرسکتی۔ اسمین بہت خطرہ ہے۔ مین کئی عیسائی جانون کو خطرہ مین ڈال دونگی۔ اپنے بھائی اور ان بہادرون کی اور جنھیں آزاد کیا گیا ہے۔

فاطمہ۔ نہیں نہین زہرہ۔ تمھارے دل مین اسی خطرے کی وجہ سے جسمین پڑ کر وہ تمھیں کا فرون سے چھڑانا چاہتے ہین۔ کشمکش نہیں ہے بلکہ صرف محبت نے تمھارے دلکو غبار آلودہ کر دیا ہے اور تمھاری تیرہ روح کو رنج مین ڈال دیا ہے۔

تم اُس آدمی کے غصے سے کانپتی ہو جسکی محبت ایک لمبی ظلم کی داستان ہے۔ کیا تمھاری آنکھیں اندھی ہین کہ اسکے ستم کو نہیں دیکھ سکتیں کیا تم اُس کے تمام سب کا مون مین ایک وحشیانہ رُوح کام کرتی نہین دیکھ سکتی وہ شیر ہے۔ اور تم اُس کے لئے سرد آہین بھرتی ہو۔ اور اپنے دل سے اُسکا خیال جُدا نہین کرنا چاہتی۔

زہرہ۔ ہائے فاطمہ روح پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگئی ہے۔ مجھے اس مبارک عیسائی سرزمین پر پہنچکر جہاں پر میرا بھائی مجھے لئے چلا جاتا ہے۔ بے حد خوشی ہوگی۔

مجھے عثمان کے ساتھ رہ کر بھی اتنی ہی خوشی ہوگی۔ اسطرح مین ایک عذاب مین ہون۔ میرے غیر مطمئن دل سے فرض اور محبت کا احساس جاچکا ہے۔ اور مجھ پہ ایک خوفناک مایوسی غالب آگئی ہے۔

اے خدا آنے والی مصیبت کو ٹال دے۔ اے خدا ہاں مین اُس سے ملونگی اور اُس سے گفتگو کرونگی۔

اور جب وہ بیت المقدس سے چلا جائے گا تو مین اپنے دل کا راز اپنے عاشق سے کہہ دونگی۔وہ میرے دل کا حال معلوم کرے گا اور ایک عیسائی دوشیزہ پہ رحم کرے گا کہ کسطرح اسکا دل اسکی محبت اور اپنے خدا کی محبت کے مابین ٹکڑے ٹکڑے ہورہا ہے۔ اس غلام کو اندر بھیجو جو خط لایا ہے ——

(فاطمہ چلی جاتی ہے اور غلام داخل ہوتا ہے)

غلام۔ ہان ہان مین لایا ہون۔

زہرہ۔ تب اس سے کہنا کہ مین اسے دہوکہ نہین دونگی۔ اور وہ آئے گا تو اسے یہان لے آونگی

(وہ چلی جاتی ہے عثمان اور کرسمان داخل ہوتے ہین)

عثمان۔ خدائے برتر وقت کیسی آہستگی سے گذرتا ہے۔ اگر وقت جلد نہین آتا تو مین دیوانہ ہوجاونگا

(وہ غلام کو دیکھتا ہے)

اسپے کیا کہا؟ بولو۔ بولو۔ کیا تم نہین بولوگے؟

غلام۔ میرے آقا اُس نے کہا کہ وہ یہان انتظار کرے گی۔ اس سے ملاقات کرے گی اور اُس کا راز ظاہر نہ کرے گی

(غلام چلا جاتا ہے)

(کرسمان سے) میری نظر سے اوجھل ہوجاؤ۔ نہین تو مین تمھیں مار ڈالونگا۔ مجھے تنہا چھوڑ دو! میں تم سے کہتا ہون۔ ورنہ تم قتل کر دیئے جاؤگے

(کرسمان بھاگ جاتا ہے)

مین کہان ہون؟ اے خدا مین کہان ہون؟ اندھیرا ہورہا ہے۔ مجھے سوجھائی نہین دیتا۔ زہرہ۔ زہرہ۔ نہیں۔ نہین۔ وہ نہین آئے گی۔ وہ مجھے دہوکہ دے رہی ہے وہ ہنس رہا ہے۔ ہا۔ نکولام۔ مین بدلہ لونگا! کرسمان لوٹ آؤ

(کرسمان لوٹ آتا ہے)

(باقی آیندہ)

مستورات کانپور ۔

رخصت عزیزہ ملکہ

از صاحبزادی قاآنہ جہان بیگم صاحبہ جعفی آف باندہ

جوہر کی جدائی سے شق ہوتے ہیں تو ہم بھی ۔۔۔ پھر شاق نہ کیونکر گذرے رخصت تری مجھپر بھی
مجھکو ہی نہیں بلکہ ہے سارے اعزہ کو ۔۔۔ شادی تری خوشتر بھی رخصت تری بھر بھی

اب آ جیسے تم ہو گی ضو پاش نئے گھر میں ۔۔۔ یون پیکر حیران ہین بہنین بھی برادر بھی
پھول آپ کے منھ سے بھی جھرتے ہین دعاؤن کے ۔۔۔ آنکھون سے ٹپکتے ہین بیساختہ گوہر بھی
ملکہ تری رخصت پر سب اشک بداماں ہیں ۔۔۔ یہ مجمع شادی ہے ہنگامۂ محشر بھی
احساس ہے انکو بھی شاید تری فرقت کا ۔۔۔ منہ تکتے ہین حسرت سے دیوار بھی اور در بھی
بس ایک یہی ہمکو تسکین کی صورت ہے ۔۔۔ یہ شیوۂ نسواں ہے اور اذن پیمبر بھی
فرمان شریعت سے ممکن نہیں سرتابی ۔۔۔ اس جا پہ نگون سر ہین سرکش بھی تونگر بھی
تیرے رخ روشن سے گھر بھر میں اجالا تھا ۔۔۔ تو مہر درخشاں ہے اور ماہ منور ۔۔۔۔ بھی،
ڈھالا ید قدرت نے ہے نور کے سانچے میں ۔۔۔ تو حور شمائل ہے اور نازنین پیکر بھی

کیوں اتنا جھجکتی ہو تم صاحب جوہر ہو ۔۔۔ اور جوہر نسوان کا سسرال ہے مظہر بھی
انعام الہٰی سے سب کچھ ہے عطا تمکو ۔۔۔ خوش رنگ ہو خوشرو ہو خوشدل ہو خوش اختر بھی

اوصاف حسینون کے سب تمکو میسر ہین ۔۔۔ دلدار ہو دل آرا ہو دلجو بھی ہو دلبر بھی
تم کب تن تنہا ہو اس جادۂ منزل مین ۔۔۔ ہمراہ تمھارے ہے اپنا دل مضطر بھی
پھر کس لیئے تم آخر ہوتی ہو نڈھال اختر ۔۔۔ جب ناز اٹھانے کو یہ گھر بھی ہے وہ گھر بھی
بھاری نہ کرے ملکہ دل اپنا ذرا بھر بھی ۔۔۔ اور دونیہ جو گذری ہے وہ آج ہے تجھ پر بھی
ہو ناز کی پروردہ نعمت کی ہو خوگر بھی ۔۔۔ تم ہو گی جہاں ہوگا ہمراہ مقدر بھی
کام اپنے سنبھالوگی تم اپنی فراست سے ۔۔۔ کر لوگی اطاعت سے گھر بھر کو مسخر بھی

دلجوئی مین ہو تجھکو کچھ ایسی ظفریابی | سب تابع فرماں ہوں۔ گرویدہ ہو شوہر بھی
بیمار محبت کو جان بخش سراسر ہین | تیرے لب لعلیں بھی اور چشم فسونگر۔۔۔ بھی
نرگس متحیر ہے اس نرگس شہلا سے | اور قامت دلجو سے شرمندہ صنوبر بھی
کسدرجہ ہیں یہ موزون تیرے قد رعنا پر | دیباے مشجر بھی الماس کا زیور۔۔۔ بھی
ہر وقت پھیرے گی اب صورت تری آنکھونپر | اور دل سے نہ بھولیگا رخصت کا یہ منظر بھی
ہو عیش و مسرت سے سب عمر بسر یا رب | دکھ درد نہ پاس آئین ذرہ کے برابر بھی

ارمان یہ خفی کا ہے دنیا مین پھلو پھولو
مادر بھی ہو ملکہ اور مادر مادر بھی

عورت کی شان

دل مین ہے جو عورت کے خلوص اور نیاز | ۱ | ہے نوع بشر کے لئے وہ مایۂ ناز
رتبہ ہے یہ اسکی پاک دامانی کا | دامن پہ پڑھین اس کے فرشتے بھی نماز

صورت مین جو دیکھئے ماہ پارہ ہے | ۲ | سیرت مین مثال مریم و سارہ ہے
عورت ہی کی ممنون ہے دنیا ساری | تہذیب و تمدن کا وہ گہوارہ ہے

زندہ ہے جو حق کے واسطے جیتا ہے | ۳ | شاہد قرآن ہے۔ وید ہے گیتا ہے
ہا مرد کہیں۔ رام کہیں ابراہیم | عورت کبھی ہاجرہ ہے کبھی سیتا ہے

دو سو برس تک زندہ رہنے کا نسخہ

غصہ موت کو جلد بلاتا ہے

ایک جاپانی اخبار نے حال ہی دو سو برس تک زندہ رہنے کا ایک نادر نسخہ پیش کیا ہے جس میں دس ہدایتوں پر عمل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس میں سے نویں ہدایت یہ ہے کہ کبھی غصہ نہ ہو" کیونکہ غصہ عمر کو کم کرتا ہے اور موت کو جلد بلاتا ہے" اسوقت میں اسی ہدایت کے متعلق بحث کر کے آخر میں بقیہ نو ہدایتوں کو بھی ناظرین کو سامنے پیش کر دوں گا تاکہ جملہ ہدایات پر عمل کرکے زیادہ سے زیادہ طویل زندگی حاصل کی جاسکے۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ غصہ بہت بڑی چیز ہے۔ مغلوب الغضب انسان کا جلد مر جانا سہل ترین الفاظ میں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ غصہ میں آکر کتنے آدمی دوسرے کا گلا کاٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور پھر اس کے صلے میں حکومت کی جانب سے انھیں بھی موت کی سزا بھگتنی پڑتی ہے آخر موت کو یہ جلد بلانا نہیں ہوا تو اور کیا ہوا؟

اس سے آگے بڑھکر اور زیادہ دشواریوں میں آنا چاہوں تو یہ سمجھ لیجئے کہ غصہ کرنے سے دماغی توازن متزلزل ہو جاتا ہے اور اس کے تزلزل سے عصبی نظام چند در چند آفات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نیز جوش و ہیجان حرارت کی حالت میں جو غصہ کے اندر ناگزیر ہے۔ سرمایۂ زیست یا حیات قوت و روح زندگی جس سے زندگانی کی تازگی و بہار بلکہ سراسر حیات قایم رہتی ہے۔ بہت زیادہ فنا یا برباد ہو جاتی ہے۔

کیا غصہ ایک فطرتی شے ہے؟ اس کا جواب میرے خیال میں نفی میں نہیں ہے

لیکن میں اسے بھی مانتا ہوں کہ اس بُری عادت کو چمکانے۔ ابھارنے اور ترقی دینے کے لئے دیگر اسباب بھی مہیا ہو جاتے یا کر لئے جاتے ہیں۔ جن سے علحدگی انسان کے اختیار میں ہے بلکہ وہ اپنے غصہ کی جبلی حدت و تیزی ؛ خانہ بر اندازی کو کم کر کے خود اپنے آپ کو نیز دوسروں کو اس کے بُرے نتایج سے کافی حد تک بچا سکتا ہے ۔ مثلاً جہالت ؛ صحبت بد ؛ شرابنوشی ؛ قماربازی ؛ حرص ؛ بخالت ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

تجربہ شاہد ہے کہ ذی علم انسان بہ نسبت جاہل آدمی کے عقلمند ہونے کی وجہ سے بُرے اور مہلک انجام کو اچھی طرح سے جانتا ہے ۔ جس کی وجہ سے اس آگ میں کودنے سے قبل اس کے نتیجہ کا خیال کر کے رُک جاتا ہے اور بُری صحبت سے گریز کرنیوالا آدمی بھی زہد و تقوی کی زندگی بسر کرنے سے عقوبت الٰہی کے خوف سے بھاگتا ہے اور شرب خواروں اور قماربازوں کی غضبناکی و درندگی تو ظاہر من الشمس ہے ۔ یوں ہی حریص آدمی کی فراہمی مال و زر کے پیچھے جملہ مذموم حرکات و عادات میں سے غیظ و غضب کی نمایش عقلمند انسان سے پوشیدہ نہیں ہے اور بخیل حضرات کی نادہندگی اور ترشروئی پر تو دلیل لانے کی ضرورت ہی نہیں ۔

اب میں حسب وعدہ بقیہ نو ہدایات کو نذر ناظرین کر کے امید کرتا ہوں کہ ان پر عمل کر کے جا بجا فی اخبار کی رائے اور میری تائید کی قدر کی جائے ۔

(۱) جہاں تک ممکن ہو کھلی ہوا میں رہو ۔ (۲) گوشت کھانے سے جہاں تک ممکن ہو پرہیز کرو (۴) اونی کپڑے پہنا کرو ۔ (۵) کم سے کم چھ گھنٹے ضرور سو ۔ لیکن ساڑھے سات گھنٹہ سے زیادہ کبھی نہ سویا کرو ۔ (۶) اپنی خواب گاہ کی کھڑکیاں کھلی رکھو ۔

(۷) ہمیشہ روشنی گل کر کے سویا کرو ۔

(۸) باتیں کم کیا کرو ۔

(۹) غصہ نہ کیا کرو ۔

(۱۰) ہمیشہ خوش و خرم رہو ۔ خوش رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیک خیالات کی اپنے دل میں پرورش کرو ۔

اسلامی وائسرائے کی ہندو نواز محبت

جس طرح آج ہندوستان برطانی حکومت کے ماتحت ہے اسی طرح ۹۲ھ میں آج سے ساڑھے بارہ برس پہلے ہندوستان کا شمالی مغربی علاقہ خلافت اسلامیہ کے ماتحت تھا جس طرح آج انگلستان سے والسیرائے مقرر ہو کر آتا ہے اور ہندوستان آکر حکومت برطانیہ کی نمائندگی کرتا ہے بالکل اسی طرح قدیم زمانے مین خلافت اسلامیہ ہندوستان کے لیے والسیرائے مقرر کر کے بھیجتی تھی۔ خلافت اسلامیہ کا نمائندہ بن کر ہندوستان کے مفتوحہ علاقون پر حکومت کرتا تھا۔ خلافت اسلامیہ کی جانب سے جو سب سے پہلا فاتح یا والسیرائے ہندوستان مین آیا تھا وہ محمد بن قاسم تھا جس نے سندھ اور ہندوستان کے دوسرے علاقون کو نہ صرف فتح کیا۔ بلکہ اس قابلیت کے ساتھ حکومت کی جس کی مثال گذشتہ بارہ سو برس کے اندر ملنی مشکل ہے۔

ہندوستان کے پہلے اسلامی والسیرائے محمد بن قاسم نے کسقدر دانشمندی، رواداری اور محبت کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اس کا اندازہ ان تاریخی واقعات سے ہو سکتا ہے جو زمانہ قدیم مین ہندو مسلمانون کے محبت کے نہ مٹنے والے افسانے ہین۔ محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد جس علاقہ کو فتح کیا وہ دیبل کا علاقہ تھا۔ دیبل کے علاقہ کی فتح ہندوستان مین مسلمانون کی پہلی فتح ہے۔ اس فتح کے بعد دیبل کے ہندو باشندون کے کے سامنے محمد بن قاسم نے جو سب سے پہلی تقریر کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہین:-

"اے سندھ کے معزز باشندو خدا نے مجھے تم پر فتحیاب کیا ہے۔ میرا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ تمھارے ساتھ محبت کا برتاؤ کرون ہر شخص تم مین سے اپنے دین

کے معاملے مین آزاد ہے البتہ تمکو برائے نام ٹیکس ادا کرنا ہو گا۔ مسلمانون سے یہ ٹکس زکوٰۃ کے نام سے اسکے علاوہ تم سے کچھ نہ لیا جائے گا۔ تمھاری املاک جائداد اور عزتین محفوظ رہین گی،،

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ سندھ محمد بن قاسم کے گرویدہ ہو گئے۔ محمد بن قاسم کے گرویدہ ہو گئے محمد بن قاسم نے دیبل مین امن امان قایم کیا جنگ مین جن سندھیون کو نقصانات پہنچ گئے تھے۔ اُن کی تلافی کی۔ اور سندروں کی مرمت کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دیا۔

تاریخ کا بیان ہے کہ جب محمد بن قاسم کی حکومت دیبل مین قایم ہو گئی۔ تو اُس کی خدمت مین ان بدنصیب سندھ عورتون کا ایک وفد آیا جن کے بیٹے اور ورثا اس جنگ مین کام آگئے تھے۔ ان عورتون نے محمد بن قاسم سے کہا کہ اے ہمارے نئے حکمران تیرے حملے کی وجہ سے ہم سب تباہ ہو گئے۔ ہمارے جوان بیٹے اور ورثا میدان جنگ مین کام آگئے۔ اب ان کے بعد ہماری دستگیری کرنے والا کوئی نہین ہے۔ ہمنے تیری قوم کی بڑی تعریف سنی ہے۔ اگر تو ہم کو ہمدردی کا مستحق سمجھتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ ہمدردی کر

محمد بن قاسم نے۔ اُن کی فریاد نہایت ہمدردی کے ساتھ سن کر کہا۔ مجھے تم سب کے ساتھ انتہائی ہمدردی ہے۔ لیکن مین اسوقت تک کچھ نہین کر سکتا کہ جب تک خلافت اسلامیہ مجھے اجازت نہ دیدے۔ مین خلافت اسلامیہ تک تمھاری فریاد پہونچا دونگا اور تم سے وعدہ کرتا ہون۔ کہ جہان تک ممکن ہوگا تمھاری امداد کرون گا،، چنانچہ محمد بن قاسم نے اُن کی عرضداشت خلافت اسلامیہ تک پہونچائی اور اس کے بعد ایسی تمام عورتون کے لئے وظیفہ مقرر ہو گیا۔ جو بے یار و مددگار رہ گئی تھین۔

دیبل کی فتح کے بعد دیبل کے جیلخانے کے محافظ اسکا راؤ کو محمد بن قاسم کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا۔ محافظ نے نہایت دلیری کے ساتھ کہا،،۔

"اے فاتح سندھ حالانکہ میں تیرا ہمدرد ہوں۔ لیکن پھر بھی مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ مین نے ان تمام اسلامی قیدیون کے ساتھ جو دوران جنگ مین گرفتار کرکے میری حفاظت مین بھیجے گئے تھے۔ نہایت اچھا سلوک کیا ہے اور دیبل کے فتح ہونے کے ساتھ ہی مین نے تمام اسلامی قیدیون کو رہا کر دیا ہے جو اسلامی فوج مین شامل ہوگئے ہیں۔ آپ ان تمام باتون کی اُن سے تصدیق فرما سکتے ہین"

محمد بن قاسم نے فوراً اُن لوگون کو بلایا اور تصدیق کی تو اُن لوگون نے کہا۔

یہ ہندو مذہب کا بہت بڑا پنڈت اور عالم فاضل ہے اور نہایت ہی نیک دل انسان انسان ہے۔ اُس نے ہمارے ساتھ بالکل برادرانہ سلوک کیا ہے" محمد بن قاسم نے اس حسن سلوک کے عوض اُسکو شہر دیبل کا حاکم اعلیٰ مقرر کرکے حمید بن ذرایع کو اسکی ماتحتی مین دیبل کا پولیس افسر مقرر کر دیا۔ چنانچہ مدتون تک اسی پنڈت کا خاندان دیبل پر حکومت اسلامیہ کے ماتحت حکمران رہا۔

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کا سب سے بڑا معتمد یا پرائیویٹ سکریٹری ایک ہندو تھا۔ محمد بن قاسم اس کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہین اٹھاتا تھا۔ قومی معاملات مین بھی محمد بن قاسم برابر اس سے مشورہ لیتا تھا۔ چنانچہ دیبل کے بعد کی تمام فتوحات مین یہ ہندو محمد بن قاسم کے ہمراز رہا ہے۔ محمد بن قاسم کے متعلق۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ وہ سندھ کے کسی علاقہ مین گزر رہا تھا۔ کہ اس نے دیکھا کہ لکڑیون کی چتا پر ایک خوبصورت پندرہ سالہ لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور اس چتا مین آگ لگانے کی تیاریان ہو رہی ہین۔ محمد بن قاسم نے حالات معلوم کئے تو پتہ چلا کہ ہندوستان مین یہ قاعدہ ہے کہ جب شوہر مر جاتا ہے تو اس کی بیوہ کو بھی شوہر کے ساتھ ہی چتا پر رکھکر جلا دیا جاتا ہے۔ محمد بن قاسم نے فوراً اس نوجوان بیوہ کو اپنے قبضہ مین لے لیا اور اس کے بعد ستی کی رسم کو قانوناً ممنوع قرار دیدیا۔ لیکن قانوناً ممنوع قرار دیدینے کے باوجود بھی جب یہ رسم بند نہ ہوسکی تو محمد بن قاسم نے ان ہندوؤں کے خلاف سخت کاروائی کی۔ جو اس ظالمانہ رسم کے محرک تھے۔

جب محمد بن قاسم نے ستی کے رسم کے بند کرنے میں انتہائی سختی سے کام لیا تو محمد بن قاسم کے پاس پنڈتوں کا ایک وفد آیا۔ جس نے محمد بن قاسم کو بتایا کہ ستی کی رسم بند کرنے کے بعد۔ حکومت اسلامیہ نے عورتوں پر بہت بڑا ظلم کیا ہے کیونکہ جو عورتیں ستی نہیں ہوتیں ان کو ناپاک نجس خیال کرتے ہوئے کوئی ہندو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ یہ غریب عورتیں بھیک مانگتی پھرتی ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے مجبور ہو کر خودکشی کر لیتی ہیں۔ لہذا اگر ستی کی رسم بند کی جاتی ہے تو ان عورتوں کی حکومت سرپرستی کرے۔ محمد بن قاسم نے ایسی عورتوں کے لئے دو بڑے آشرم قایم کئے۔ اور ان آشرموں کا تمام خرچہ حکومت نے اپنے ذمہ لے لیا۔ مورخ کا بیان ہے کہ صرف دیبل کے ودھوا آشرم میں ایک سال کے اندر اندر تقریباً ڈیڑھ ہزار عورتیں جمع ہو گئیں تھیں۔ اس ودھوا آشرم میں ان کے پوجاپاٹ کے لئے پورا انتظام تھا۔

محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک سے ہندوؤں کے دلوں میں بے حد محبت پیدا کر لی تھی محمد بن قاسم کے دربار میں ہر چھوٹا بڑا ہندو بغیر کسی اطلاع کے جا سکتا تھا اور بلا تکلف ان غیر ذمہ دار حکام کی شکایت کر سکتا تھا۔ جو رعایا کے لئے ذرا سی بھی پریشانی کا باعث ثابت ہو سکتے تھے۔ محمد بن قاسم اگرچہ ملک فتح کرنے آیا تھا۔ لیکن اُس نے ہندو قوم کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ اور یہی اس کی کامیابی کا اصلی راز تھا۔

سرورِ کائنات کی حکومت

اسکا قیام اور انتظام

(ایک مقالہ جو بزم تاریخ کلیۂ جامعہ عثمانیہ کے خصوصی جلسے میں سنایا گیا۔ اور جس پر میلاد کی انعام فنڈ نے ایک اشرفی کا سیمبر انعام، مجلس سیرت نبی کا آغاز ہے اس لئے اس سرکار انفلون کو جو حضور کی سیاست کے سیاسی پہلو پر ایک تبصرہ ہے ہدیۂ ناظرات کیا جاتا ہے (اڈیٹر)

مندرجہ عنوان پر روشنی ڈالنے سے پہلے چند امور صاف کرنے ضروری ہیں:۔

کیا آنحضرت صلعم اپنی حکومت قایم کرنی چاہتے تھے۔ یا اس سے بھی کسی بڑے مطمح نظر کے حصول کے لئے حکومت کا قیام ناگزیر تھا؟ عام طور پر حکومت کے قیام کے ذرایع کیا سمجھے جاتے ہیں؟ آنحضرت صلعم کا ماحول جس میں حکومت قایم کی گئی تھی۔؟

<u>آنحضرت صلعم کا ماحول</u> | چودہ برس پہلے عرب کی سیاسی حالت کا عام نقشہ یہ تھا کہ گو عرب طبعاً ایک ہی ملک تھا۔ جغرانی۔ لسانی۔ نسلی یکجہتی موجود تھی۔ رسم و رواج یکسان تھے۔ مگر کوئی متحد کرنیوالی مرکزی قوت موجود نہ تھی۔ ڈاکہ۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، جوا۔ زنا شراب نوشی ہر قسم کی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں (تفصیل صبح الاعشی از قلقشندی وغیرہ میں دیکھئے) خانہ جنگیاں عام تھیں جن کے باعث ساحلی و سرحدی مقامات پر طاقتور ہمسایہ حکومتوں کی عاملیتیں قایم ہوگئی تھیں (۱) ایک حصہ پر رومن اثر تھا تو دوسری طرف ایرانی گرفت بھی تھی۔ اور یہ اجنبی تسلط و نفوذ ہر قسم کے اثرات ڈال رہا تھا چنانچہ ملک میں عیسائی مذہب کی تبلیغ ہو رہی تھی۔ عربی زیر حمایت حکومتوں میں شاہانہ طمطراق اور کر و فر پیدا ہوگئے تھے مگر گورنر یمن ابرہہ حبشی کی تباہی کے بعد (جو عربوں کے روایات اور قومی معبد کو تباہ کرنے آیا تھا(۲)) یوم ذی وقار میں اجنبی استعمار کو ایک زبردست دھکا لگا تھا جس سے عربوں کے دلوں میں خاموش

محرک پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنی برتر قابلیتوں کو محسوس کرنا شروع کر چکے تھے۔ قسمت سے ان استعماری قوتوں (روم و ایران) مین مسلسل جنگین ہوتی رہتی ہین۔ جس سے دونوں کمزور ہو گئے۔ قبیلہ داری حکومت تھی۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے اثر سے ملک مین ایک طرح کی مرکزیت بھی تھی۔ چنانچہ سب عرب حج کو مکہ معظمہ آتے تھے۔ جہان قریش اور قریش میں عبد مناف کا خاندان سب سے با اقتدار تھا۔ حج اور دیگر میلے وحدت لسانی و خیالی میں بہت مددگار رہتے۔ ان مین ایک طرح کی جمہوریت موجود تھی۔ دارالندوہ مین وقت ضرورت ان کی "پارلیمان" کا اجلاس ہوتا تھا۔(۲) ان کے خطیب، سفیر، حاکم بالثالث، خزانہ دار وغیرہ بھی منتخب ہوتے تھے۔(۳) ملک مین چپکے ہی چپکے ذہنیت ترقی کر رہی تھی اور بیرونی ممالک کے سفر وغیرہ سے ان کے چند اعلیٰ تر دماغوں مین تلاش حق پیدا ہو گئی تھی۔ بعض لوگ شراب چھوڑ چکے تھے۔ متعدد لوگ بت پرستی سے خود بخود نفور ہو گئے تھے۔ موحدین بھی غیر موجود نہ تھے۔ انسانی قربانی بند ہو چکی تھی۔ اور اسی منت کا معاوضہ سو اونٹ مقرر ہو چکے تھے۔(۴) انسانیت پروری کا خیال پھیلنے لگا تھا۔ اور متعدد قبائل نے معاہدہ "حلف الفضول" کے ذریعہ ایک انجمن مظلوموں کی مدد کے لئے قائم کی تھی۔ غرض اس قسم کی قابلیت ملک مین پیدا ہو چکی تھی۔ کہ انھین ایک متمدن اور منضبط قوم بنا کر ان کی عملی قوتوں سے کام لیا جائے۔ اور ساتھ ہی ہمسایہ اجنبی حکومتین اوج کمال کو پہنچنے کے بعد تیزی سے رو بہ انحطاط تھین۔

ظہور قدسی ان حالات مین ۹ ربیع الاول ۵۳ھ قبل ہجرت (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) کو مولانا شبلی کے الفاظ مین "شاہ حرم" حکمران عرب، فرمانروائے عالم، شہنشاہ کونین۔ عالم قدس سے عالم امکان مین تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا۔ اللہم صل علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔"(۱)

سرورِ کائنات صلعم کا مقصدِ رسالت عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اسکو باور کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کہ آنحضرت صلعم کی پوری کوشش اور جد و جہد کا منشا فقط یہ تھا کہ خدائے واحد ہی کا بول "ہو"(۲) اور ایک ایسی حکومت کا قیام عمل مین آئے۔ جس پر ظلم معدوم ہو۔ ہر شخص اعتقاد کی کامل آزادی سے بہرہ ور ہو۔ دنیا سے بدامنی و فساد دور ہو۔ تاکہ ہر شخص کو اپنی قابلیت کے مطابق خدا کی پیدا کردہ چیزون سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کا موقع ملے۔ اور نیز جو ان

کو ممکنہ حد تک حکومت کی جانب سے امداد دی جائے۔ پس محمد رسول اللہ صلعم کا مشن اسی طرح پورا ہو سکتا تھا۔ کہ تمام انسان ایک مذہبی وسیاسی معاشرتی حکومت کے تحت لائے جائیں۔ جس کے بغیر امن وانتظام اور خودداری ممکن نہیں۔ آپ کی مشن کے ساتھ مذہبی اغراض سے یہاں ہمیں بحث نہیں ہے۔

ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ابتدائی دور رسالت میں اہل کرنے آنحضرت صلعم کو مال و دولت کی حسین عورتوں کے ساتھ عقد کی اور امارت وحکومت کی چاٹ دی تاکہ آپ نبوت کے دعوی سے باز آجائیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے اسے ٹھکرادیا اور کہا کہ اگر چاند سورج بھی مجھے توڑ کر لا دئے جائیں تو میں تبلیغ حق سے باز نہیں آسکتا" اس واقعہ سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ چالیس پچاس برس کی عمر تک آنحضرت صلعم کو دنیا کی کوئی خواہش نہ تھی۔ اس کے بعد بھی آپ نے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور بقیہ چند سالہ زندگی کو سیاسی واقعات سے پُر ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم آخر تک یہی فرماتے رہے کہ میں مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں اور بس"

حکمرانی کی تربیت پیدایش سے چند ماہ قبل باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانا۔ بچپن کا قبیلہ بنی سعد کے پہاڑوں میں گزارنا چند ہی سال کے اندر ماں اور دادا کا بھی دنیا سے کوچ کر جانا، ایک جنگ (حرب فجار) میں بعض بزرگ رشتہ داروں کے تیر بردار کی حیثیت سے شریک ہونا دو ایک تجارتی سفر شام کے اختیار کرنا، ایک معمر بیوہ سے شادی کرنے کے بعد غریب پروری اور نکو کاری کرتے کرتے مفید ترجذبات کے اثر سے خلوت گزینی پر مائل ہونا" یہی وہ چند باتیں ہیں جو اس دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ کے دادا قبیلہ قریش کے سردار تھے۔ یہ قبیلہ مکہ معظمہ میں آباد تھا۔ جو قدیم سے ملک عرب کا مرکز تھا۔ آپ کے دادا کے انتقال پر سرداری دوسرے خاندان میں چلی گئی آپ کے متعدد چچا بھی زندہ تھے۔ اس لئے آپ کو سرداری حاصل کرنے کا خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی وجہ سے بظاہر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سلطنت کے قیام کی تحریک اس زمانہ میں دل میں پیدا ہو گئی تھی۔

حکومتیں کس طرح قایم ہوئی ہیں؟ آنحضرت صلعم کی حکومت قیام حکومت کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانوں سے قبائل اور قبائل سے شاہی پھر شہنشاہی بنتی ہے۔ قبائلی دور تک

ور تقاطبعی ہوتی ہے اور بلا مخالفت لیکن قبائل کے شیوخ کو کسی مرکزی بادشاہ کی اطاعت پر جمع کر لینا آسان نہیں۔ شاہی سے شہنشاہی مملکت مختلف طور سے بن سکتی ہے اور جدید اضافہ ملک یا تو ایسے علاقے کا ہوتا ہے جس میں کوئی حکومت اور انتظام پہلے سے موجود ہوتے ہیں یا محض خود سر قبائل کے مقبوضات ہوتے ہیں۔

دوسری قبائل کے ملک کا الحاق دو طور سے ہو سکتا ہے یا تو بزور شمشیر یا بذریعہ تدبیر۔ یہ تو ظاہر ہے ا[...]ورو ثی طور سے کسی کو تاج شہریاری حاصل ہو جائے تو اس کو محفوظ رکھنا اتنا مشکل نہیں جتنا بزور بازو کوئی مملکت قائم کرنا۔ اسی طرح جدید مملکت ذلیل ذرائع سے نہیں بلکہ راست بازی اور پاک ضمیری سے قائم کرنا، مملکت قائم کر کے اسے مستحکم اور نا پائدار کرنا، حکومت عدل و انصاف سے کرنا اور نیک نام چھوڑ جانا بہر حال ان کے برعکس امور سے بہتر ہیں اور مشکل تر بھی۔

محض حسن ظن سے نہیں بلکہ استقرار و تفحص کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں عرب میں کسی مملکت کا قیام ایک واقعی مشکل کام تھا۔ ملک میں کوئی حکومت نہ تھی بے شبہ بعض خطوں پر چھوٹی چھوٹی شاہی حکومتیں حکمران تھیں اور وہ بھی اجنبی استعماریت کا شکار۔ (ان کو اپنے ماتحت بنانا، ان کی حامی و محافظ قوی استعماری شہنشاہیوں سے مقابلہ کرنے کے بغیر ناممکن تھا) ان حیرہ وغیرہ کی حکومتوں کے قطع نظر عرب میں عام طور سے صرف قبائلی حکومت تھی۔ جن میں آپس میں سخت رقابت اور موروثی جھگڑے صدیوں سے بیش از بیش ہی ہوتے چلے آ رہے تھے۔ غرض آنحضرت صلعم کو قبائل کی ان مرکز گریز قوتوں کو یکجا کرنا، ان میں معاشرتی اور اخلاقی کایا پلٹنے والی اصلاحات کو رائج کرنا عرب کی غیر ملکی نمائیوں کو آزاد کر کے ان کا الحاق کرنا ایک حکومت کے جملہ ضروریات قانونی و انتظامی کو بالکل نئے سرے مہیا کرنا اور اندرون ملک کی یہودی اور نصرانی مخالفتوں سے دوچار ہونا تھا۔ (یہودی مخالفتیں مذہبی، معاشی، سیاسی ہر قسم کی رہیں اور بہت سخت جیسا کہ آئندہ بھی اشارۃً ذکر ہوگا۔ اس مہم کو سر کرنے اور مملکت عرب کو قائم کرنے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مضبوط اور گہری بنیاد پر مستحکم حالت میں چھوڑ جاتے ہیں۔ رہا آپ کا نیک نامی سے مملکت کو قائم کرنا اور نیک نامی سے حکومت کرنا اور اپنے بعد بھی نیک نام چھوڑ جانا۔ اس سلسلہ میں کچھ لکھنا تحصیل

حاصل ہے۔

ان سب کے علاوہ قیام کے دو بڑے ذریعہ یعنی زر اور زور (فوج) میں سے ایک بھی آپ کے پاس نہ تھے اور اِن سب سے بڑھکر یہ کہ آپ حکومت کا قیام حکومت کرنے کی غرض سے نہیں چاہتے آپ کا پہلا اور آخری مقصد برے رسم ورواج کو مٹانا اور مذہب اسلام کی تبلیغ کرنی بغرض مقصد وحید اصلاح قوم تھا۔ اسی وجہ سے لوٹ مار، ظلم، طمع، لالچ، مکر و فریب، دغا وغیرہ (جن سے اپنے گروہ جمع کیے جاسکتے ہیں اور دولت جمع کی جاسکتی ہے) آپ کے طریق سے خارج تھے۔ آپ کو تبلیغ دین کرنے منبعین فراہم کرنے تھے اور اصولاً اور حسب معمول یہ تبع ابتداً عموماً مفلسوں، غریبوں، مسکینوں وغیرہ پر ہی مشتمل تھے۔ جن سے معمولی امداد تو کجا خود اُن کی جانی و مالی حفاظت مشکل تھی۔ ان سب امور کے باعث قیام حکو مت میں آپ کے لئے بے اندازہ اور بے انتہا مشکلیں پیش آتی تھیں اور آئیں بھی ان پر آپ کس طرح غالب آئے آئیندہ مذکور ہوگا۔

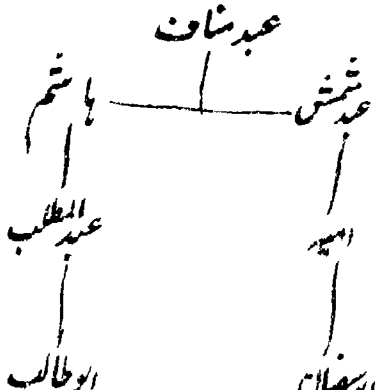
ابتدائے کار | چالیس سال کی پختہ عمر میں عرفان سے مالا مال ہوکر اور ربانی ہدایت کے ماتحت (ہونے کا دعویٰ فرماتے ہوئے) آنحضرت صلعم نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس سے سخت تر کام نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ عربوں کی سی اجڈ اور پُر نفاق قوم کو خدائے واحد کی پرستش پر یکجا کرنا سکام، اخلاق سکھانا اور تمام سابقہ دینے والے متبعین کو بھائی بھائی بنا دیا (؟) یہ آپ کا منشا تھا متلاشیان حق دوڑ پڑے کہ حیثیہ حیات کا پتہ لگ گیا۔ غرض چند سال کی خفیہ اور پھر علانیہ کوشش اور تبلیغ سے دنیا کے چند اعلےٰ ترین دماغ مل گئے۔ جو آپ کی تعلیم کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ تن من سے اسکی توسیع پر آمادہ ہو گئے۔ زبردست ہم خیالوں کا پیدا کرنا آئیندہ ہونے والے کام کی مضبوطی تھی۔

جب اس کا چرچا پھیلا۔ اور کچھ اہل مدینہ آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے تو آنحضرت نے اُن سے عہد لیا کہ اگر آپ کو مدینہ آنا پڑے تو یہ لوگ پوری امداد دیں گے اور حفاظت کریں گے"

حریت خیال اور آزادی تبلیغ میں جب مزاحمت ہوئی تو اُس کی شدت کے باعث آنحضرتؐ ترک وطن پر مجبور ہوئے اور بظاہر یہ واقعہ حکومت کے قیام کی تحریک کا پہلا باعث ہوگا۔ یعنی دشمنوں

کو شکست دے کر فاتحانہ وطن کو لوٹنا ہر ایسے جبری تارک وطن کی فطری خواہش ہوتی ہے اغرض جو بھی ہو مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں قیام اختیار کیا گیا۔ جہاں سیکڑوں ہی متبعین موجود تھے اور جن سے مدد کا معاہدہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کرنا قریش کی جانب سے عملاً ایک اعلان جنگ تھا اس پر مستزاد انھوں نے اسلام کو تباہ کرنا اپنا قومی مقصد بنا لیا جیسا کہ بعد کے حالات سے ثابت ہوتا ہے۔

آپ کی مخالفت جو اہل مکہ کر رہے تھے اس میں بنو اُمیہ کا خاندان پیش پیش تھا اور یہ مخالفت پشتینی تھی۔ کیونکہ عبد مناف کی زندگی میں اُن کے



فرزند اکبر عبد شمس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے فرزند اصغر اور اُن کے بعد اُن کی اولاد نے سرداری حاصل کی۔ لیکن عبد شمس کی اولاد کا دعویٰ باقی رہا۔ اور ہاشم سے ان کا جھگڑا عبد مناف کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا۔ آخر عبد المطلب اور ابو طالب کی وفات پر بنو امیہ نے مکمل اقتدار حاصل کیا۔ اب آنحضرت صلعم کی اطاعت گویا دوبارہ بنو اُمیہ کے لئے بنو ہاشم کی اطاعت پر مجبور ہونا تھا۔ چونکہ بنو اُمیہ اب قریش کے سردار تھے اس لئے ان کا مخالفت پر تلنا گویا پورے اہل مکہ کا تلنا تھا۔

آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ آتے ہی اس بات کی کوشش کی کہ اپنے تمام ساتھیوں میں اتحاد و اتفاق کی روح کو ترقی دیں۔ اس سے پہلے عربی قبائل میں باہم چشمک رہا کرتی تھی۔ خصوصاً اہل مکہ تو سب کو حقیر سمجھتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے یہ انتظام فرمایا کہ تمام اہل مکہ کا جو مدینہ منورہ ترک وطن کر کے آئے تھے۔ مسلمانان مدینہ کے ساتھ بھائی چارہ (عقد مواخات) کرا دیا (۱) یہ فقط برائے نام نہ تھا۔ یہ کارروائی اس جوش و خروش سے قبول کی گئی کہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کو ہر چیز میں اپنا شریک بنا لیا۔ اپنی دولت کا آدھا حصہ انھیں دے دیا۔ ان میں سے کوئی مرتا تو اس کا مسلم وارث بھی ٹھہرتا تھا (۱)

اس سے متعدد فائدے ہوئے۔ بے گھر دبے بس اہل مکہ چین سے بس گئے۔ قبائلی تعاصب اور علیحدگی کا یک قلم خاتمہ ہوگیا۔ اور تمام مسلمانوں میں بلا امتیاز رنگ و زبان اخوت اور امداد باہمی کی حقیقی روح کام کرنے لگی۔

لیکن پھر بھی جو بے اطمینانی اور خوف و دہشت پھیلی ہوئی تھی اس کا کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسلمان مسلح سر بکف ہوتے تھے۔

غرض آنحضرت صلعم نے اپنی تمام موجودہ قوتوں کو نہ صرف ایک مرکز کے تحت قائم کر لیا بلکہ ان میں اعلےٰ درجہ کا ضبط (ڈسپلن) اور مل کر کام کرنے اور اُبھرنے کا غیر مختتم جوش بھی پیدا کر دیا۔ عرب یوں بھی ایک جنگجو قوم تھی۔ اب ان کی قابلیتوں کو ابھار کر ان سے بہتر فائدہ اُٹھایا جانے لگا۔

اس کے ساتھ ہی آس پاس کی اجنبی قوتوں سے (یعنی یہودی و دیگر عرب قبائل سے) معاہدے کرنے شروع کر دیئے۔ ان معاہدوں کا مقصد یہ تھا کہ قریش کے منصوبے کے خلاف حلیف پیدا کر کے قومی حفاظت کا مقصد حاصل کیا جائے۔ چنانچہ یہودیوں کے معاہدے کا متن یہ تھا:-

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے قائم چلا آتا ہے اب بھی قائم رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۴) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کریگا۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امداد نہ دے گا (شبلی نے امداد کی جگہ امان لکھا ہے)

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک یکدگر ہوں گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

بنی ضمرہ کے معاہدہ کے یہ الفاظ تھے:۔

"یہ محمد رسول اللہ (صلعم) کی تحریر ہے بنو ضمرہ کے لئے ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا۔ اس کے مقابلے میں اُن کی مدد کی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ یہ

لوگ مذہب کے مقابلے مین لڑین اور پیغمبر (صلعم) ان کو مدد کے لئے بلائین گے تو یہ مدد کو نہین گئے۔
اس زمانے مین عید رمضان کے دن فطرہ یعنی غلہ خیرات کرنے کا حکم ہوا جس پر آئندہ
بحث ہوگی۔ ان انتظامات کے ساتھ آنحضرت صلعم کا اصل مقصد و فرض یعنی تبلیغ اسلام کا کام بھی
برابر جاری رہا اور روز بروز حلقہ بگوشون کی تعداد مین اضافہ ہوتا گیا۔ اہل مکہ کو کچھ تو اس بات کی
جلن تھی۔ کہ آنحضرت صلعم ان کے ہاتھ سے صحیح و سلامت نکل گئے تھے اور اس سے زیادہ یہ خوف
تھا۔ کہ آپ کی روز افزون طاقت کسی نہ کسی دن مکہ معظمہ پر حملے کا باعث ہوگی۔ اس لئے سو لوگ ان
قریش مخالفت کا سامان کرنے لگے۔ ادھر بھی کوئی غفلت نہین برتی گئی تجسس اور خبر رسانی کا کافی
انتظام قایم کیا گیا۔ پتہ چلا کہ مکے والون کا ایک قافلہ شام جا رہا ہے۔ جس کے سردار طے کر چکے تھے کہ
جلد منافع مخلاف مسلمانان مہم کی سربراہی کے لئے مخصوص کر دیا جائے گا۔ وجہ کافی تھی۔ اس کو
روکنے کی کوشش کی گئی۔ مگر اسلامی دستہ دیر سے پہونچا۔ اس سے مکے اور مدینہ کے سیاسی تعلقات
کی فضا اور مکدر ہو گئی۔ دو ایک چھوٹی مقامی جھڑپین رہین مگر آنحضرت صلعم جنگ کو برابر ٹالتے رہے یہانتک
کہ ایک موقعہ پر جب مسلمانون کے ایک خبر رسان دستے نے لوٹ مار کی اور دو ایک آدمیون کو مار
ڈالا تو آنحضرت صلعم کے ہمراہیون سے مڈبھیڑ ہو گئی باوجود ایک اور تین کے تناسب کے اعلیٰ ترحربی
انتظام اور فوجی ضبط کے باعث آنحضرت صلعم کو شاندار فتح ہوئی ہے۔ اہل مکہ شکست کا بدلہ لینے
کے لئے بے چین ہو گئے۔ جلد ہی وہ مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے۔ وہان بھی خبر لگ گئی تھی۔
اور گو اس مقابلے مین مسلمانون کو شکست ہوئی (۶۲۳) لیکن مکے والے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے
اور ان کے لئے فتح شکست برابر رہی۔

(باقی آئندہ)

بزم مستورات

محترمہ ایڈیٹر صاحبہ تسلیم۔

یکم اپریل کے مستورات میں کسی بہن صاحبہ نے کروشیا کی کتاب کا پتہ دریافت کیا ہے میرے خیال میں عصمتی کروشیا بہت عمدہ کتاب ہے۔ بہن صاحبہ ایک کتاب دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی سے منگوا سکتیں ہیں کتاب کی قیمت قریباً دو روپیہ ہے۔

راقمہ مسز اسحاق الیاس

پیاری ایڈیٹر صاحبہ تسلیم

بہن ادیبہ صاحبہ کے متعلق جو حالات مستورات میں کئی اشاعتوں سے چھپ رہے ہیں کیا آپ ان مفصل واقعات اور ان اعلیٰ خوبیوں سے مطلع کر سکتی ہیں جس سے بہن موصوفہ نے غریب بچیوں اور معزز بہنوں کو دھوکا دیا۔ یا وہ بہن جنھوں نے ان کو روپیہ بھیجا۔ اور انھوں نے اسکی رسید تک نہ بھیجی ان کے ان خطوں کو جو رقم حاصل کرنے غرض سے اُن کو بھیجے گئے۔ اسکو مستورات کی کسی اشاعت میں درج کرا سکتی ہیں۔ اگر دراصل ہماری معزز بہن نے ایسا کیا ہے تو ان کو اس کا جواب دینا چاہیے کہ کیوں کیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ یا کوئی دوسری بہن مفصل حالات سے مطلع کریں گی۔

خاکسار حمیدہ بانو رہتک

محترمہ اڈیٹر صاحبہ۔

مستورات کی کئی اشاعتوں میں بہن ممتاز رفیع بیگم صاحبہ کے متعلق کچھ نہ کچھ چھپ رہا ہے۔ میں بھی بہنوں کو مطلع کرنا چاہتی کہ بہن موصوفہ نے مجھ غریب سے بھی ایک معقول رقم وصول کرلی ہے۔ انشاءاللہ پھر فرصت سے مفصل حالات لکھونگی۔

خاکسار جہان آرا

گھریلو دوائیاں

آشوب چشم ۔ اگر آنکھ دکھنے آئے تو بورک لوشن، یا زنک لوشن سے آنکھ دھو کر صاف کیجئے ،صفائی کی طرف زیادہ توجہ کرنے سے اول تو آنکھیں دکھتی ہی بہت کم ہیں اور آ بھی جائیں تو تکلیف بڑھنے نہیں پاتی! اسکے علاوہ ذیل کی دوائیں حسب علامات کھلانا مفید ہوں گی

فیرم فاس ۔ ابتدا میں۔ اگر ورم ۔ درد ، یا سرخی ۔ بہت زیادہ ہو

کالی میور ۔ اسکے بعد بھی اگر درد زیادہ رہے ۔ یا زخم ہو گئے ہوں ۔

مگنیشیا فاس ۔ درد بہت ہی شدید اور بے چین کرنے والا ہو۔ تمام رات کھٹک کے سبب بچہ روتا رہے ۔ تو اسے فارم فاس کے ساتھ یکے بعد دیگرے دینا چاہیئے ۔

کلکیریا سلف ۔ اگر رطوبت گاڑھی ، یا خون آمیز ہو ۔ یا پپوٹے صبح کو چپکے ہوئے ہوں

کالی سلف ۔ اگر رطوبت کیچڑ، زیادتی کے ساتھ نکلے ، اور رنگ سبزی مائل یا زردی مائل ہو ۔ روشنی برداشت نہ ہو سکے ۔

نیٹرم فاس ۔ نوزائیدہ بچوں کی آنکھوں سے مواد ملی ہوئی رطوبت نکلے

نیٹرم میور ۔ آنکھیں صبح کو بہت چپکی ہوئی ہوں ۔ پانی بہے ۔ روشنی سے ڈکی لگتی، پپوٹوں کے کنارے متورم، اور سرخ ہوں، جلن ہو ۔ تو نیٹرم فاس کے ساتھ یکے بعد دیگرے ۔

سلیشیا ۔ اگر رطوبت بہت گاڑھی نکلے ۔

خورشید اقبال حیا میرٹھی

جام جہاں نما

دارالسلطنت دہلی سے کلکتہ بدل دیا جائے گا۔

حضور نظام نے کلکتہ میں محل خرید لیا۔

کلکتہ ۵ مئی ۔ فارورڈ کا اسپیشل نامہ نگار لندن سے اہم خبر ارسال کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ فیڈریشن کے بعد ڈیوک آف کینٹ کو "پرمانٹ وائسرائے آف انڈیا" بنایا جائے گا، گورنر جنرل کا عہدہ الگ کرنا جائے گا۔ جو ہر ۵ سال کے بعد بدل جایا کرے گا۔ اور دارالخلافہ دہلی سے کلکتہ میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ والیان ریاست ایسا ہی چاہتے ہیں۔ نظام حیدرآباد نے تو کلکتہ میں ایک محل خرید بھی لیا ہے۔ دوسرے مہاراجے بھی خریدنے کا انتظام کر رہے ہیں۔

عراق میں ہوابازوں کی حوصلہ افزائی

بغداد میں طیارہ رانی کو فروغ دینے کے خیال سے حکومت نے طرافی صداقت نامے جاری کیے ہیں جو فن طیران میں اچھی کارگذاری دکھانے پر حاصل کریں گے اور ان کو وزیر دفاع اعلیٰ خدمات فوج میں دیں گے۔

یورپ میں دو سال کے بعد جنگ یقینی ہے

شنگھائی ۵ مئی ۔ مسٹر دانحو میں وزیر ڈنمارک نے جو تین ماہ کی رخصت پر واپس آئے ہیں۔ انھوں نے کہا جنگ کی تیاریاں یورپ میں شدومد کے ساتھ جاری ہیں۔ دو سال تک جنگ کا کوئی امکان نہیں آج کل یورپ میں جنگ عظیم سے قبل کی حالت ہے تخفیف اسلحہ کانفرنس کی ناکامیابی سے اجتماعی تحفظ کے مسئلہ پر ایک شدید ضرب لگی ہے۔

خدا ہمیں اسلام اور عربوں کی خدمت کی توفیق بخشے۔ بغداد ۲۲ اپریل کامل ایک ہفتہ تک

عراق میں سیر و سیاحت اور تقریبات و مودت و اخلاق کے گنجان نظام اٹل میں مصر دفیت کے امیر سعود ولیعہد حجاز آج بصرہ سے عازم ریاض ہوئے آپ کے جلوس میں (۱۲۵) موٹر کاروں میں اصحاب حاشیہ و محافظین بھی ہیں۔ جس وقت امیر سعود بغداد سے سپیشل ٹرین کے ذریعہ بصرہ پہونچے ہیں تو حسب ذیل برقیہ جلالۃ الملک غازی کے نام روانہ کیا۔

اس وقت کہ میں اپنے ہمسایہ ملک سے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ سے مستدعی ہوں کہ اپنے حسن التفات کے لئے شکریہ اور امتنان قبول فرمایئے آپ کی حکومت اور رعایا نے مودت صادقہ کا اظہار کر کے میرے قلب کی گہرائیوں میں گھر بنا لیا ہے۔ میرے قلب میں سرور و ابتہاج کا تموج ہونے لگتا ہے۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ہمسایہ ملک میں ہر طرح سے جملہ شعوب حیات میں ارتقا رکار فرما ہے اور میں اس روح خالص عربیت سے بیحد مسرور ہو گیا۔ جو عراق کے رگ و ریشہ میں دوڑ رہی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپکی حکومت کی تمام کوششیں رعایا کی فلاح و بہبودی کے حق میں بارآور ہو کر رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمت اسلام و عرب کی توفیق عطا فرمائے۔ (سعود)

ایک خطرناک ڈاکو اور پولس میں جنگ

لاہور ۲۰ مئی۔ قصبہ ٹیا نوالہ میں ایک خوفناک ڈاکو کے پناہ لینے کی خبر سن کر پولس کی جمعیتہ موقع پر پہونچی دیہاتیوں کی امداد سے محاصرہ کر لیا۔ ڈاکو نے راہ فرار بند دیکھکر پولس پر گولیاں چلادیں ڈاکو کی گولیوں کا جواب دیا گیا۔ ڈاکو اور تین دیہاتی مجروح ہوئے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی رہن رکھدی

اندور ۲۰ مئی۔ عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنی بیوی کو رہن رکھدیا تھا۔ مدعی نے دعوی کیا ہے کہ مدعا علیہ سے اسے زر اصل مع خرچہ خوراک واپس دلوایا جائے۔

بستی نئی میں آتشزدگی

دہلی ۔ ۹ مئی۔ بستی نئی کرہ میں چارہ کے ذخیرہ میں علی الصباح آگ لگ گئی پانچ صد روپیہ کا نقصان ہوا۔

دسترخوان

گلاب جامن

کھویا آدھ سیر اراروٹ سنگھاڑہ آدھ پاؤ قند سفید ڈیڑھ سیر گھی ڈیڑھ سیر۔

ترکیب اول۔ قند کی دو تار کی چاشنی تیار کر کے رکھ لو پھر کھوئے میں سنگھاڑے کا آٹا ملا کر خوب لت کرو ایک ذات ہو جائے۔ پھر تھوڑی دیر دم دے کر جامن کے برابر گولیاں بناؤ اور شیرہ میں ڈالتی جاؤ۔ جب تمام شیرہ جذب ہو جائے کسی برتن میں نکال کر صرف میں لاؤ۔

بیسن کے لڈو

بیسن سیر بھر گھی سیر بھر شکر ڈیڑھ سیر۔

ترکیب بیسن اور گھی کڑھائی میں ڈال کر خوب بھونو۔ جب خوشبو آنے لگے اتار لو جب سرد ہو جائے شکر ڈالو اور آدھ پاؤ پستہ بادام اور دو تولہ الائچی کے دانے اور پاؤ بھر مصری سے لڈو باندھ لو۔

پیٹھے کی مٹھائی

پانچ سیر کا پیٹھہ لو۔ اور اس کو چھیل کر اندازہ سے ایک سے ٹکڑے کرو بعد ازاں ایک تولہ قلعی دیکر خوب دھو اور کپڑے میں ڈال کر نچوڑ لو اور پھیلا دو بعد ازاں چار سیر قند کی چاشنی بناؤ۔ جب ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے قتلے ڈالدو اور ہلاتے جاؤ اور جب دیکھو کہ چاشنی چھوڑتا۔ کی ہو گئی ہے نیچے اتار کر خوشبو دو اور گھسنی سے چاشنی اوپر چڑھاتی جاؤ۔

مونگ کے لڈو

پیٹھی دال مونگ نہایت باریک سیر بھر شکر ڈیڑھ سیر ترکیب اول پیٹھی کو کڑھائی میں ڈالو اور گھی ڈال کر خوب بھونو۔ جب خوشبو آنے لگے نیچے اتار لو اور دوسرے برتن میں نکال لو۔ بعد ازاں شکر اور میوہ مناسب وزن کا ڈال کر لڈو بناؤ۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۰۰

قیمت فی پرچہ ۲ر

پرنٹر و پبلشر حبیب بلقیس بیگم نے مستورات پریس میں چھپوا کر شائع کیا

چندہ ...

مستورات

مالکہ و مدیرہ

حبیب بلقیس بیگم

اغراض و مقاصد

۱ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا۔

۲ ہندوستانی تعلیمیافتہ خواتین میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا۔

۳۔ ہندوستان کی وہ بری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہوگئی ہیں۔ انہیں دور کرنا۔

۴ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا۔ جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو۔

۵ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ لکھنا۔

۶۔ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین مقالے لکھنا

۷۔ ہندوستانی شریف بیبیوں کی طرز زندگی اور گھر کی اصلاح کرنا۔

۸۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی ترویج کرنا

۹۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری کے بہترین نمونے پیش کرنا۔

۱۰۔ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین لکھنا۔

۱۱۔ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا (۲) سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محصول ڈاک [illegible] سالانہ سے [illegible] اور والیان ملک سے پچیس روپئے، غیر مستطیع طالب علم و طالبات سے بشرط تصدیق [illegible] سالانہ (۳) "مستورات" میں متنازعہ فیہ مضامین شائع نہ ہونگی، البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریہ کے ساتھ شائع کئے جائیں گے (۴) سیاسی مضامین اور دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۵) جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ۱/ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے (۶) مضامین و نظم میں ایڈیٹر کو ترمیم و اصلاح کا پورا حق ہوگا (۷) تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ مہینے تک مفت جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایک سال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا اور دس خریدار دینے والے بزرگ محترم خواتین رسالہ کی سالانہ [illegible] بھیجی جائیں گی اور رسالہ بھی ایک [illegible] تک بلا قیمت بھیجا جائیگا (۹) ترسیل زر ہمیشہ ایڈیٹر کے نام ہونی چاہیے —

منیجر رسالہ "مستورات" [illegible]

فہرست مضامین

جلد ۴ | بابتہ یکم جون ۳۶ء | نمبر

مستورات سے

یکم جون کا پرچہ حاضر خدمت ہے۔ مجھے بہت ہی افسوس ہے کہ ۱۵ مئی و یکم مئی کا پرچہ جون میں نکلا۔ خداوند کریم وہ وقت بھی کبھی آئے گا کہ یہ اپنے وقت پر نکلے گا اور میری تمہاری کوشش کامیاب ہوگی۔

بہت سی بہنوں کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا۔ انکی بڑی عنایت ہوگی کہ اگر مجھے وی۔پی کی دقت سے بچا کر منی آرڈر کردیں یہ تو آجکل آپ سب کو معلوم ہوگا کہ کاغذ کسقدر گران ہے۔ دوگنے اور تگنے دام ہوگئے۔ رسالہ یا اخبار نکالنا کتنا کارے دارد ہے بہت سے پرانے پرچے بند ہوگئے دوسرے ایک عورت کی تنہا ہمت۔ کیا بہنوں کا فرض نہیں ہے کہ ایسی حالت میں اسکی اشاعت کی کوشش کریں۔

میں بھی حد سے زیادہ کوشش کر رہی ہوں کہ وقت پر نکلے۔ اب رہا ادیب بہنوں کا قصہ جس کے واسطے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ میرا خدانخواستہ کسی دشمنی یا برائی کیوجہ سے کسی ادیب بہن پر حملہ کرنا مقصود نہیں بلکہ جب میں ان کے متعلق دوسروں سے شکایت سنتی ہوں اور خوب مجھے دھوکا دیا جاتا ہے تو مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ افسوس آج کو ہمارا علم ایسا ہوگیا کہ ہم اسکی آڑ میں ادیب یا ادیبہ بنکر دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ممتاز رفیع بیگم کا واقعہ بھی میں ہرگز نہیں لکھتی اور نہ زبان پر لاتی اگر وہ مجھے خود دھوکا نہ دیدتیں۔ اب سنئے اور غور سے سنئے۔ بلکہ دس آدمی گواہ بھی ہیں۔ گذشتہ گرمیوں میں بہن موصوفہ کانپور تشریف لائیں کسی ہوٹل میں قیام کیا۔ مجھے ہوٹل سے اپنے آنیکا خط لکھا۔ کل آکر نماز بڑی خوشی سے ملنے گئی۔

دوسرے دن غریب خانہ پر بلانیکی دعوت کی۔ رات میرے یہاں قیام کیا صبح واپس ہوٹل گئیں۔

(باقی آئندہ)

تلوار کا سایہ

[تلوار کا سایہ رابرٹ بوچانن کی بہترین رومان خیال کی جاتی ہے۔ کتابی صورت میں ۱۸۶۷ء میں پبلک کے سامنے پیش کی گئی اور بہت مقبول عام ہوئی۔ کہانی نپولین اعظم کے وقت کی ہے جب ۱۸۱۳ء میں وہ فرانس کی سرزمین کے بہترین نوجوانوں کو اپنی ملک گیری کے ہوس میں لڑائی کے دیوتا کی بھینٹ چڑھا رہا تھا]

رنگروٹوں کا سردار

"رو ہان گنون" سارجنٹ چلایا۔ اور اسکی آواز ٹاون ہال میں قبر کی طرح گونج گئی۔ چاروں طرف خاموشی کا عالم تھا۔ کرو ملیکس کے نوجوان ایک دوسرے کو خوف سے دیکھنے لگے۔ کیا ان کے گاؤں کا سب سے خولصورت مضبوط اور دلیر جوان بزدل تھا؟ یہ ۱۸۱۳ء کے منحوس سال کا ذکر ہے جب نپولین اعظم فرانس کے بہترین نوجوانوں کو جنگ کی قربان گاہ میں بھیج رہا تھا۔ غریب لاچار بیواؤں کے اکلوتے بیٹے بھی جبریہ بھرتی سے مستثنیٰ نہیں کئے جاتے۔ روہان گنون بھی ان میں سے ایک تھا۔ روس کے برفانی علاقوں میں ۵ لاکھ آدمی ضایع کرنے کے بعد نپولین کو ۲ لاکھ مزید سپاہیوں کی ضرورت تھی اور بریٹون کے چھوٹے گاؤں کو جہاں کے لوگ زیادہ تر مچھلی پکڑ کر گذارہ کرتے تھے۔ ۲۵ آدمی مہیا کرتے تھے۔

"روہان گنون" سارجنٹ دوبارہ چلایا۔ میتر قرعہ اندازی کے بڑے بکس کے پیچھے جو میز پر رکھا تھا۔ اور جس کے گرد گاؤں کے لوگ جمع تھے اٹھا اور بے سود ادھر ادھر نوجوان چہرے کی شاندار صورت تلاش کرنے لگا۔

"تمہارا بھتیجہ کہاں ہے،" اس نے غصہ بھری آواز میں کارپورل ڈرول سے پوچھا۔

ڈرول نے جو نپولین کے آزمودہ افسروں میں سے تھا اور جسے آسٹرلٹز کی جنگ میں ٹانگ ضایع ہونے کے بعد سے پنشن مل گئی تھی۔ اپنی حسین بھتیجی مارسیل کی طرف دیکھا اس کے دھوپ سے جلے ہوئے چہرے والے چہرے پر ایک عجیب زردی چھائی ہوئی تھی۔

مارسیل جسکی رسیلی بھوری آنکھوں سے پریشانی ظاہر ہوتی تھی بولی" مزاج کی نادرستگی کیوجہ سے وہ آنے کے قابل نہین تھا۔ مین اسکے نام کا پرچہ اُٹھاؤن گی۔

اس حسین لڑکی کو دیکھنے پر میتر کے مہیب چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ بولا جسمہ میری حسین ہنی۔ تم اسکے نام کا پرچہ نکالو اور اسے خوش قسمت بناؤ۔

مارسیل نے جب اپنے ہاتھ بکس اندر ڈالا تو وہ کانپ رہا تھا۔ وہ ہاتھ اندر ڈال کر اتنی دیر رکی رہ کر کئی سپاہی ہنسنے لگے۔ لیکن گاؤن کی عورتون کا گروہ جو وہان کے پیچھے کے حصہ مین جمع تھا اسکی طرف آنسو بھری آنکھون سے اسکو دیکھ رہا تھا۔ انکو معلوم تھا۔ کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ وہ اپنے عاشق رو ہان کے مبارک نمبر نکالے ۔ ۲۵ آدمیون کی ضرورت تھی اور جن کا نمبر ۲۶ یا اس کے اوپر نکلے وہ آزاد تھے۔

میتر نے اپنی موچھون پر تاؤ دیتے ہوئے اور اپنا سر ہلا کر مارسیل کو جرأت دلاتے ہوئے کہا" آؤ۔ پیاری آؤ۔

مارسیل نے آہستہ سے ایک پرچہ کا نکالا اور اپنے چچا کو دے دیا۔ جسنے اسے کھول کر بغور پڑھا اور خوف زدہ دھیمی آواز مین اپنا تکیہ کلام دہرایا" کرے کی روح"

میتر بولا۔ کار پول اسے پڑھو۔ مارسیل اپنے چچا کیطرف حیرت زدہ نگاہون سے دیکھ رہی تھی کارپورل ذرول نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ناقابل یقین ہے۔ کاغذ سارجنٹ کے ہاتھ مین دے دیا

" روحان کنفرن نمبر ایک " سارجنٹ چلایا۔ مارسیل اپنے چچا سے چپٹ گئی اور اپنا چہرہ اُسکے بازو سے ڈھانپ لیا۔

روہان کنفرن جس نے پختہ قسم کھائی تھی کہ وہ نپولین کے حکم سے اپنے بھائیون کو قتل کرنے نہیں جائے گا۔ اور جو نپولین کو ایک خوفناک قاتل دیو سمجھتا تھا۔ جب تمام کو کرومیلکس مین واپس آیا تو اسے معلوم ہوا۔ کہ بھرتی ہونے والون کے حسرتناک رجسٹر پر اسکا مقام سب سے اونچا ہے۔

وہ ایک خلوت نشین نوجوان تھا۔ لیکن تنہائی نے اسکو خراب کرنے کی بجائے اسکے رحم اور محبت کے قدرتی جذبات کو اور قوی بنا دیا تھا۔ اُس نے اپنی بے اندازہ جسمانی طاقت کو بُرائی کے لئے استعمال

نہیں کیا تھا۔ اور تند سے تند کشتی میں بھی وہ کبھی بےرحمی یا وحشی پن سے نہیں لڑا تھا۔

تقریباً اسے اپنی جسمانی طاقت پر ناز تھا۔ لیکن اس کی روح شاعر کے دل کی طرح نرم تھی اور اس میں وہ بلند ہمتی تھی جو اکثر زیادہ طاقت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جب وہ اپنے جھونپڑے کے دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو ایک شیر معلوم ہوتا تھا اور اس کے زرد بال اسکی چوڑی پیشانی اور کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

مشتاق لوگوں کا ایک گروہ اسکا منتظر تھا اور جب وہ سامنے آیا۔ تو وہ سب چلانے لگے۔ ایک آواز آئی۔ آخر وہ آگیا۔ یہ آواز مکال گرلین کی تھی۔ بھرتی ہونے والوں کے سردار کے لئے تین مرتبہ واہ واہ۔

بین باجہ بجانے والوں نے ایک خوش کن راگنی چھیڑی۔ لیکن روہان جس کے چہرے میں سختی اور آنکھ میں کڑا پن تھا۔ بھیڑ میں سے ہوتا ہوا اپنے جھونپڑے کے دروازے کی طرف چلا گیا۔

آگ کے سامنے اسکی ماں پلو سے چہرہ ڈھانپے ہوئے رو رہی تھی۔ اور اس کے گرد اس سے ہمدردی کرنے والوں کا گروہ موجود تھا۔

روہان یہ سین دیکھتے ہی اصلیت سمجھ گئی۔ اور اسے اپنی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ موت کی طرح زرد چہرے کے ساتھ وہ فرش پر اپنی ماں کے پہلو سے لپٹ گیا۔ اسی وقت نوجوان لڑکیوں کا ایک گروہ ارسلینز کا گانا گا رہا تھا۔ ان سب کے آگے آگے ماریل تھی۔

روہان کی محبوبہ کے دل میں سخت کشمکش جاری تھی۔ جب اس نے وہ مہلک پرچہ نکالا تھا تو غم سے مغلوب ہوگئی تھی۔ لیکن اسکی مایوسی جلد ہی بہادرانہ غرور میں تبدیل ہوگئی جب اسے یہ خیال آیا کہ اس کا حبیب نپولین اعظم کا سپاہی بن رہا ہے۔ بچپنے سے وہ اپنے چچا سے اس عظیم الشان بادشاہ کی بہادری کے کارنامے سنتی آئی تھی۔ جسنے فرانس کے لشکروں کو پے در پے فتوحات کا راستہ دکھایا اور وہ کبھی خیال نہیں کرسکتی تھی کہ روہان اس کے اتباع سے انکار کرے گا۔ یہ سچ ہے کہ اس نے روہان کو کئی مرتبہ یہ کہتے سنا تھا۔ کہ وہ لڑائی سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن گرومیلکس کے اور بہت سے جوان بھی ایسا ہی کہتے تھے۔ اور باوجود اس کے جب وقت آیا اور انہیں لشکر اعظم کی خدمت کے لئے

سمندر کے مندر میں

کرو ملیکس کے قریب ویران ناہموار ساحل سمندر کے پر ایک بہت بڑا سنگ خارہ کا ایک بہت بڑا قرمزی غار تھا۔ جسکے گرد چمکدار کائی لٹک رہی تھی اور جسے سمندر کی شوریلی لہریں ہر وقت دھوتی رہتی تھی۔ ہوا اور پانی نے اسکی اونچی دیواروں پر ہزارہا خوبصورت اور منقش شکلیں بنا دی تھیں اور چٹان کی چوٹی سے غار کی چھت تک ایک تنگ نا چھید میں سے دھندلی اور پاکیزہ روشنی آ رہی تھی اسجگہ وہاں کا فر تعاقب کرنے والے سپاہیوں سے چھپا ہوا تھا۔ ہوا ٹھنڈی اور مرطوب تھی لیکن وہ ایک مضبوط جانور کی طرح سانس لے رہا تھا۔ اس نے سمندری کائی سے اس ڈھلوان پر جو چٹان کے چھید کی طرف جاتی تھی اپنا بستر بنالیا تھا۔ اور اس کی ماں ہر شام نیام آکر کھانا لٹکا دیا کرتی تھی۔ صرف چیندک اسکی مانوس بکری جو آزادی کے زمانے میں ہر جگہ اس کے پیچھے جایا کرتی تھی۔ اسکی رفیق تھی۔ وہ ایک عجیب تنہائی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن اس ناتانی بستر پر اسے اتنی ہی گہری نیند آتی تھی جتنی اسے گھر کے بستر پر آتی تھی۔

ایک دن صبح کو جب اسکی آنکھ کھلی تو اس کے کان میں ایک سنسناہٹ کی آواز آئی چٹان کے ادھار پر سے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا کہ غار کے مندر کے پاس لنگر پڑون پر سپاہیوں کا ایک گروہ کھڑا ہوا ہے۔

سارجنٹ چلایا۔ آو فقا نشاہ کے نام پر اطاعت قبول کرو۔ مطیع ہو جاؤ۔ اس کے سب سپاہی چلا اٹھے۔ ویران اور نیم تاریک جگہ ان کی جھنکار دار آوازوں سے گونج اٹھی۔

وہ وہاں چلایا۔ اگر تم یہاں آنے کی تکلیف گوارہ کرو۔ تو میری مردہ لاش پا سکتے ہو اور یہ کہتے ہوئے وہ اس روشنی میں آگیا۔ جو چٹان کے چھید میں سے آ رہی تھی۔

سپاہی۔ وہاں کر ڈھلوان کے کنارے پر دیکھ کر تعجب سے بھونچکے ہو گئے۔ اب وہ ایک دلیر تنہا فاقہ زدہ آدمی تھا۔ اسکے جسم پر چند چیتھڑے لگے ہوئے تھے اور اس کے سنہرے بالوں کی لٹیں اسکے کندھوں پر بکھر رہی تھیں۔ دماغی صدمے کی وجہ سے اسکی ہڈیوں پر سے گوشت اتر گیا تھا۔ لیکن ان کی آنکھیں ایک خوفناک روشنی سے چمک رہی تھیں۔

(باقی آئندہ)

ازدواجی زندگی اور اسراف

ازدواجی زندگی میں جو طرح طرح کی مشکلات اور پریشانی لاحق رہتی ہیں بلا مبالغہ ان میں سے نصف کا تعلق روپیے پیسے سے ہے طرح طرح کی ضروریات انسان کے دم سے لگی ہیں اور ان کی تکمیل کا خیال ہر وقت ایک جنون کی طرح مرد اور عورت پر سوار رہتا ہے۔ دن رات انسان کا دماغ اس الجھن میں مصروف ہے کہ ضروریات کی تکمیل کے لئے روپیہ کہاں سے لائے اور اگر روپیہ حاصل ہونا قطعی ناممکن ہے تو پھر اپنی کن ضروریات کو کس طریق سے کم کرنے کی کوشش کرے۔ اس سوال کا خاطر خواہ حل کبھی نہیں بنتا۔ مصروفیتوں کے باعث آج اسے بھول جاؤ یا مشاغل میں بھلا دینے کی کوشش کرو۔ لیکن کل پھر اپنی پوری پیچیدگیوں کے ساتھ یہ سوال خود بخود دماغ میں موجود ہو جائے گا۔

وسیع ضروریات اور محدود ذرائع کے باعث جتنی اذیت اور کوفت آپ نے برداشت کی ہے ذرا اس کا خیال کیجئے اور پھر دنیا میں جس قدر انسان آباد ہیں اُن کی تعداد سے ان کو ضرب دینے کی کوشش کیجئے۔ پھر آپ کو کچھ اندازہ ہو سکے گا کہ روپے پیسے کا سوال گھن کی طرح کیوں کر نوع انسان کی بیخ کنی میں مصروف ہے۔

اور جب آپ مندرجہ بالا ضرب دیں تو ان لوگوں کی تعداد کو نظر انداز نہ کر دیجئے گا۔ جو کھاتے پیتے اور متمول لوگ کہلاتے ہیں جہاں تک ضروریات اور ذرائع کا تعلق ہے امیروں کی حالت بھی غریبوں سے کم نہیں۔ تنخواہ یا تجارت کا منافع کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ پھر بھی ایسا شخص دنیا میں کوئی ہی ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ اسے اپنی تمام ضروریات اور تمام آرزوؤں کی تکمیل کی قدرت حاصل ہے۔

ایک شخص کی تنخواہ ہزار روپیہ ہوتی ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اگر میری تنخواہ ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو

جائے تو اتنی رقم میں میری تمام ضروریات نہایت آسانی اور سہولت سے پوری ہو جایا کریں گی۔ لیکن جہاں تنخواہ ڈیڑھ ہزار ہوئی کہ نامعلوم طریق سے ضروریات بھی پھیلنا شروع کر دیتی ہے اور پھر وہی پہلی سی صورت حالات پیدا ہو جاتی ہے۔ معمولی لوگوں کو جسمانی راحت کا کچھ حصہ ضرور مل جاتا ہے۔ لیکن دماغی حالت ان کی بھی کم و بیش اسی مزدور کی مانند ہوتی ہے جو دن میں ایک مدیہ پیدا کرے اس سے اپنے کنبہ کی پرورش کا فکر کرتا رہتا ہے۔

تفکرات اور الجھنوں کی ایک چکی ہے جو دن رات انسان کے دماغ اور اعصاب کو پیس رہی ہے۔ کبھی دوسرے تمام خیالات سے دماغ کو آزاد کر کے سوچیے تو کہ دنیا بھر کے انسان ضروریات کے ہاتھوں کیسے کرب کی زندگی گذار رہے ہیں۔ کبھی غور تو کیجیے کہ ایک مزدور اور اس کی بیوی جو چند آنے روزانہ پیدا کر اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے اور تن ڈھانکتے ہیں جنہیں بعض بعض دن کام نہ ملنے پر ایک پیسے کی بھی یافت نہیں ہوتی انہیں زندگی کیا گڑوا گھونٹ معلوم ہوتی ہوگی مسکرانے اور زبان کھولنے کو بعین کتنے بڑے حوصلے سے کام لینا ہوگا اور زندگی کی ایک ساعت گذارنے میں اپنے کتنے صبر اور کیسے استقلال سے واسطہ پڑتا ہوگا۔ ان کی حالت پر غور کریں گے تو پھر آپ کو اس بات پر تعجب نہ ہوگا کہ دنیا میں سرور گھرانے کم کیوں ہیں بلکہ آپ حیرت سے سوچیں گے کہ سرور گھرانے موجود تعداد میں بھی کیوں ہیں۔

چار یا پانچ صورتیں ایسی ہیں جو ضروریات کی تکمیل میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کا سبب بنجاتی ہیں۔ اول

(۱) بعض اوقات میاں تو کفایت شعار ہوتا ہے لیکن بیوی فضول خرچ ہوتی ہے اور اس طرح وہ مقروض ہو جاتے ہیں۔ عام طور سے یہ صورت حالات غریب گھرانوں میں دیکھنے میں نہیں آتی بلکہ اونچے گھرانوں میں پائی جاتی ہے۔ جہاں بیوی بڑے ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہے

(۲) بعض اوقات بیوی کفایت شعار ہوتی ہے اور میاں لکھ لٹ ہوتا ہے۔

(۳) بعض اوقات دونوں حریص ہوتے ہیں اور کنجوسوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۴) بعض اوقات دونوں فضول خرچ ہوتے ہیں اور برباد ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہو تو اب تصور کیجیے

کہ اگر اس قسم کے خیالات گھر بسا ہوں تو اُس سے باہمی تعلقات کے بگڑنے اور بہت نازک صورت اختیار کر لینے کا کتنا امکان ہے مرد دن بھر کی جانفشانی سے روپیہ پیدا کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اُس کے گاڑھے پسینے کی کمائی کیسی بے دردی سے برباد کی جا رہی ہے رفتہ رفتہ وہ زیادہ حساس بنجاتا ہے اور ملول و غمگین رہنے لگتا ہے۔ سوچتا ہے انھیں میری کیا پرواہ انھیں تو میری ضرورت صرف اتنی ہے کہ خرچ کرنے کو کما کر لا تا رہوں محنت کرتے کرتے میری عمر کے کئی سال گھٹ جائیں ان کی بلا سے اس قسم کے خیالات اس کے دل و دماغ میں گھومتے رہتے ہیں اور اُن کی تلخیاں اس کے دل میں محبت کے پاکیزہ جذبہ کا گلا گھونٹ ڈالتی ہے۔

اسی طرح مرد یاروں دوستوں اور کھیل تماشوں میں بے دریغ روپیہ صرف کر رہا ہو اور بیوی بچے ضروریات زندگی کے لئے بھی محتاج ہوں تو بیوی ہر وقت کڑھتی اور سلگتی ہے اور سوچتی ہے کہ میری حیثیت تو گھر میں ایک ملازمہ کی ہے کہ جتنا روپیہ باہر کی فضول خرچیوں میں سے بچے اس میں سے نوکرانی کی تنخواہ نہ ادا کر کے جہاں کھلا کھلا کر میں اس سے گھر کا خرچ چلاؤں اس قسم کے احساسات اسے اُداس اور گھر اور زندگی سے دل برداشتہ بنا دیتے ہیں۔

زیر لب شکوہ شروع ہوتے ہیں ایک دوسرے کو طعنے دئیے جاتے ہیں۔ پھر کھلم کھلا لڑائی کی نوبت آجاتی ہے آخر علیحدگی کی کوئی صورت نکلتی ہے اور یا زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ اگر ہم گھر میں مسرور زندگی بسر کرنے کے آرزومند ہیں تو علاوہ اور باتوں کے روپیہ پیسہ اٹھانے کے متعلق بھی میاں بیوی میں کوئی مفاہمت ہونی چاہیئے۔

بعض ایسے اٹل اور ضروری قوانین ہیں کہ ان کا خیال نہ رکھنا بید خطرناک ہے اور ان پر عمل کئے بغیر گھریلو زندگی کبھی خوشگوار صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ ان قوانین کو سب جانتے ہیں لیکن کتنے لوگ ہیں جن پر عمل کرنے کی اشد ضرورت کا احساس بھی رکھتے ہیں ایسی حالت میں اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ بار بار اُن کو دہرایا اور ذہن نشین کرا دیا جائے۔

(۱) چادر دیکھکر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔

(۲) وقت بے وقت کے لئے کچھ روپیہ بچانا چاہیے۔

(۳) ہر خرچ کے متعلق میاں بیوی پورے طور پر ہمخیال ہوں
(۴) دونوں میں سے کوئی بھی کسی ذاتی خودغرضانہ راحت پر روپیہ صرف نہ کرے ۔
(۵) دونوں میں سے جو بھی روپیہ اٹھائے وہ باہمی تصفیہ کے بعد دوسروں کے اخراجات کیلئے ایک مشت روپیہ اسے دیدیا کرے ۔

ان ضروری امور میں سے آخری امر شاید بظاہر زیادہ اہم معلوم نہ ہوتا ہو ۔ لیکن حقیقت میں باہمی خوشگوار تعلقات کے لیے اس سے زیادہ ضروری بات اور کوئی نہیں ہے بڑی عمر کے مرد یا عورت کو اس سے زیادہ تکلیف دہ اور ذلت آمیز صورت اور کوئی نظر نہیں آتی کہ اپنی ذرا ذرا سی ضرورتوں کے لیے بار بار دوسروں سے تقاضا کرنا اور اُس کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑے ۔ جو مرد خود روپیہ اٹھاتا ہے اور بیوی کو پیسہ پیسہ کا محتاج رکھتا ہے وہ بڑا بے انصاف اور سنگدل ہے اور اپنی روح کو آلودہ کرتا ہے اسی طرح وہ عورت ذلیل فطرت کی ہے جو مرد کی تمام کمائی وصول کر کے اُسے ایک ایک پیسہ خرچ کرنے کو ترساتی ہے اس سے زیادہ گری ہوئی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو اس امر کا احساس دلائیں کہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کے رحم کا محتاج ہے اس سے زیادہ ضروری اور اہم امر میاں بیوی کے لئے کوئی نہیں کہ آمدنی کے استعمال کے متعلق ان کے درمیان کوئی واضح مفاہمت ہو جائے ..... مجھے ایک خاتون کا حال معلوم ہے جنہیں ان کے شوہر نے کہا تھا ۔ کہ تم روپیہ نہیں بچاتی ہو اور یہ سنکر وہ دل شکستہ ہو گئی تھیں وہ اس کا مطلب بھی سمجھی تھیں کہ تم کفایت شعار نہیں ہو ۔ یہ خاتون کفایت شعار تو تھیں مگر روپیہ بچا نہیں سکتی تھیں ۔ کفایت شعاری بے انتہا مفید ہے لیکن بُرے وقت میں کام آنے کے لئے بچت کی ضرورت ہے ۔ عورتیں عام طور پر کفایت شعاری سے کام لیتی ہیں ۔ اور مرد عام طور پر روپیہ بچاتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ عورتیں اچھی طرح روپیہ اٹھاتی ہیں لیکن سب اٹھا دیتی ہیں بچا نہیں سکتیں مرد اچھی طرح روپیہ اٹھا نہ سکیں ۔ لیکن اپنی ضرورتیں کاٹ کر عام طور پر کچھ بچت پیدا کر لیتے ہیں ۔ روپے کا اسراف بھی وقت اور قوت کے اسراف کی طرح بے انتہا اہم ہے اور اس کا خیال رکھنا بے انتہا ضروری ہے ۔ جس گھر میں روپیہ سوچ سمجھکر نہیں اٹھایا جاتا ۔ وہاں خوشگوار زندگی کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہو سکتی ۔

زہرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیا وہ آگیا ؟ تم نے اسے قید نہین کیا؟

کرسمان ۔ وہ ابھی نہیں آیا ۔

عثمان ۔ رات ۔ خوفناک رات تو اپنے پردے مین انکے گناہون کو کیسے چھپا سکتی ہے ۔ اتنی شفقت کے بعد زہرہ مجھے دہوکہ دے گی ۔ میں نہ بدلنے والی جنگ کا مقابلہ کرسکتا تھا ۔ جس سے میری طاقت مغلوب اور تباہ ہوجاتی ۔ لیکن آہ کمینہ پن کا دھوکہ اس کی طرف سے جس سے مین دیوانہ وار محبت کرتا ہون ۔

کرسمان ۔ میرے پیارے آقا ۔ دوبارہ اس کا خیال نہ کرو اور اپنا خیال انتقام کی طرف متوجہ کرو ۔

عثمان ۔ اے خدا ۔ ایک عورت اتنی جلدی کیسے بدل سکتی ہے ۔ تم جانتے ہو کہ مین کیسے اسکی پوجا کرتا کرتا ہون ۔ اُس نے میرے دل کو گھائل کردیا ہے ۔ کرسمان مجھ پر رحم کرو ۔ اور بھاگ جاؤ ۔ آہ وہ ظالم ہے

کرسمان ۔ عثمان او رہا ہے ۔ اے خدا وہ رو رہا ہے ؟

عثمان ہان اسکی ...... آنکھون سے نکلے ہوئے اولین آنسو ۔ ان مین تلخی ہے ۔ موت کی تلخی ۔ وہ خون سے سرخ ہین اُس کے خون سے جو میرے اوپر یہ بے عزتی لائی ۔ زہرہ تم زندہ نہ رہو گی ۔ دوزانو ہوجاؤ اور دعا کرو ۔ موت تمھارے سر پہ کھڑی ہے ! یہ کیا ہے ؟ ۔

نعیتان ۔ جلدی کرو اسے پکڑو ۔ اسے زنجیرون سے باندھ لو اور کھینچ کر میرے پاس لے آؤ ۔

[کرسمان چلا جاتا ہے ۔ اور زہرہ اور فاطمہ اس اندھیرے راستہ مین نظر آتی ہین]

زہرہ ۔ فاطمہ آؤ ۔

عثمان ۔ یہی وہ آواز ہے جو کبھی مجھے اپنی شیرینی کی وجہ سے لبھاتی تھی ۔ اور اب مجھے دہوکہ دے رہی ہے آہ ناپاک عورت مین تمھاری بات نہین سنون گا ۔ بلکہ تمھیں قتل کردون گا

[وہ خنجر نکال کر رینگتا ہوا آگے بڑھتا ہے] ہان وہی ہے ۔ اے خدا یہ زہرہ ہے ؟]

(خنجر اُس کے ہاتھ سے گر جاتا ہے اور وہ لوٹ آتا ہے)
میں ایسا نہیں کر سکتا۔

زہرہ ۔ فاطمہ یہ کیا شور تھا۔

فاطمہ ۔ آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آرہا ہے۔

عثمان ۔ (غصہ سے خنجر نکالکر) کیا یہ سب سچ ہے۔

زہرہ ۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ میرا دل دو چیزوں میں بٹا ہوا ہے۔ نیستان کیا تم ہو؟

عثمان ۔ (اسپر حملہ کرتے ہوئے) نہیں یہ میں ہوں۔ عثمان جسے تم دہوکہ دے رہی ہو۔ اور یہ تمہاری بے وفائی کی سزا ہے۔ (زہ اُس کے سامنے دوزانوں ہو جاتا ہے اور خنجر گھونپ دیتا ہے۔

زہرہ ۔ عثمان تم ۔ ہائے ۔ تم (وہ مر جاتی ہے ہاء

عثمان ۔ میں نے بدلا لے لیا ۔ اب مجھے جانا چاہئے ۔ میں اسکی طرف نہیں دیکھ سکتا ۔ میں نے کیا کیا؟ الفاف! نہیں میں رکونگا ۔ اُس کا عاشق آرہا ہے ۔ آخر کار اب میں اطمینان کے ساتھ نفرت کے تمام مزے لے سکونگا۔

(نیستان بیڑیاں پہنے ہوئے کرسمان کے ساتھ آتا ہے۔ مسلح غلام اسکی حفاظت کر رہے ہیں) دیکھ دیکھ ۔ بدنصیب قابل نفرت بدبخت ۔ دیکھ! تو نے میری زندگی کی خوشیاں ختم کر دی ہیں۔ لیکن وہ تمام مصیبتیں جو کمینے اور دہوکہ اور طریقوں سے مجھے اٹھانی پڑیں اب تم کو برداشت کرنا ہونگی بدمعاش وہ بے ایمان عورت جس سے تم محبت کرتے تھے اور جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی مری پڑی ہوئی ہے۔

نیستان ۔ میری بہن مر گئی ۔ زہرہ میری ہمشیرہ ۔ مر گئی؟ ۔

عثمان ۔ اسکی ہمشیرہ! نہیں یہ ناممکن ہے۔

نیستان ۔ وحشی ۔ یہ حقیقت ہے ۔ وہ میری حقیقی بہن تھی اور لوسی کان اُس کا والد تھا ۔ وہ مرچکا ہے اور میں زہرہ کے لئے اسکا ایک پیغام لا رہا تھا جس سے مجھے امید تھی کہ اس کا کمزور اور مذبذب دل اپنے مذہب کی طرف لوٹ آئے گا ۔ لیکن اُسنے خدا کو ناراض کیا اور اُس کا بدلہ اسکو مل گیا۔

عثمان ۔ (زہرہ کی لاش پر جاکر) کرسمان اسکی بیڑیاں کھول دو میری دولت عیسائی قیدیوں میں بانٹ دو اور انھیں جوپا کی بندرگاہ تک پہنچادو۔

کرسمان ۔ لیکن میرے آقا۔

عثمان ۔ میرا حکم مانو اور خاموش رہو۔ (منیتان سے) اور تم بدقسمت بہادر اپنی بہن کو لیجاؤ اور اپنے ملک میں دفن کردو۔ اگر لوگ کہیں کہ وہ معصومیت میں خدا کی بنائی ہوئی مخلوق میں سب سے زیادہ شیرین شریف خوبصورت اور نیک تھی تو کہنا کہ اسنے قتل کر دیا گیا۔ اور یہ کہ میں اس سے محبت کرتا تھا اور اس کا بدلہ لے لیا گیا

(وہ اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے)

بنت الاسلام

ماجدہ قرشیہ رضی اللہ تعالے عنہ

یہ کہا کرتی تھیں کہ جہاں کوئی کھٹکا ہوا اور کسی کی آہٹ میں نے پائی۔ تو مجھے بھی گمان ہوتا ہے کہ بس اس کے بعد ہی میرا خاتمہ ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ ایسے گھر کے رہنے والے کیسے کم عقل ہیں جنکو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں سے کوچ کرو اور وہ ہیں کہ اطمینان سے ٹھیرے ہوئے ہیں گویا ان کے سوا کسی اور کو کہا گیا ہے اور ان کو جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ اور اس حکم سے کوئی اور مراد ہے۔ اور کہا کرتی تھیں کہ فرمانبرداروں کو جو کچھ نصیب ہوا ہے۔ یعنی جنت میں جانا اور خدا کا راضی ہونا سب بدن کو تھکا کر حاصل ہوا ہے۔

ایک اندھی لڑکی کی دعا

تونے تاروں کو ضیا بخشی ہے سورج کو جمال — بارش انوار سے دنیا کی کھیتی ہے نہال
نور پاشی میں قمر ہے آپ ہی اپنی مثال — مجھکو ان چیزوں کی کچھ تمنا نہیں اے ذوالجلال
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

لوگ کہتے ہیں کہ رنگوں کے کئی اقسام ہیں — سرخ ہیں کالے ہیں پیلے اور نیلی فام ہیں
اور ان رنگوں سے وابستہ بہت سے کام ہیں — مجھکو کیا ہے یہ آنکھ والوں کے لیے انعام ہیں
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

سنتی آئی ہوں کہ کھلتے ہیں چمن میں لالہ زار — روئے گل پر رنگ برساتی ہے بستان کی بہار
تازگی سی رچ بن بھرتا ہے کلیوں کا نکھار — میں نہیں کہتی کہ یہ سب دیکھ لوں پروردگار
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

میری آنکھوں کو بصارت کی ہوس اصلا نہیں — بے بصر ہوں میں مگر اس کی مجھے پروا نہیں
تونے سمجھا ہے میں عاجز ہوں مگر ایسا نہیں — مجھکو ہرگز آرزوئے دیدۂ بینا نہیں
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

غلام رسول نازکی کشمیری

زہرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیا وہ آگیا ؟ تم نے اسے قید نہیں کیا ؟

کرسمان ۔ وہ ابھی نہیں آیا ۔

عثمان ۔ رات ۔ خوفناک رات تو اپنے پردے میں انکے گناہوں کو کیسے چھپا سکتی ہے ۔ اتنی شفقت کے بعد زہرہ مجھے دہوکہ دے گی ۔ میں نہ بدلنے والی جنگ کا مقابلہ کرسکتا تھا ۔ جس سے میری طاقت مغلوب اور تباہ ہوجاتی ۔ لیکن آہ کمینہ پن کا دھوکہ اس کی طرف سے جس سے میں دیوانہ وار محبت کرتا ہوں ۔

کرسمان ۔ میرے پیارے آقا ۔ دوبارہ اس کا خیال نہ کرو اور اپنا خیال انتقام کی طرف متوجہ کرو ۔

عثمان ۔ اے خدا ۔ ایک عورت اتنی جلدی کیسے بدل سکتی ہے ۔ تم جانتے ہو کہ میں کیسے اسکی پوجا کرتا کرتا ہوں ۔ اس نے میرے دل کو گھائل کردیا ہے ۔ کرسمان مجھ پر رحم کرو ۔ اور بھاگ جاؤ ۔ آہ وہ ظالم ہے

کرسمان ۔ عثمان رو رہا ہے ۔ اے خدا وہ رو رہا ہے ؟

عثمان ہاں اسکی ..... آنکھوں سے نکلے ہوئے اولین آنسو ۔ ان میں تلخی ہے ۔ موت کی تلخی ۔ وہ خون سے سرخ ہیں اس لئے خون ہے جو میرے اوپر یہ بے عزتی لائی ۔ زہرہ تم زندہ نہ رہو گی ۔ دور ہوجاؤ اور دعا کرو ۔ موت تمہارے سر پہ کھڑی ہے ! یہ کیا ہے ؟

نبیتان ۔ جلدی کرو اسے پکڑ لو ۔ اسے زنجیروں سے باندھ لو اور کھینچ کر میرے پاس لے آؤ ۔

[کرسمان چلا جاتا ہے ۔ اور زہرہ اور فاطمہ اس اندھیرے راستہ میں نظر آتی ہیں]

زہرہ ۔ فاطمہ آؤ ۔

عثمان ۔ یہی وہ آواز ہے جو کبھی مجھے اپنی شیرینی کیوجہ سے لبھاتی تھی ۔ اور اب مجھے دہوکہ دے رہی ہے آہ ناپاک عورت میں تمہاری بات نہیں سنوں گا ۔ بلکہ تمہیں قتل کردوں گا

[وہ خنجر نکال کر بیگناہوا آگے بڑھتا ہے] ہاں وہی ہے ۔ اے خدا یہ زہرہ ہے ؟]

(خنجر اُس کے ہاتھ سے گر جاتا ہے اور وہ لوٹ آتا ہے)

میں ایسا نہیں کر سکتا۔

زہرہ۔ فاطمہ یہ کیا شور تھا۔

فاطمہ۔ آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آ رہا ہے۔

عثمان۔ (غصہ سے خنجر نکالکر) کیا یہ سب سچ ہے۔

زہرہ۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ میرا دل دو چیزوں میں بٹا ہوا ہے۔ نسیتان کیا تم ہو؟

عثمان۔ (اسپر حملہ کرتے ہوئے) نہیں یہ میں ہوں۔ عثمان جسے تم دہوکہ دے رہی ہو۔ اور یہ تمھاری بے وفائی کی سزا ہے۔ (وہ اُس کے سامنے دو زانوں ہو جاتا ہے اور خنجر گھونپ دیتا ہے۔

زہرہ۔ عثمان تم۔ ہائے۔ تم (وہ مر جاتی ہے)

عثمان۔ میں نے بدلا لے لیا۔ اب مجھے جانا چاہیئے۔ میں اسکی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے کیا کیا؟ انصاف! نہیں میں رکونگا۔ اُس کا عاشق آ رہا ہے۔ آخر کار اب میں اطمینان کے ساتھ نفرت کے تمام مزے لے سکونگا۔

(نسیتان بیڑیاں پہنے ہوئے کرسمان کے ساتھ آتا ہے۔ مسلح غلام اسکی حفاظت کر رہے ہیں) دیکھ دیکھ۔ بدنصیب قابل نفرت بدبخت۔ دیکھہ! تو نے میری زندگی کی خوشیاں ختم کر دی ہیں۔ لیکن وہ تمام مصیبتیں جو کمینے اور دہوکہ آور طریقوں سے مجھے اٹھانی پڑیں اب تم کو برداشت کرنا ہونگی بدمعاش وہ بے ایمان عورت جس سے تم محبت کہتے تھے اور جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی ۔۔۔ لیٹی ہوئی ہے۔

نسیتان۔ میری بہن مرگئی۔ زہرہ میری ہمشیرہ۔ مرگئی؟

عثمان۔ اسکی ہمشیرہ! نہیں یہ ناممکن ہے۔

نسیتان۔ دشمن۔ یہ حقیقت ہے۔ وہ میری حقیقی بہن تھی اور لوسی کان اُس کا والد تھا۔ وہ مر چکا ہے اور میں زہرہ کے لئے اسکا ایک پیغام لا رہا تھا جس سے مجھے امید تھی کہ اس کا کمزور اور مذبذب دل اپنے مذہب کی طرف لوٹ آئے گا۔ لیکن اُسنے خدا کو ناراض کیا اور اُس کا بدلہ اسکو مل گیا۔

عثمان ۔ (زہرہ کی لاش پر جاکر) کرسمان اسکی بیڑیاں کھول دو میری دولت عیسائی قیدیوں میں بانٹ دو اور انہیں جو آپا کی بندرگاہ تک پہنچا دو ۔

کرسمان ۔ لیکن میرے آقا ۔

عثمان ۔ میرا حکم مانو اور خاموش رہو ۔ (منیبان سے) اور تم بد قسمت بہادر اپنی بہن کو لیجاؤ اور اپنے ملک میں دفن کر دو ۔ اگر لوگ کہیں کہ وہ معصومیت میں خدا کی بنائی ہوئی مخلوق میں سب سے زیادہ شیریں شریف خوبصورت اور نیک تھی تو کہنا کہ اسے قتل کر دیا گیا ۔ اور یہ کہ میں اس سے محبت کرتا تھا اور اس کا بدلہ لے لیا گیا

(وہ اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے)

بنت الاسلام

ماجدہ قرشیہ رضی اللہ تعالے عنہ

یہ کہا کرتی تھیں کہ جہاں کوئی کھٹکا ہوا اور کسی کی آہٹ میں نے پائی ۔ تو مجھے بھی گمان ہوتا ہے کہ بس اس کے بعد ہی میرا خاتمہ ہے ۔ اور ان کا قول ہے کہ ایسے گھر کے رہنے والے کیسے کم عقل ہیں جنکو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں سے کوچ کرو اور وہ ہیں کہ اطمینان سے ٹھیرے ہوئے ہیں گویا ان کے سوا کسی اور کو کہا گیا ہے اور ان کو جانے کی اجازت ہی نہیں ہے ۔ اور اس حکم سے کوئی اور مراد ہے ۔ اور کہا کرتی تھیں کہ فرمانبرداروں کو جو کچھ نصیب ہوا ہے ۔ یعنی جنت میں جانا اور خدا کا راضی ہونا سب بدن کو تھکا کر حاصل ہوا ہے ۔

ایک اندھی لڑکی کی دعا

تو نے تاروں کو ضیا بخشی زمیں کو جمال — بارش انوار سے دنیا کی کھیتی ہو نہال
نور باشی میں قمر ہے آپ ہی اپنی مثال — مجھ کو ان چیزوں کی کچھ نہیں اے ذوالجلال
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

لوگ کہتے ہیں کہ رنگوں کے کئی اقسام ہیں — سبز ہیں کالے ہیں پیلے اور نیلی فام ہیں
اور ان رنگوں سے وابستہ بہت سے کام ہیں — مجھ کو کیا یہ آنکھ والوں کے لیے انعام ہیں
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

سنتی آئی ہوں کہ کھلتے ہیں چمن میں لالہ زار — [illegible] برساتی ہے ساون کی پھوار
تازگی سی روح میں بھرتا ہے کلیوں کا نکھار — پر نہیں خواہش کہ سب دیکھوں پروردگار
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

میری آنکھوں کو بصارت کی ہوس اصلا نہیں — بے بصر ہوں میں مگر اس کی مجھے پروا نہیں
تو نے سمجھا ہے میں محتاج ہوں گر ایسا نہیں — مجھ کو ہرگز آرزوئے دیدۂ بینا نہیں
یہ تمنا ہے کہ اپنی ماں کی صورت دیکھ لوں

غلام رسول نازکی کشمیری

سرورِ کائنات کی حکومت
اُس کا قیام اور انتظام

گذشتہ سے پیوستہ

اس عرصہ مین جلیت یہودیوں کی بدعہدی ناقابل برداشت ہوگئی اور اُن کی اچھی طرح سرکوبی کی گئی (۱۰) مگر اس کے بعد ایک خطرناک ترین دور شروع ہوا شکست خوردہ یہودیون نے قریش کے ساتھ اتحاد کرلیا۔ اور ایک انتہائی آخری کوشش مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے شروع ہوئی اس واقعہ کو جنگ احزاب یا جنگ خندق کہتے ہین اسکی شدت کا خود قرآن شاہد ہے (۱۱) مگر آپ کی بھی برتر فوجی قابلیت اور سیاست دانی سے حریفون کو محاصرہ اٹھاکر واپسی پر مجبور کر دیا گیا (۱۲) اور مدینہ منورہ سے غدار یہودی عنصر کو بھی اِس کے بعد ہی خارج کر دیا گیا (۱۳)

مگر یہودیوں کا غرور اور اُن کی قوت پوری طرح نہ ٹوٹی تھی اور وہ خیبر کی نوآبادی مین آمادہ جنگ بیٹھے تھے۔ اس لئے ایک طرف تو اُن کی قوت کا قطعی طور پر استیصال کر دیا گیا۔ اور دوسری طرف صلح حدیبیہ مین قریش سے ایک معاہدہ۔۔۔ ہوگیا (۱۴) لیکن چند روز مین اُدھر سے بدعہدی ہوئی تو اِدھر سے ایک لشکر جرار نے جاکر مکہ معظمہ پر قبضہ کرلیا۔ ظالم گر بے بس حریفون کو عام معافی دے دی گئی اور یہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کا اثر تھا۔ کہ فاتح لشکر نے (جسے کبھی وہیں سے نکلنا اور انتہائی تکالیف و آلام کو برداشت کرنا پڑا تھا) اپنے سابقہ دشمنون کے قصورون کو یک لخت نسیاً منسیا کر دیا (۱۵) اس کی نظیر سے ہمارے علم مین تاریخ عالم تہی مایہ ہے۔

مکہ معظمہ کی فتح حکومت عرب کی بنیادی استحکام کا آخری مرحلہ تھا۔ اِس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ مین طوعاً و کرہاً (۱۶) سب عربون کو مرکزی حکومت کا فرمان بردار بننا پڑا ہر طرف سے اطاعت کے وفود آنے لگے اور مرکزی حکومت کی جانب سے ہر جگہ ٹیکس یا مالگذاری (زکوٰۃ) وصول کرنے والے

اور مذہبی و سیاسی فرائض انجام دینے والے افسر مقرر کئے جانے لگے[۱۴] اور آپ کے تدبر و انتظام کا نتیجہ تھا کہ عرب جیسے ملک میں ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہوگیا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم کا اقتدار جزیرہ عرب پر پوری طرح قایم ہوچکا تھا۔ اس سے پہلے صلح حدیبیہ کے دوران میں اپنی عالمگیر تعلیم سے دنیا کو مستفید کرنے کے لئے آپ نے سفارتیں روانہ فرمائیں۔ اور بین الاقوامی (یا صحیح تر اصطلاح میں بین الممالک) تعلقات کی بنیاد پڑی۔

اجنبی استعمار پر حملہ | عربی سلطنت پر اب اجنبی استعمار کی نظریں پڑنے لگیں۔ یہ اقدام ناگزیر تھا اس کی نمایاں صورت جنگ تبوک و موتہ میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ذریعہ عرب کی آیندہ سیاست معین ہوگئی۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے چند ہی دنوں بعد آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت اور ایک زبردست مہم کشورکشائی کے لئے فلسطین روانہ ہونے ہی کو تھی[۱۱]

حقوق شہریت کا منشور اعظم | حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلعم نے جو خطبے دیئے وہ تاریخ تمدن میں نہایت اہم درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں تفصیل سے رعایا کے حقوق و فرائض کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تفصیل سیرت شبلی، تاریخ ذہبی، ابن ہشام وغیرہ میں ملے گی۔ مختصراً تمام جاہلیت کے دستور پامال ہیں۔ سب انسان برابر ہیں۔ عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر کوئی فوقیت نہیں۔ فقط پرہیزگاری وجہ کرامت ہے۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہو۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ وہی پہناؤ جو خود پہنو۔ موروثی جاہلانہ انتقام باطل ہیں۔ جاہلیت کے سود لغو ہیں۔ عورتوں سے برتاؤ میں خدا سے ڈرو۔ تمھارا ان (عورتوں) پر اور ان کا تم پر حق ہے۔ ہر شخص کا جان و مال و آبرو محفوظ ہے ضابطہ قرآنی کو ملحوظ رکھ کر گمراہ نہ ہوگے۔ حقوق ترکہ و میراث متعین ہوگئے وارث کے لئے (مزید) وصیت نہیں۔ بچہ بستر والے کا ہے زانی کے لئے پتھر ہیں جو بچہ اپنے باپ کے سوا غیر اور جو غلام اپنے مالک کے سوا دوسرے کا ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ عورت اپنے شوہر کے مال سے اسکی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہ دے۔ قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیے کا بدلہ دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ باہمی خونریزی نہ کرو۔ ہر شخص اپنے فعل

کا ذمہ دار ہے بیٹا باپ کا، باپ بیٹے کا جو ابدہ ہے۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ نکٹا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کی عبادت کرو۔ پانچ وقت نماز پڑھو۔ مہینہ بھر کے روزے رکھو۔ میرے احکام کی اطاعت کرو جنت میں جاؤ گے۔

اسی زمانے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی "ہم نے تمھارا دین تمھارے واسطے مکمل کر دیا"

اعتماد علی اللہ

مشرکین مکہ نے ایسے شخص کے لئے جو حضور انور کا سر مبارک کاٹ کر لائے کثیر انعام مقرر کیا تھا۔ ایک مشرک نے آپ کو جنگل میں تنہا دیکھا۔ تلوار کھینچ کر قریب پہونچا اور کہا "بتاؤ اب تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔" آپ نے فرمایا "اللہ" اس بات سے اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ نے تلوار اٹھالی اور پوچھا "بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا" وہ خوشامد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا "وہی اللہ تجھے بھی بچا سکتا ہے۔ جس نے تیرے ہاتھ سے مجھے بچایا" یہ اعتماد علی اللہ دیکھکر وہ مسلمان ہو گیا۔

ہجرت کے موقع پر غار ثور میں جب آپ اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ چھپے ہوئے تھے۔ اور دشمنان اسلام تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے کے قریب آگئے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ دشمن آگئے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے

مناجات ظریف

خدایا تیری ذات ہے لاجواب کبھی جو نہ مانگے اسے دے شتاب
ہیں جتنے بھی دنیا مین خانہ خراب انھین تو کھلاتا ہے شامی کباب
ہماری بھی سن لے کبھی سرسری
مری بار کیون دیر اتنی کری

جو نخوت سے کھاتے نہین کوئی مال انھین کو کھلاتا ہے توشیر مال،
بہت اینٹھکر وہ جو چلتے ہین چال ہمیشہ یہی ان کا دیکھا ہے حال،
اُڑاتے ہین بریانی و تر تری،
مری بار کیون دیر اتنی کری،

بسائے ہین دنیا مین جو تونے ٹھرے ہین لئے اپنا ڈھولک سا پیٹ
ہے دولت مین رکھا انھین کو لپیٹ نہ دھکا ہے جن کو نہ کوئی جھپیٹ،
انھین مین ہے راجہ کوئی بھرتری
مری بار کیون دیر اتنی کری

ادھر جنکی بیٹی ہے کھاتے ہین تاؤ تقاضا ہے شرطون کا کاغذ لکھاؤ
چڑھادے کا زیور بھی سب کچھ دکھاؤ جو مانگیں وہ سب اپنے ہمراہ لاؤ
کبھی کم نہ ہوتیں منگن سے بری
مری بار کیون دیر اتنی کری

ترے دین کا ہو سکے کیا بیان ہے واقف تو ہی جو ہین راز نہان
ہوا طور پر جو ہے سب پر عیان بہانے سے آتش کے تو نے وہان
عطا کی ہے موسیٰ کو پیغمبری

مری بار کیون دیر اتنی کری

یہی قاعدہ ہم نے دیکھا ہے عام کہ دنیا میں جتنے رہے بد کلام
تکبر سے لیتے ہین تیرا نام انھی کے بناتا ہے دن رات کام
جو کرتے رہے ہین تری ہمسری
میری بار کیون دیر اتنی کری

جب آتا ہے گرمی کا موسم یہان تو بیچین ہو ہو کے سارا جہان
پہاڑون پہ کرتا ہے آبا ددیان طپش سے رگڑتا ہون مین ایڑیان
نہ شملے ہی پہونچا نہ کوہ مری
مری بار کیون دیر اتنی کری

ہوئی بعد اس کے جو سردی کڑی گھٹا دل پہ فکرون کی چھائی بڑی
مہادث کی اسپر لگی اک جھڑی مصیبت مین جان اور اپنی پڑی
بڑھی فکر تو شک لحاف اور دری
مری بار کیون دیر اتنی کری
ہین دنیا میں بستے بہت پہلوان یہان صرف گنتی کی ہین ہڈیان

ہوا سوکھ کر فکر مین ناتواں جو دیکھون تو آئیں نظر پسلیان
کیا کچھ نہ مجھکو تو ہی دی جری
مری بار کیون دیر اتنی کری

ہے امید دے گا تو خلد برین مگر آج کا کیا کرون مین حزین
یون ہی فکر میں ناچتا ہون زمین مگر ڈر ہے آوارگی سے کہین
مبادا کہیں ٹوک دے سنتری
مری بار کیون دیر اتنی کری

کوئی نوکری بھی نہ مجھ کو ملی یون ہی فکر مین عمر اپنی ڈھلی
خبر میرے معبود اب تک نہ لی ہین بہتر وہی جو گلی در گلی
لگاتے ہین آوازہ گوٹا زری
مری بار کیون دیر اتنی کری

کرون گھر کے احوال کا کیا بیاں کہ بارہ مہینہ مین بیماریاں
کبھی آنکھ اور تپ کبھی کھانسیاں تقاضہ ہے بیوی کا لاؤ میاں
سہاگ کبھی اور کبھی پھنکری
مری بار کیون دیر اتنی کری

تجھے چھوڑ کر کیوں کہوں اور سے مگر سوچتا ہوں بہت غور سے
موحد تو ہوں تنگ اس دور سے کھنچا کے پیر دہر اک طور سے
بجا لاکرین چین کی منسری مری بار کیوں دیر اتنی کری

یہ مانا کہ ہون میں لنگوٹی میں مست یہ تو جانتا ہے کہ ہون حق پرست
ظریف آج کل ہے بہت تنگدست کچھ ایسا ہوا ہے بہر طور پست
کبھی تو لیٹ اسکی بھی خبر ری
مری بار کیون دیر اتنی کری

تصنیف لطیف ظریف

مغل بیگمات

پردہ نشین مغل بیگمات کی دنیا محلات کی چہار دیواری ہی تک محدود تھی اُن کی تمام زندگی اس چہار دیواری میں گذر جاتی تھی اور دنیائے بیرونی پر اتفاقاً ہی کبھی نظر پڑ جاتی تھی۔ اگرچہ یہ دنیا محدود تھی مگر تمام عالم کی نیرنگیاں اس میں پنہاں ۔

بوجہ ان نیرنگیوں کے وہ یہ یقین کر لیتی تھیں کہ انھیں محلات کی دنیا میں رہنے کے لئے وہ پیدا ہوئی ہین ۔ محلات شاہی کے حسب ذیل قوانین مقرر تھے ۔ محل سرا کے دروازے پر حبشی خوجہ ۔ ترک غلام اور راجپوت سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا ۔ کوئی شاہی محل مین نہین جا سکتا تھا ۔ اگر کوئی اِن قوانین کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اسکی سزا موت ہوتی تھی ۔ تیز معمار بھی محل مین بذریعہ پروانہ داخل ہوتے تھے اور جب واپس آتے تھے ۔ تو حبشی خوجہ اُن کو بنظر غور دیکھتے تھے کہ آیا وہی آدمی ہین یا نہین ۔ اگر ان مین کوئی دوسرا شخص شامل ہوتا تھا ۔ تو اُس کو سزائے موت دی جاتی تھی ۔ جو عورتین حرم سے تعلق رکھتی تھین انکی تلاشی ہوتی تھی کہ کوئی منشی شئے مثل بھنگ ۔ چرس ۔ شراب وغیرہ تو اُن کے پاس نہین ہے اگر کوئی دوسری عورت حرم سرا مین داخل ہونا چاہتی تھی ۔ تو دیکھا جاتا تھا ۔ کہ کوئی مرد اس عورت کے لباس مین تو ملبوس نہین ہے رات کے وقت شاہی محل کا صدر دروازہ بند کر دیا جاتا تھا ۔ اور قفل سر بمہر کر دیا جاتا تھا ۔ اور دروازون کے برآمدون مین ساری رات مشعلیں روشن رہتی تھین ۔ ہر دروازہ پر ایک سنتری پہرہ دیتا تھا اور رات بھر وہان کسی مرد کا گزر ناممکن تھا ۔ ایرانی شعرا محل کی شان مین بہت قصیدے کہتے تھے ۔ کبھی محل کا فردوس برین سے مقابلہ کرتے تھے تو کبھی مغل بیگمات ساکنان محل کو جنت کی حورون سے تشبیہ دیتے تھے اور اس انداز سے یہ تمام واقعات بیان کرتے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ محض شاعرانہ جذبات نہین بلکہ اصلی واقعات ہین محل کے باغات ایرانی طرز پر تھے ، جا بجا رنگ برنگ کے پھول لگے ہوتے تھے ۔ کہین صد برگ گلاب تو کہین چنار دور سے معلوم ہوتا تھا کہ آگ لگی ہوئی ہے ۔ نہرین بہتی تھین اور اُن کے کنارون پر قدِ آدم سرو کے

درخت کھڑے ہوتے تھے فوارے چلتے ہوئے وسط باغ مین نظر آتے تھے باغ مین سنگ مرمر کا مسقف چبوترہ بنا ہوتا تھا۔ غرض ہر چیز اس چھوٹی سی دنیا مین رنگین نظر آتی تھی۔ صنف نازک کی معمولی سے معمولی خواہش اسی عالم محدود مین سیر ہوجاتی تھیں اور غزالی آنکھین اس فضا مین ہمیشہ سرشار رہتی تھین۔ تمام مغل بیگمات بہت آزادی سے انھین حدود دنیہ مین زندگی بسر کرتی تھین بعض کو یہ بھی نہین محسوس ہوتا تھا کہ صبح کب ہوئی اور شام کب امور خانہ داری سے انھین کوئی سروکار نہ تھا۔ فکر سے آزاد تھین۔ محل کے انتظامات ایک صدر ناظر کے ذمے تھے جو معقول تنخواہ پاتا تھا۔ اُس کے سپرد شاہی توشہ خانہ اور خلعت شاہی کو تیار کرنا تھا۔ جو منصبدارون اور امیرون کو جشن اور تہوار کے روز بخشے جاتے تھے بیگمات کو مقررہ تنخواہ ملتی تھی اور کثیر تعداد داشتہ عورتون کی بھی محل مین تھی۔ جو کہ کنیزون کے نام سے موسوم تھین۔ یہ بیگمات کی خدمت مین ہر وقت حاضر رہتی تھین۔ ان بیگمات کی خوبصورتی کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر ایک بیگم ایک دوسرے سے بڑھکر تھی۔ اصفہان اور شیراز کی بیگمات بھی حرم مین تھین جن کی رگون مین خالص عجمی خون دوڑتا تھا۔ ان کی آنکھیں غزالی بدن چھریرا قد دراز رنگ صبیح ہوتا تھا۔ نیز بیگمات ہند بھی موجود تھین جو عموماً راجپوت تھین یہ راجپوت بیگمات عہد اکبری سے حرم مین داخل ہوئین۔ ان کی جسم سیاہ بال لبے میانہ قد، رنگ ملیح ہوتا تھا۔ غرض ہر بیگم اپنے ملک کے اعتبار سے لاجواب تھی۔ ہر قوم و ملک کی بیگمات ایک دوسرے سے ملتی تھین اور آپس مین مبادلۂ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ نیم ہندو مسلم شہزادیان جو عہد شاہجہان اور اورنگ زیب مین تھین ان مین اور ایرانی بیگمات مین بالکل ایسا ہی اختلاف تھا جیسا آج ایک جدید ہندو روشن خیال لڑکی اور ایک ہندو قدیم عورت مین ہے۔ اس خلط ملط کا بہت اثر پڑا اور تہذیب اور تمدن بالکل ہندوستانی ہوگیا۔ بہت سی مغل بیگمات وہ تھین جن کی رگون میں ہندی خون موجزن تھا۔ علاوہ ازین مغل بیگمات کے لئے نباتاتی باغات تھے جن مین وہ اپنی رنگین زندگی کے چند لمحے گزارتی تھین اُن کی زندگی کے تمام لوازم پورا کرنے کے لئے بازار بنے ہوئے تھے۔ جہان سے وہ اپنی مرضی کی اشیاء خرید سکتی تھین۔ غرضیکہ کوئی چیز نہ تھی۔ جو انھین میسر نہ آسکتی ہو۔ بازار کے قریب عبادت کے لئے ایک مسجد بھی واقع تھی ایسے رنگین ماحول اور پرسکون فضا کے باوجود محل مین ایسی بیگمات بھی موجود تھین جو عیش سے بالکل

بے بہرہ تھیں۔ اُن کے مزاج میں رنگینی کا شائبہ بھی نہ تھا ان بیگمات میں نور جہان اور ممتاز محل صفِ اول میں نمایاں ہیں نور جہان تو ان بیگمات میں سے ہے جس نے امور سلطنت بخوبی انجام دیئے اور جو شجاعت کا مجسمہ تھی۔ مغلیہ آرٹ جس سے آج ہمارے عجائب خانے مزین ہیں۔ اُن میں سے ہزاروں تصویریں اُن بیگمات کی ہیں جن کے کارنامے زندہ ہیں اُن بیگمات کا دستور العمل یہ تھا کہ صبح کو بیدار ہونے کے بعد نماز فجر سے فارغ ہوکر ہر ایک بیگم ایک معطر غسل کرتی۔ بعد ازاں اس کی تمام کنیزیں اس کے تن کافوری کو گرانبہا ابٹن سے مزین کرتی تھی۔ کوئی آنکھوں میں سرمہ لگاتی تھی تو کوئی گیسوؤں کو تابدار بناکر پریشان زلفوں کا شیرازہ یکجا کرتی تھی۔ پوشاک میں ایک دھاریدار مٹی کوٹ پہنایا جاتا تھا جس سے جسم کا ہر ایک حصہ جھلکتا تھا۔ ہر بیگم جب بیش بہا جواہرات لعل و یاقوت سے مرصع ہو جاتی تھی۔ تو وہ اپنی زریں کرسی سے اٹھتی تھی۔ اور حسن کے ان اسلحہ جات سے مسلح ہوکر سیکڑوں انداز سے شاہی دل زخمی کرنے کے لیے بادشاہ کے حضور میں جاتی تھی۔ قدم اٹھانے پر سونے کی پازیبیں بجتی تھیں۔ اور چال کی لچک کے ساتھ گردن کے لال اور ہیرے بھی حرکت کرتے تھے۔ لباس کی شکنوں اور سر کے بالوں سے خوشبو آتی تھی۔ غرض بادشاہ یہ دلفریب مناظر اور حسن و جمال کو دیکھ کر بےساختہ دل دے دیتا تھا۔

فرخ سیوہاروی

انصاف

فاطمہ نامی ایک مالدار گھرانے کی عورت نے چوری کی آپ نے اس کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیدیا حضرت اسامہؓ نے اس کی سفارش کی۔ آپ نے فرمایا " اسامہؓ تم اللہ کی باندھی ہوئی حدوں میں سفارش کو دخل دیتے ہو۔ اگلے لوگ اسی لئے تباہ ہو گئے کہ وہ خاص لوگوں کی طرفداری کرتے تھے اگر میری بیٹی فاطمہؓ ہوتی تو بھی میں یہی سزا دیتا۔

رابعہ بصری اور بیسویں صدی

ایک مرتبہ حسن بصریؒ کی صحبت میں درویش جمع تھے ان میں حضرت رابعہ بصریؒ بھی تھیں۔ عشق و محبت پر گفتگو شروع ہوئی کسی گوشت پوست کے معشوق کی محبت نہیں جسکا تعلق صرف نفس سے ہو بلکہ وہ محبت جو انسان کی شرافت کے شایان شان ہے اللہ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت۔ ہر عاشق نے اپنے حال کے مطابق محبت کی تعریف کی بالآخر حضرت رابعہ بصریؒ سے خود حضرت حسن بصریؒ نے سوال کیا کہ رابعہ محبت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک محبت یہ ہے کہ جسم کے تلوار کے ٹکڑے اڑائے جارہے ہوں مگر عاشق کی نظر سے مشاہدہ محبوب کم نہ ہو۔ یہ سن کر سب رونے لگے۔

انہی حضرت رابعہ کا ایک اور واقعہ مشہور ہے۔ واقعہ نہیں، ایک مستقل وعظ ہے جس سے اخلاص کے جویا ہمیشہ استفادہ کرتے رہینگے۔ آپ ایک مرتبہ جوش و جذب کے عالم میں گھر سے نکل پڑیں اور اس رنگ سے کہ ایک ہاتھ میں آگ تھی اور ایک ہاتھ میں پانی۔ لوگوں کے لئے تماشہ ہوگیا اور جو واقف حال تھے وہ متحیر تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ بالآخر پوچھا گیا کہ اے رابعہ یہ کیا حال ہے۔ آپ نے کہا کہ کوئی دوزخ کے خوف سے عبادت اور نیکی کرتا ہے اور کوئی جنت کے لالچ میں اللہ کو، اخلاص سے کوئی نہیں پوجتا۔ اس پانی سے دوزخ کو بجھاؤں گی اور اس آگ سے جنت کو جلاؤں گی تاکہ خوف اور لالچ دونوں ختم ہوں اور جنہیں اللہ کو پوجنا ہے، خالص اسکی محبت سے پوجیں۔ سبحان اللہ اس پوجنے کے کیا معنی ہیں اور واقعی یہی پوجنا پوجنا ہے۔

یہ اس دور میں فقدان اخلاص پر ایک آتشین تنقید تھی۔ جب لوگوں کو کم از کم جنت کا لالچ اور دوزخ کا خوف تو تھا۔ وہ ان چیزوں کے وجود کے تو قائل تھے اور کسی نہ کسی وجہ

وقت

معزز بہنوں! میں آپ پر وقت کی خوبیاں ظاہر کرتی ہوں، اور پابندی وقت پر بھی کچھ عرض کرتی ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گی۔ خداوند تعالےٰ نے وقت ہمارے لئے ایک مفید اور قابل قدر اور ضروری چیز بنایا ہے اگر ہم اسکا صحیح استعمال کریں اور اُسے رائگان نہ جانے دیں۔ تو ہمیں اس سے بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ ہم اس نعمت یعنی (وقت) سے کام لیکر دونوں جہان کی نعمتیں پا سکتے ہیں۔ خداوند کریم نے اُس کے استعمال کی سمجھ بھی اپنی خاص مہربانی سے اپنے بندوں کو بتادی ہے اور اُس کے فائدے بھی سمجھا دیئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے اور ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس چوبیس گھنٹے کے طویل وقت کو اپنی غفلت اور بے پرواہی سے بیکار ہی جانے دیں اور کوئی مفید کام نہ کریں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ہمارا جتنا وقت بیکاری میں گذرا ہے۔ یعنی جس وقت میں ہم کوئی فکر نہ کریں وہ وقت بڑی مشکل سے کٹتا ہے یہ طول وطویل چوبیس گھنٹہ کا سفر طے کرنا ہمیں کٹھن معلوم ہوتا ہے ہمیں اس دشوار گذار راستہ کی گھاٹیاں بہت اونچی دکھائی دیتی ہیں۔ اُن گھاٹیوں سے گذرنا ہمیں اپنی طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے اور ہم اس سفر سے گھبرا اور اکتا جاتے ہیں۔ اس بیش قیمت چیز یعنی وقت کو بیکاری میں گذارنا خدا کی ناشکری ہے۔ انسان کے لئے شغل بھی نہایت ہی ضروری ہے اس سے ہمارے بہت سے غم غلط ہو جاتے ہیں اور دل بہلا رہتا ہے اگر غور کیا جائے تو مصروف اور بیکار آدمی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ٹھیرے ہوئے اور چلنے والے آدمی میں فرق ہوتا ہوتا ہے۔ یعنی ٹھہرا ہوا آدمی وہیں رہتا ہے اور چلنے والا منزل پر پہونچتا ہے۔ خواہ آہستہ ہی چلے آپ نے دیکھا ہوگا کہ بیکار آدمی ہمیشہ اوداس اور غمگین رہتا ہے اور وہ بیکاری کے سبب اکثر بیماریوں کا شکار بنا رہتا ہے اور اسے اپنی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ مثل ہے (مرد بیکار دزد یا بیمار) بعض وقت شغل میں انسان تھوڑی بہت بیماری بھول جاتا ہے۔

بعض وقت انسان بے کاری اور بے شغلی کے سبب بد اخلاق و بد افعال بھی ہو جاتا ہے فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان کسی وقت بھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا اور کرتا ہی

رہتا ہے۔ اسلئے انسان کے لیے یہی مناسب ہے کہ اچھی باتیں سوچے اور اپنے کام کرنے کے ارادے اپنے دل میں لائے۔ اور خالی بیٹھنے کا خیال کبھی بھول کر بھی اپنے دل میں نہ لائے کیونکہ داناؤں اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بیکار رہنا خدا کی خوشنودی کے خلاف ہے اسی لیے بیکاری کو گناہ قرار دیا گیا ہے

بیکار وقت کھونے والے خدا کے بھی گناہ گار ہیں اور خود بھی تکلیفیں اور نقصان اٹھاتے ہیں یاد رہے کہ جو کام ہمیں آج درپیش ہے اسے آج ہی انجام دینا چاہیئے۔

ہمارا یہ کہنا کہ ہم فلاں کام کسی وقت کرینگے۔ ہماری سخت غلطی ہے۔ بعض وقت اس بری عادت کے سبب ہم بڑا نقصان اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ جو وقت گذر جاتا ہے وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی واپس نہیں آتا۔ لیکن اگر محنت کرکے ہم اس کام کو جلدی جلدی ختم کرلیں تو کچھ نہ کچھ تلافی ہوسکتی ہے۔

وقت کو ہماری پرواہ نہیں وہ تو خدا کے حکم پر ایسا کاربند ہے کہ ہر دم اپنے کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ یعنی کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اسے ہماری طرح کام کے بعد آرام کی ضرورت نہیں۔ نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ تھکان ہوتی ہے۔ ہم سوتے رہتے ہیں اور یہ برابر چلتا رہتا ہے۔ ہم اس کے آنے کی خبر تو پالیتے ہیں۔ لیکن اس کے جانے کی آہٹ تک بھی سنائی نہیں دیتی۔ وہ ایسی خاموشی اور ایسی تیز رفتاری سے نکل جاتا ہے کہ ہم حیران دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ ہمارا بیکاری میں کھویا ہوا وقت دوبارہ ہمارے ہاتھ نہیں آتا۔ اسواسطے سوائے پچھتانے کے ہم کچھ نہیں کرسکتے جبکہ ہمارا وقت اکارت چلا جاتا ہے۔ وقت پکڑنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمارے پاس صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم ہر وقت کسی نہ کسی مفید کام میں مصروف رہیں۔

یہ ہماری سمجھ پر موقوف ہے کہ ہم کیسے کام میں وقت صرف کریں جس سے نقصان نہ ہو خدا بھی خوش ہو اور خلق خدا بھی اور ہم خود بھی فائدہ حاصل کریں۔ یا بیکاری میں ضایع کردیں۔ ہمارے فائدہ مند وہی کام ہیں جو ہمیں خداوند کریم نے رسول اللہ کی معرفت سکھائے ہیں اور ہم بہت سے ذریعے دوسروں کی مدد کے لیے بھی نکال سکتے ہیں۔

ہمیں برے کاموں سے روکا گیا ہے اور اچھے کام کی تاکید کی گئی ہے۔ ہمیں ہمیشہ نیک کام

نوٹ۔ اس صفحہ کے مضمون کا سلسلہ ایکو صفحہ ۴۳ سے ملیگا۔

اور ہر ملک میں زمانہ اور حکومتوں کے انقلاب کے ساتھ قوانین بدلتے رہتے ہیں تو اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ جو باتیں آج بد اخلاقی ہیں وہ کل عین اخلاق ہو جائیں اور جو روس میں بداخلاقی ہے وہ انگلستان میں عین اخلاق ہے۔ تو گویا انسانی اخلاق باقی نہ رہا۔ قوموں اور حکومتوں کے ہنگامی اخلاق رہ گئے۔ پھر اسکو بھی چھوڑیئے۔ یہ اخلاق کا کیا ہے اور قانون کی کیا سنکیشن ہوئی۔ کہ اگر بدھوا اور گھسیٹے اسی تاش پہ بازی لگاکر کھیلیں تو وہ جوا کہلائے اور قانونی جرم قرار دیا جائے، اور سورج مل اور تارا سنگھ برج کھیلیں تو اُس کا نام برج ہو اور اسکو سوسائٹی کا اہم لوازمہ تصور کیا جائے۔

اُن بےعلموں اور جاہلوں کو جن کو روپیہ کی زیادتی اور عیش کی فراوانی نے اندھا کردیا ہے کوئی سمجھائے کہ قانون اخلاق کا معیار نہیں، اخلاق قانون کا معیار ہے اور قانون کے خوف سے کبھی لوگوں کے اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اخلاق کی اصلاح اُس عالیشان اخلاص سے ہوتی ہے جس کا مظاہرہ حضرت رابعہ بصریؒ نے اور اُن سے پہلے انبیائے علیہم السلام نے اور اُن کے بعد صدہا اولیاء اللہ نے کیا ہے۔

اخلاق کے متعلق بھی ان کا علم صرف اتنا ہے جتنا اس بدشوق طالب علم کا جو اصل درسی کتابیں نہیں پڑھتا بلکہ نوٹ رٹ لیتا ہے اس لئے اس کی کسی چیز کی حقیقت پر نظر نہیں ہوتی اگر قانون ہی کا ان کو فلسفیانہ اور تاریخی علم ہوتو اُن کو معلوم ہو جائے کہ قانون اخلاقیات پر مبنی ہے اور اخلاقیات مذہبی تعلیمات پر۔ اگر انسان تک اللہ کی ہدایت نہ پہونچی ہوتی تو اخلاق کا یہ غلط اور ناقص علم بھی ان لوگوں کو ہرگز نہ ہوتا کوئی شخص انصاف کی تعریف سے بھی واقف نہ ہوتا۔

اللہ سے ڈرنے والوں نے اور اللہ کے عاشقوں نے اخلاق کے جو معنی سمجھے اور اپنے اخلاقی محاسن سے اس دنیا کو سجایا وہ ایک سننے کی داستان ہے:۔

حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ وضو کرکے چلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا اُن کا قرآن بغل میں دبائے اور مصلےٰ کاندھے پر ڈالے چلی جاتی ہے۔ دیکھ کر آواز دی کہ "بڑی بی ٹھہریئے" میرا مصلا مجھے دے جایئے۔ ورنہ مجھے تکلیف ہوجائے گی، یہ قرآن آپ لے جایئے آپ کا کوئی

لڑکا ہوگا وہ اس کو پڑھے گا" بڑھیا اخلاق دیکھ کر حیران رہ گئی اور اپنے قصور پر نادم ہوئی۔ کیا تعزیرات ہند کی کوئی سزا اس سے بہتر اخلاقی درس دے سکتی ہے؟

حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ ہے عرصہ سے انتظار ہے کہ حلال کے چند درہم ملجائیں تو ایک تہبند خریدیں بالآخر اس کی نوبت آئی تہبند خرید کر واپس تشریف لئے جا رہے تھے۔ ایک جھاڑی میں ہوکر گذرے۔ کسی نے دامن پکڑا۔ ٹھہر گئے ایک عورت تھی جو برہنگی کیوجہ سے جھاڑی میں چھپکر بیٹھ گئی تھی۔ کہتی ہے کہ اے علیؓ خدا کو کیا جواب دوگے۔ تمھارے پاس دو دو تہبند ایک کاندھے پر پڑا ہے اور ایک باندھتے ہو۔ اور میں برہنگی کی شرم سے اس جھاڑی میں چھپی بیٹھی ہوں۔ آبدیدہ ہوئے اور نیا تہبند اسکو دے دیا یہ فیاضی آج کس دولت مند میں ہے اور فرض کا یہ احساس کس حاکم کو میسر ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں بھوک سے بہت بے چین ہوا کھانا کھائے ہوئے بہت روز گذر چکے تھے۔ اس خیال سے جنگل کی طرف چلا گیا۔ کہ شاید جنگل میں کسی قسم کے پھل ملجائیں۔ وہاں جاکر دیکھا کہ بہت سے فقرا اکل حلال کی تلاش میں وہاں پہلے سے موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آئی کہ ان کے کھانے میں سے حصہ بانٹوں اور یونہی واپس چلا آیا۔ آج کون ایسا غیرتمند ہے کیا اس دور کے امیروں اور قوت والوں نے غریبوں پر روزی تنگ نہیں کر دی ہے۔

بھوکے نے چادر دہی رہن کر دے گا اور امیروں کو اپنا سامان افطار وہی پیش کرے گا جس نے ان چیزوں کو ذریعہ وصل محبوب سمجھا۔ ورنہ کتنے کے وہ اخلاق جو اس دور میں مقبول ہیں۔ کچھ اور ہی ہیں۔ حضرت رابعہ بصری نے اپنے پہلے قول میں انھی لوگوں کی تعریف کی تھی اور یہی اخلاق پیدا کرنے کے لئے انھوں نے وہ آگ اور پانی کا ڈمانسٹریشن (مظاہرہ) کیا تھا۔

از جناب حسن ریاض

—— سے، اللہ کو راضی تو کرنا چاہیئے تھے۔

اب اگر اس دور میں حضرت رابعہؒ کو پیدا کر دیا جائے اور وہ یہ دیکھیں کہ خدا کا نام مسٹر گاڈ (نعوذ باللہ من ذالک) ہو گیا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں قرآن سے زیادہ انڈین پینل کوڈ کا اور جہنم سے زیادہ جیل کا خوف ہے۔ اور وائی جنت کو، کوثر سلسبیل کو اور حور و قصور کو اس فانی دنیا کی حباب آسا عیش و نشاط پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو اُن کی کیا حالت ہو۔ شاید پھر وہ بیساختہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ کہیں کہ نہیں اب جنت کے لالچ کی بھی ضرورت نہیں۔ اے اللہ! تو اپنے جہنم کے فرشتوں کو حکم دے کہ جہنم کو آج ہی اس دنیا پر لا رکھیں۔ اور اُس میں ایسی تپش پیدا کریں کہ اس دور کے ظاہر پرستوں کو عملاً تجربہ ہو جائے۔

یہ دنیا ترقی کر رہی ہے یا تنزل کی انتہائی گہرائیوں تک پہنچ چکی؟ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس پر دنیا کے تمام سمجھدار انسانوں کو غور کرنا چاہیئے، اور اسی قدر اہم کہ نہ بے روزگاری کا مسئلہ اس کے مقابلہ پر آسکتا ہے۔ نہ عالمگیر اقتصادی انحطاط کا۔

وہ جاہل اور بے علم جو ولایت سے بیرسٹریاں پاس کر کے آتے ہیں۔ وہ جو آئی۔ سی۔ ایس۔ کے مقابلے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور وہ جو یونیورسٹیوں میں نئی نسلوں کو گمراہ کرنے کے لئے یورپ کے جہالت خانوں سے ڈاکٹریٹ (حکمت) کی سندیں لے کر آئے ہیں۔ یہ کہتے ہیں یہ ترقی کا دور ہے اور ترقی کیا ہے؟ یہ کہ اب آدمی ہوا پر اڑتا ہے۔ یعنی آدمی نہیں رہا۔ چیلوں اور کوؤں کا ہم صفت ہو گیا ہے۔ پانی پر بے خوف سفر کرتا ہے آدمی نہیں رہا گھڑیال اور مگرمچھ بن گیا ہے۔ اُس نے بجلی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اُس نے مشینیں بنالی ہیں۔ ایک مشین ہزار ہزار آدمی کا کام کرتی ہے۔ گویا اُس نے کروڑوں آدمیوں کو بیکاری کی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ نان شبینہ کے لئے محتاج ہیں اور اُن کا کام بجلی سے اور مشینوں سے لیتا ہے یہ چند جو مشینوں اور بجلی گھروں کے مالک ہیں وہ ہزاروں آدمیوں کی روزی تنہا کھاتے ہیں اور وہ بیکار فاقہ کشی کے مظاہروں پر مجبور ہیں۔ اس دور کے ترقی یافتہ انسان نے دولت کی تقسیم غلط کر دی ہے۔ بعض ہیں کہ اُن کے پاس سونے کے انبار ہیں، اور بہت سے ہیں جو

مٹھی بھر دالوں کو ترستے ہین ۔

لیکن اس دور میں جس کو اس زمانے کے لکھے پڑھے۔ دورِ جہالت یا تاریکی کا زمانہ کہتے ہین، ان مادی انکشافات اور اکتشافات پر اشرف ترین ہے، کیونکہ مخلوق ہوا اور اُس کا خالق کون ہے؟ اس زمانے کے حکیم اپنے خالق کی معرفت حاصل کرتے تھے اور اس دور کے گمراہ حکیم مخلوق کی۔ اب کوئی انصاف کرے کہ ان دونون مین بڑا حکیم کون ہوا؟ دونون کے تحقیق اور تلاش کے نتائج موجود ہین۔ ان کو جانچو اور پھر ان کی قیمت کا اندازہ کرو۔

عہد رابعہ کے لوگون نے اپنے کانون سے اللہ کا کلام سنا۔ اپنے بنانے والے کی زبان سے اپنے اور تمام موجودات کے خلق ہونے کی داستان سنی۔ اپنی اور ہر چیز کی پیدائش کے مقصد کو معلوم کیا۔ اور جب نظرین بلند ہوئین اور بصیرت مین عرفان کا نور پیدا ہوا۔ تو اُس جمیل کے عشق مین مستانہ وار ناچنے لگے جس کے پرتو سے دنیا کے یہ تمام فانی حسن پیدا ہین جس پر اس دور کے کم نظر فریفتہ ہین، اور ایسے متوالے ہین کہ ان کو یہ غور کرنے تک کی مہلت نہین کہ یہ ضیا کس آفتاب کی ہے جس سے سڑی ہوئی مٹی کے پتلے پک اُٹھے ہین۔

یہ انیس ثانین کا دور ہے۔ اس مین دو اور دو چار کی حقیقت پر غور کیا جا رہا ہے۔ کائنات کے راز اس مختصر جملے مین ختم کئے جا رہے ہین کہ انسان عادتاً پیدا ہوتا ہے۔ اور جب قوتین زائل ہو جاتی ہین۔ تو مر جاتا ہے۔ نہ ازل مین کوئی عہد لیا گیا۔ نہ مرنے کے بعد حشر و نشر ہوگا۔ اللہ کے وجود ہی سے انکار ہے علم اور عقل کا اس سے بڑا اور کیا عجز ہوگا۔ اگر بھیڑیون اور بچون کو تھوڑی دیر کے لئے زبان دے دی اور زندگی اور موت کے مسائل پر ان سے سوال کیا جائے تو یہی ان کا جواب ہوگا۔

لیکن گفتگو مین ایک چیز اب بھی باقی ہے۔ اخلاق۔ کہا جاتا ہے کہ لوگون کے اخلاق درست ہونے چاہیئین، مذہب کی کوئی ضرورت نہین۔ لیکن جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اخلاق کا معیار کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہین کہ قانون کی منکشن کافی ہے۔ گویا چوری، ڈاکہ زنی۔ جوا۔ زنا نہین زنا بجبر وغیرہ ان کے نزدیک بھی بداخلاقیان ہین۔ لیکن ہر ملک اور ہر حکومت کا قانون الگ الگ ہے

کرنے کا شوق ہونا چاہیئے - اگر ہم ، ی کی طرف مائل ہو گئے تو اس کا نتیجہ بھی برعکس ہوگا -

پیاری بہنون آپ پوچھین گی کہ اچھا کام کونسا ہے ؟ اس کے جواب مین عرض ہے کہ ہمین کام کرتے وقت اپنا ہی فائدہ نہین سوچنا چاہیئے بلکہ اپنے سے زیادہ دوسرون کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے -

اگر آپ پاس پیسہ ضرورت سے زیادہ ہے تو اسکے ذریعہ سے غریبون کی مدد کرنا بھی بڑا نیک کام ہے - اگر آپ کے پاس وقت ضرورت سے زیادہ ہے یا آپ ہنر مند ہین تو ان خداداد نعمتون کا حصہ بھی دوسرے ضرورت مندون تک پہنچانے کی دل وجان سے کوشش کرین اور اپنے اچھے اور کار آمد کامون کو دور دور پھیلانے مین مصروف ہین - اگر علمی لیاقت خدا نے زیادہ بخشی ہے تو اخبار اور رسالون مین مفید مضامین چھپوائین - کتابین تصنیف کرین اور وعظ ونصیحت سے لوگون کو فیض پہنچائین تاکہ لوگ بھی آپ سے نصیحت حاصل کر کے وقت سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائین - آپ ایسے نصیحت آمیز مضامین تیار کرین جن سے بچون کی آئندہ زندگی سدھر جائے جو کہ امیرون کے لئے زیبایش اور غریبون کے لئے ذریعہ معاش ہون کیونکہ یہی قوم کی ترقی کا راز ہے اور یہی ناموری کا زینہ ہے -

آپ کو معلوم ہے کہ آج تک جسقدر مشہور لوگ دنیا مین گذرے ہین سب نے اپنے وقت کی قدر کر کے ہی نام پایا ہے - بزرگون کا قول ہے کہ ہر کام کے لئے وقت اور ہر وقت کے لئے کام ہونا چاہیئے مثلاً ہمیں ریل کا سفر درپیش ہے تو ہمارا فائدہ اسی مین ہے کہ ہم وقت مقررہ سے کچھ پیشتر ہی اسٹیشن پر پہونچ جائین - تاکہ گاڑی چھوٹ جانے کے سبب ہمارا وقت نہ ضایع ہو اگر کہین کا بلاوا ہے تو بھی پابندی وقت ضروری ہے - اسکول بھی وقت پر پہنچنا ضروری ہے -

پیاری بچیو ! آپ اگر ٹائم ٹیبل کے مطابق اور اپنے استادون اور استانیون کے حکم کے مطابق ہر مضمون اسکے وقت مقررہ پر پڑھین گی اور دھیان سے یاد کرین گی تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ ضرور امتحان مین کامیاب ہو جائین گی اور اپنی آئندہ زندگی خوشی وشادمانی سے بسر کرین گی اور اگر آپ نے وقت کی قدر نہ کی اور بے پروائی سے کام لیا اور باقاعدہ پڑھائی نہ کرتی رہین - تو آپ کو ایک دن پچھتانا پڑیگا

"اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" اور آپ کا گیا ہوا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ مثل ہے کہ اگر ہم نماز وقت پر نہیں پڑھتے تو ہماری نماز قضا ہو جاتی ہے۔ یعنی اُس کا ثواب نصف رہجاتا ہے اور اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔

نماز بھی ہمیں وقت کی پابندی سکھاتی ہے۔ اس سے بھی سبق حاصل کریں۔ غرض ہمارے کل کام دینوی و دنیاوی وقت کی پابندی کے بغیر کامیابی نہیں پا سکتے خداوند کریم ہم سب کو عمدہ طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور وقت میں برکت دے آمین ثم آمین۔

(مسنر برکت علی لاہور)

رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالے عنہ

کثرت سے رونے والی اور غمگین رہنے والی تھیں اور جب دوزخ کا ذکر سنتیں تو عرصہ تک بے ہوش رہتی تھیں۔ ان کا قول ہے کہ ہماری استغفار استغفار کے محتاج ہے اور جو کچھ لوگ ان کو لاکر دیتے اسکو واپس کر دیتی اور کہتی تھیں کہ مجھے دنیا کی حاجت نہیں ہے اور اسی برس کی عمر میں پہنچکر پرانی مشک جیسی ہو گئی تھیں اور چلنے میں گری پڑتی تھیں اور ہمیشہ اُن کا کفن انکے سامنے سجدہ گاہ کی جگہہ میں رکھا رہتا تھا۔ اور اُن کے سجدہ کی جگہہ اون کے آنسوؤں سے ایسی تر رہتی تھی کہ گویا پانی بہا گیا ہے۔ انھوں نے سفیان کو ہائے غم کا نعرہ مارتے سنا تو کہا کہ ہائے غم کی کمی "اگر تم غمگین ہوتے تو تمکو زندگی اچھی نہ معلوم ہوتی" اُن کے مناقب بہت اور مشہور ہیں۔

سیدہ عائشہ بنت حضرت جعفر صادق رحمہا اللہ

مصر میں ترافہ کے پہاڑ پر مدفون ہیں۔ یہ کہا کرتی تھیں کہ تیری عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر تو نے مجھے دوزخ میں بھیجا تو میں وہی توحید کو ہاتھ میں لیکر دوزخیوں میں پھروں گی اور اُن سے کہونگی کہ میں نے تو اسکی توحید کی اور اس نے مجھے عذاب دیا ۱۴۵ھ ایکسو پینتالیس ہجری میں جنت کو سدھاریں۔

فاتح ایران

حضرت سعد ابن ابی وقاص

جس عربی جرنیل نے ایران کی سلطنت کا تختہ الٹ کر کسریٰ کے محل پر اسلامی جھنڈا نصب کیا وہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا نامور فرد اور اسحاق کا لڑکا سعد تھا اور چونکہ ان کے والد کی کنیت وقاص تھی اس لئے یہ جرنیل سعد ابن ابی وقاص کے نام سے مشہور ہے۔ سعد کی ننھیالی رشتہ داری رسول خدا کے ننھیال والوں سے بھی اس لئے حضرت سعد رسول خدا کے ماموں ہوتے تھے۔

ہجرت نبوی کے سینتیس سال قبل حضرت سعد مکہ معظمہ مین پیدا ہوئے۔ ابتدا مین اگرچہ عام طور پر عرب مین اسلام کے خلاف بیحد بد گمانیان تھین لیکن کچھ ایسے بھی نفوس تھے جنھون نے اسلامی تعلیم کو لبیک کہا اور اسی گروہ مین حضرت سعد بھی تھے جو انیس سال کی عمر مین خدا پرستون کے زمرہ مین داخل ہو کر آخر فاتح ایران ہوئے۔

جب مان نے لڑکے کے تبدیل مذہب کا حال سنا تو رنجیدہ ہو کر کھانا پینا اور حضرت سے بات چیت کرنا سب کچھ چھوڑ دیا حضرت سعد اپنی مان کے ناقابل برداشت مصائب دیکھکر بیچین ہوگئے لیکن ان کی جبین استقلال پر شکن بھی نہ پڑی مان کی خوشنودی حاصل کرنے کے متمنی ضرور تھے۔ لیکن ترک مذہب کسی صورت مین منظور نہ تھا۔

حضرت سعد کی مستقل مزاجی کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ عام قانون نافذ ہوگیا۔ کہ اگر والدین اولاد کو شرک پر مجبور کرین تو اُن کی اطاعت لازم نہین ہے۔ اس حکم نے حضرت کو مطمئن کر دیا اور وہ دوسرے مسلمانون کے ساتھ رسول خدا کی خدمت مین حاضر ہو کر مذہبی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس تعلیم سے جو وقت بچتا تھا۔ اُس مین حضرت سعد۔ مکہ معظمہ کے باہر جا کر سنسان اور ویران گھاٹیون مین اپنے معبود حقیقی کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت سعد ایک وادی مین معبود حقیقی کی عبادت مین

مصروف تھے کہ کچھ ستانے والے وہان پہنچ گئے اور انھون نے حضرت سعد کے طریقہ عبادت کا مذاق اُڑانا چاہا۔ نوجوان سعد ناقابل برداشت مصائب سے تنگ ہو رہے تھے اُن کو اپنی بےچارگی اور فریق مخالف کے حقارت آمیز برتاؤ پر غصہ آگیا۔ اور انھون نے اپنے ستانے والون کی خبر اونٹ کی ہڈی سے خوب لی ایک شخص کا سر پھٹ کر خون جاری ہوگیا۔ اسلام کی حمایت مین یہ پہلی خونریزی تھی اس کے پہلے کسی صحابی نے ایسی جرأت نہین کی تھی۔

حضرت سعد اپنے ہم مذہبون کے ساتھ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانے کے خوگر ہوگئے تھے۔ اور خندہ پیشانی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرتے رہے فاقہ کشی وہ مصیبت ہے جو بہادر لیکن حضرت سعد کو یہ ہمت شکن آفت بھی مغلوب نہ کرسکی ایک دن جب بہت بےچین ہوئے اور چمڑہ کا ایک سوکھا ٹکڑا میسر آیا۔ تو انھون نے اسکو پانی مین دھوکر پکایا اور بھوک کے دیو کو اس ٹکڑے سے مغلوب کر کے اپنے کاروبار مین مصروف ہوگئے

فاقہ کشی منظور۔ رسوائی کی پرواہ نہین جسمانی تکالیف خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کی جاتی ہین۔ مان کی ناراضگی سر آنکھون پر۔ یہ سب کچھ منظور لیکن توحید پرستی سے دست برداری کسی حالت مین گوارا نہین یہ تھین وہ مبارک ہستیان جنھون نے اسلام کے باغیچہ کو اپنے پسینہ اور خون سے سینچا تھا۔ اور ان کی مخلصانہ خدمات تھین جنھون نے آگے چلکر اسلام کے اس ننھے سے باغیچہ کو گلزار بنا دیا کچھ دنون اسی طرح افراد مین تبلیغ اور تعلیم کا کام جاری رکھا گیا۔ لیکن جلد وہ زمانہ یاد آگیا کہ علانیہ دعوت دی جائے۔ جب علانیہ کام شروع کیا گیا۔ تو مشرکین عرب نے رسول خدا اور مسلمانون کی چھوٹی جماعت کو طرح طرح کی تکالیفین پہونچانا شروع کردین جسمانی تکالیف پہونچانا تو معمولی بات ہے اب حرم مین عبادت کرنے کی بھی ممانعت کردی گئی۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے اُن کے گھر والے تک ان کو ستاتے۔ غلامون کو اُن کے آقا ایسی دردناک سزائیں دیتے تھے جن کے ذکر سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین حضرت بلال نے جب داعی حق کے ہاتھ پر بیعت کی تو اُن کو جلتے ہوئے سنگریزون پر لٹایا گیا۔ اور مشرکین کے لڑکون نے گلوئے مبارک مین رسیان ڈالکر بازیچہ اطفال بنایا۔ ان پر پتھر کی چکیان رکھی گئیں۔ جب آفتاب کی تمازت حضرت بلال کو بےچین کردیتی تھی اُس وقت

ان سے کہا جاتا تھا کہ بلال اب بھی محمد (صلعم) کے خدا سے دست بردار ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ لیکن ان مصائب میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی ان کی زبان سے احد ہی احد نکلتا تھا۔

ایسی بیسیوں مثالیں بیان کیجا سکتی ہیں لیکن میرا موضوع اور ہے اس لیے میں ان کو نظر انداز کرتا ہوں خدا پرستوں کے استقلال کو دیکھ کر مشرکین ہمہ تن اسلام کی بیخکنی پر آمادہ ہو گئے جب مظالم زیادہ بڑھے تو رسول کے حکم سے مسلمانوں نے ہجرت کی اور پہلے قافلہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ گیا حضرت سعد بھی تھے۔ اس کے بعد ہی اور مہاجرین مدینہ پہونچ گئے اور آخر میں رسول مقبول خود۔

یہاں پہونچکر مسلمانوں کو گونہ آزادی نصیب ہوئی اور مصائب سے نجات ملی لیکن قریش کے حملہ کا امکان موجود تھا۔ اسلئے وقتاً فوقتاً چیدہ چیدہ مسلمانوں کے گروہ ان کے نقل و حرکت کی جانچ کرنے کے لئے مامور ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جو پارٹی بھیجی گئی۔ اس میں حضرت سعد بھی تھے اور جب یہ پارٹی جانچ پڑتال کرتی ہوئی حجاز کے ساحلی علاقہ میں پہونچی تو ان کی مڈبھیڑ قریش سے ہو گئی اور حضرت سعد نے مخالفین پر فوراً ہی تیر چلا دیا۔ راہ خدا میں مسلمانوں کا یہ پہلا تیر تھا۔

آخر مسلمان بھی تو عرب ہی تھے اور مارنے مرنے میں مشرکین سے کسی طرح پیچھے نہ تھے پھر صبر کیسے چوکتے یہ اسلام کی سادی اور سچی تعلیم تھی جس کی پابندی میں مسلمان مظالم سہتے رہے اور باوجود قدرت حاصل ہونے کے صبر اور استقلال کے ساتھ مصائب برداشت کئے اور انتقام کا خیال بھی قابو میں رکھا۔ لیکن اپنی ہستی قایم رکھنے کے لیے مدافعانہ لڑائی کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور یہ طے ہوا کہ مشرکین کو کرارا جواب دیا جائے۔ چنانچہ ۸ رمضان سنہ ۲ھ کو رسول خدا تین سو تیرہ ہمراہیوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے روانہ ہوئے ان میں حضرت سعد بھی تھے قریش کی جمعیت ۹۵۰ تھی لیکن اس میں بڑے بڑے بہادر شریک تھے۔ مقام بدر پر مقابلہ ہوا اور مسلمان کامیاب ہوئے۔

حضرت سعد اس معرکہ میں بہت پرجوش رہے سعید بن العاص سے جب اس لڑائی میں مقابلہ ہوا اور تو باوجود نوعمری کے حضرت نے ان کو مغلوب کر کے ان کی تلوار ذوالکتیفہ چھین لی اور خوشی خوشی دربار نبوت میں حاضر ہو کر تلوار پیش کی رسول خدا نے حکم دیا کہ جہاں سے تلوار لائے ہو وہیں رکھ آؤ اور اس حکم کی تعمیل بے چون و چرا کیگئی۔

کچھ دیر کے بعد حکم ہوتا ہے کہ تلوار تمھاری ملک ہے اس پر قبضہ کرو اور سعد خوشی خوشی جاکر اُس
پر قابض ہوجاتے ہین۔ یہی وہ تلوار ہے جس کو اُنھون نے کامیابی کے ساتھ تمام عمر استعمال کیا۔
ایسی اطاعت و تعمیل احکام کی تعلیم نے عربون کو ایک شائستہ اور متمدن قوم بنا دیا۔ ورنہ یہ
تو اپنے تمرد اور جہالت کے لیے مشہور تھے اور اُن کی عورتین بھی تعمیل حکم بزدلی کی علامت سمجھتی تھین۔
۱۴ شوال ۳ھ مین اُحد کا معرکہ پیش آیا جس مین حضرت سعد شریک رہے اور مشرکین کی
جانب سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل (اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے) شریک تھے بہت
معرکہ کی لڑائی ہوئی لیکن مسلمان تیر اندازون کی غفلت سے فتح مبدل بہ شکست ہوگئی۔ جب مشرکین
کا زیادہ زور ہوا تو حضرت سعد تیر اندازی نے اُن کو حواس باختہ کر دیا بلا چلہ کے تیر سے اُنھون نے
دو مشرکین کے ایسی کاری ضربین پہونچائین کہ وہ بیکار ہوگئے۔ غرض جنگ احد مین وہ کارہائے نمایان کئے کہ رسول اللہ نے
دعا فرمائی کہ خدایا سعد کی تیر اندازی کو مضبوط اور قوی بنا دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس کے بعد غزوۂ تبوک اور طائف مین شریک رہنے کے بعد ۱۰ھ مین رسول خدا کی ہمرکابی مین کہ معظمہ
جاکر بیمار ہوئے اور بیماری نے ایسی خطرناک صورت اختیار کی کہ اپنی زندگی سے مایوس ہوکر حضرت نے رسول
خدا سے عرض کیا کہ کاش موت اس سرزمین پر نہ ہوتی جس کو خدا اور رسول کی محبت مین چھوڑ چکے تھے۔ ارشاد
ہوا کہ سعد تم اسوقت تک نہ مروگے۔ جب تک کہ تم ایک قوم کو فائدہ اور دوسری کو نقصان نہ پہونچاؤ۔ چنانچہ
آپ کو صحت ہوگئی اور رسول خدا کے بعد ۴۵ سال تک زندہ رہے اور فارس فتح کرنے کے بعد انتقال کیا۔

مکہ سے واپسی پر رسول صلعم نے پردہ فرمایا اور حضرت سعد نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور
ہوزان کے عامل مقرر ہوگئے۔ اور جب فاروق اعظم کے زمانے مین۔ مسلمانون کو فارس مین ناکامیابی ہوئی
اور اُن کے جادو بھرے خطبون نے تمام عرب مین آگ لگادی اور تھوڑے ہی عرصہ مین لڑائیون کا طوفان
امنڈ آیا تو فاروق اعظم کی خدمت کے لیے حضرت سعد کا انتخاب ہوا۔ جو شجاعت اور بہادری مین فرد
تھے۔ لیکن فاروق اعظم کو اُن کی انتظامی قابلیت کا اندازہ نہ تھا۔ تاہم رائے عامہ کی تائید مین اُنھون
نے بلا پس و پیش اس انتخاب کو منظور کرکے قائد کو ہر قسم کی ضروری ہدایتین دیکر کوچ کی اجازت دیدی
اور حضرت سعد اس بڑی فوج کے ساتھ ایران پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوگئے لیکن جس قدم سے

سے لڑائی ہونے والی تھی اس کو اپنی فوجی قوت پر ناز تھا۔ اُن کے پاس مضبوط قلعے تھے اور سب سے زیادہ اُن کو یہ آسانی تھی کہ لڑائی کا نقشہ ایران سرزمین پر جمنے والا تھا۔ جس کے چپہ چپہ زمین سے ایرانیوں کو واقفیت تھی۔ برعکس اس کے عربی جرنیل اپنے وطن سے دور ایک زبردست اور ناقبول سلطنت پر حملہ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ اس کی فوج کے پاس نہ تو کافی اسلحہ تھے اور نہ وہ آسانیاں حاصل تھیں جو ایرانیوں کو میسر تھیں۔ لیکن جس قوت پہ بھروسہ تھا وہ ایمانی قوت تھی اور خدا کا سہارا تھا اور ان کا یہ مضبوط عقیدہ کہ اُن کے رسول صلعم کی بشارت ضرور پوری ہوگی اور ایران کو عرب ضرور فتح کریں گے

حضرت سعد کوچ کرتے ہوئے ثعلبیہ پہونچے اور مشرافہ جاتے ہوئے انھوں نے ایرانیوں کا میگزین برباد کر دیا۔ مشراف نہروں اور پلوں کی وجہ سے محفوظ جگہ تھی۔ وہاں لشکر اسلامی عربی جرنیل نے مقام کر دیا۔ مقام ذی قار میں حضرت مثنیٰ نے انتقال فرمایا اور اُن کی آٹھ ہزار فوج بھی حضرت سعد کی نگرانی میں آ گئی۔ جس کے بعد حضرت سعد نے فوج کا جائزہ لیا تو تیس ہزار سر کینت جوانمردوں کی جماعت پاکر انھوں نے دربار خلافت کو خبر بھیجی اور حکم آنے پر کوچ کرکے قادسیہ میں اس طرح مورچے لگائے کہ سامنے ایران کی سرزمین اور پشت پر عرب کی پہاڑیاں تھیں۔

جس وقت ایران کی سلطنت میں اس حملہ کی تیاریوں کی خبر پہونچی تو ہر ایرانی ملک کی حفاظت کے لئے مارنے اور مرنے پر مستعد ہو گیا۔ چھاؤنیوں میں فوجیں بڑھائی گئیں۔ رستم اور فیروزان جو ایران کے مشہور لڑنے والے اور دبدبہ کے افسر تھے وہ سپہ سالار مقرر ہوئے۔

جب عربوں نے قادسیہ میں مورچہ قایم کیا تو رستم سپہ سالار اپنی فوجیں لئے ہوئے ساباط میں عربوں کا منتظر تھا۔ قادسیہ سے ایران کا دارالسلطنت مدائن ۳۰ میل تھا۔ لڑائی شروع کرنے کے قبل حضرت نعمان بطور سفیر دربار ایران کو بھیجے گئے۔ اس سفارت کا حال ایک مورخ کے الفاظ میں بیان کروں اور وہ یہ ہے۔

اس سفارت کی ظاہری شان یہ تھی کہ نہ تو گھوڑے کی پیٹھ پر زین تھی۔ اور نہ ہتھیار سے مسلح لیکن دلیری اور بیباکی چہروں سے ٹپکتی تھی۔ گھوڑے رانوں سے نکلے جاتے تھے۔ جب یہ سفارت اسی ہیئت کذائی کے ساتھ یزدگرد کی مجلس کے سامنے پہونچی تو اس نے دربار آراستہ کرنے کے بعد ان لوگوں کی طرف

باریابی بخشا۔ سفارت خانہ کے ممبران کوڑے ہاتھون مین لئے اور یمنی چادرین کندھون پر ڈالے ہوئے دربار مین داخل ہوئے تو یزدگرد نے کہا کہ تم وہی ہو جن سے زیادہ دنیا مین کوئی بدبخت اور خوار قوم نہ تھی جب کبھی تم بغاوت کرتے تھے تو سرحد کے زمیندارون کو حکم بھیجدیا جاتا تھا۔ اور وہ تمھارا کس بل نکال دیتے تھے۔ یزدگرد کی اہانت آمیز تقریر سن کر حضرت مغیرہ نے جواب دیا کہ تم سچ کہتے ہو۔ ہم سے زیادہ بدبخت اور گمراہ کوئی قوم نہ تھی۔ اور ہم تمام عیوب کا مجموعہ تھے۔ لیکن خدا نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے یہان ایک پیغمبر بھیجا جو حسب ونسب مین ہم سے ممتاز تھا۔ پہلے تو ہم لوگون نے اپنی تیرہ بختی سے اُس کو ہر قسم کی ایذائین دین۔ لیکن آخر مین صداقت غالب آئی اور اہل عرب نے اس کی باتون کو مانا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم آج بادشاہ ایران کے سامنے تین شرطین پیش کرنے آئے ہین اور وہ یہ ہین یا تو مذہب قبول کیجئے اور ہم اور آپ حقوق مین برابر ہوجائین گے۔ اگر یہ منظور نہین ہے تو جزیہ دے کر اسلام کی حفاظت مین آجائیے اور اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر مقابلہ کے لئے تیار ہوجیے"۔

یہ بیباکانہ جواب سن کر یزدگرد نے غصہ سے لال ہوکر مٹی کا ایک ٹوکرا حضرت عاصم بن عمر کے سر پر رکھوا کر سفارت کو رخصت کردیا۔ اِن لوگون نے خوشی خوشی آکر حضرت سعد سے واقعات بیان کئے اور کہا کہ غنیم نے مٹی کا ٹوکرا نہین دیا بلکہ اپنا ملک دیدیا ہے اب حملہ مین دیر نہ کرنا چاہیئے۔

عربی فوج جنگ کے لئے بیچین تھی لیکن ایرانی سپہ سالار نے چار مہینے تک سکوت کیا اور اس کے بعد ساٹھ ہزار فوج لے کر کوچ اور مقام کرتا ہوا قادسیہ پہونچا اور صلح کی گفتگو کے لئے سفارت طلب کی حضرت ربعی بن عامر اس کام پر تعینات ہوئے اور وہ اس شان کے ساتھ دربار مین پہونچے کہ کمر سے رسی کا ٹپکا بندھا ہوا تھا۔ اور تلوار بجائے میان کے چیتھڑون مین لپٹی تھی

صلح کی گفتگو ناکامیاب ہوئی اور مسلمانون نے لڑائی کے لئے تیاری شروع کردی رستم کسی وجہ سے لڑائی ٹالنا چاہتا تھا۔ اسلئے اُس نے آخری کوشش کی پھر اس مرتبہ حضرت مغیرہ گئے اور دربار مین پہنچکے رستم کے برابر اس کے تخت پر بیٹھ گئے جسکی وجہ سے دربار مین برہمی پیدا ہوگئی۔

(باقی آئندہ)

بزم مستورات

جناب اڈیٹر صاحبہ

بعد ادائے آداب کے گذارش یہ ہے کہ عرصہ کے بعد مستورات کی زیارت نصیب ہوئی آپ تو ہملوگوں کو بالکل بھول جاتی ہیں۔ کبھی بھولے بھٹکے مستورات کی زیارت کراتی ہیں تو آپ کا شکریہ ایک غزل میرے چھوٹے بھائی خالد میاں کی ہے۔ ایک مضمون بہ عنوان "سرگوشیاں" اور ایک لیس خاکسار کی ہے۔ امید ہے کہ آپ اُن کو اپنے قیمتی اخبار کے گوشہ میں جگہہ دے کر حوصلہ افزائی فرمائینگی اور آیندہ کو اور مضمون وغیرہ بھیجنے کی مجھے ہمت دینگی

خاکسار صالحہ حامد بی۔ ایم۔ سی گولڈ میڈلسٹ

بہن صاحبہ تسلیم

بہن صاحبہ تسلیم

کسی بہن نے۔ جنکا اسم گرامی شریف النساء بیگم ہے "گھریلو دوائیاں" کے سرخی سے مستورات کے اکتوبر و نومبر کے یکجائی پرچے میں منہ کے داغ مٹنے کے واسطے ایک اپٹنہ لکھا تھا۔

اس اُبٹنہ کے لگانیسے سے بجائے داغ مٹنے کے منہ کالا ہوگیا اور بہت ہی بدنما معلوم ہونے لگا۔ اس لئے ان محترم بہن سے عرض ہے کہ کالاپن رفع ہونے کے واسطے کوئی دوسرا نسخہ تحریر فرماویں۔ بغیر تجربہ کے انکو ایسی دوائیں نہ لکھنا چاہیئے۔

میں مستورات کے لئے دو نمونے دستکاری کے بھیج رہی ہوں۔ اگر مناسب سمجھئے تو درج مستورات کر دیجئے۔

ص۔ بیگم بنت عزیزالدین احمد صاحب

جام جہاں نما

وزیرستان کی ایک گورہ پلٹن پر قبائل کا خونریز حملہ

گیارہ قبائلی اور ۴ سرکاری جوان ہلاک ۔ شملہ ۔ ۲۴ مئی ۔ سرکاری بیان شائع ہوا ہے کہ ارگابل اور سدر لینڈ ہائی لینڈ پر قبائل کے ایک گروہ نے جو افراد پر مشتمل ہوگا حملہ کیا۔ حملہ پسپا کر دیا گیا۔ اور قبائل کے دو افسر ہلاک ہوئے۔ سرکاری سپاہ کے نقصان کا اندازہ ہے کہ ۴ افراد ہلاک اور ۸ مجروح ہوئے۔ تفصیل یہ ہے:- ۲۲ مئی کی شب کو دشمن کے ایک گروہ نے داتا کے کیمپ پر تقریباً ۵۰ گولیاں چلائیں۔ رزمک میں ہر طرح امن و امان رہا۔ ۲۲ مئی کو قبائل کے ایک صد افراد نے غاریوم کیمپ کے نزدیک ایک جدید جنگی چوکی کے مقام پر حملہ کیا جس کا فوراً ہی مشین گنوں سے جواب دیا گیا۔ قبائلی پسپا ہو گئے۔ اس حملہ میں قبائل کے دو افراد ہلاک ہوئے۔

ڈیرہ اسمعیل خان کے ایک دیہات پر حملہ ۔ غوری کے تاروں پر حملہ کی تفصیلات اب موصول ہوئی ہیں کہ ایک ہندو لڑکی اور لڑکا ہلاک ہوئے اور ایک ہندو عورت جس نے قبائل سے مزاحمت کی تھی ہلاک ہوئی۔ بنوں کی اطلاع ہے کہ ان چار ہندو بہنوں میں سے جنہیں قبائلی عمر تا تارخیل سے لے گئے تھے، ایک واپس آ گئی۔

تین لڑکے جمنا میں غرق ہو گئے ۔ دہلی ۔ ۲۴ مئی ۔ اتوار کے دن تین لڑکے جمنا میں تیرتے ہوئے غرق ہو گئے۔ ان کی لاشیں اب تک دستیاب نہ ہو سکیں۔ تیسرا لڑکا جو شاہ گنج کا تھا جس کی عمر دس برس تھی وہ پل کے پاس غرق ہو گیا اس کی لاش ایک گھنٹہ کی تلاش کے بعد برآمد ہوئی۔

قرآن جلادینے پر شکارپور میں بلوہ۔
ایک ہندو ہلاک اور دو مجروح ہوئے

کراچی ۲۱ مئی۔ شکارپور کی ایک مسجد مین قرآن مجید کے اوراق جلا دینے پر مشتعل ہوگئے اور مسجد کے قریب جمع ہوگئے۔ حکام کی موجودگی کیوجہ سے وہان کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔ مگراسی دوران مین شہر کے دوسرے حصّون مین ہندو مسلم فساد ہوگیا۔ جس مین ایک ہندو ہلاک اور دو مجروح ہوئے پولیس کا پہرہ متعین کردیا گیا ہے۔ سرکاری طور پر اس اطلاع کی تصدیق ہوگئی ہے۔ ابھی تک یہ نہین معلوم ہوسکا کہ قرآن مجید کے اوراق جلانے کی شرارت کس نے کی ہے۔ شہر مین یہ افواہ ہے کہ پولیس کے فائرنگ کیوجہ سے متعدد اشخاص ہلاک و مجروح ہوگئے۔ مگر اس مین کوئی صداقت نہین۔

بہار میں اردو کو عدالتی زبان قرار دے دیا گیا

حکومت بہار نے ایک کمیونک شایع کیا ہے جس مین وزارت کے اس فیصلہ پر عملدرآمد کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ پٹنہ ترہٹ اور بھاگلپور سب ڈویژنون کے تمام اضلاع مین سوائے ضلع سنتال کے اردو کو عدالتی زبان قرار دے دیا جائے

یاد رہے کہ اسوقت ان اضلاع کی عدالتی زبان کیتھی ہے۔

مسلمان نوجوان لڑکی کی خودکشی۔

لاہور۔ ۲۴ مئی۔ نہایت رنجیدہ حالت مین ایک مسلمان نوجوان لڑکی کی خودکشی کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ متوفیہ ایک شادی شدہ مسلمان لڑکی ہے اور وہ قلعہ گوجر سنگھ مین اپنے خاوند کے پاس رہتی تھی۔ کل اس نے اپنے گلے مین پھندا ڈال کر خودکشی کرلی۔ آخر متوفیہ کی لاش میو ہسپتال مین پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے

بنائے خودکشی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کا ہمیشہ اپنے خاوند اور اس کے رشتہ دارون سے لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ ان گھریلو تنازعہ سے تنگ آکر اس نے خودکشی کرلی۔ پیچھے ایک دس ماہ کی لڑکی چھوڑ گئی ہے۔

دستکاری



گھریلو دوائیاں

بچوں کو تندرست بنانا ۔ مویز منقے تخم برآوردہ خاکسے ۔ دانہ الائچی ہر اجزار کو ایک ایک منقے مین بھر دو اور ایک تار مین دونوں کو چبھو کر چراغ کی لو سے ہر دو مویز کو کباب کر لو اگر بچہ دو سال سے زیادہ ہے تو دونوں منقے پیس کر چٹا دو اور اگر اس سے کم عمر ہے تو نصف نصف مویز پیس کر چٹاؤ اس کے استعمال سے بچہ خوش رہیگا بخار کھانسی وغیرہ سے بچیگا ۔ پاخانہ کھل کر ہوگا ۔ بچہ دن بدن فربہ ہو جائے گا ۔

گرمی دانے

اگر بچے کے گرمی دانے نکل آویں اور اس سے بچہ حیران ہو تو ۔ مغز تخم انبہ مغز تخم جامن نمک طعام خوب باریک پیس کر دانوں پر ملو ۔ دو تین دن میں بچہ دانوں سے صاف ہو جاوے گا ۔

خشک کھانسی

اگر خشک کھانسی بچہ کو آتی ہو تو سیندھے کو لے کے آگ پر رکھ دو ۔ جب جلکر سفید ہو جاوے ۔ ایک ایک رتی صبح و شام شہد کے ساتھ چٹاؤ ۔ بہت جلد آرام ہوگا ۔

خادم الاطبا حکیم اولاد حسین مالک شمسی ہندی دوا خانہ ٹیکاپور
کانپور

حالات نورالدین جہانگیر

تزک جہانگیری سے شہنشاہ جہانگیر کی سیاسی معاشرتی اور خانگی زندگی کے سچے حالات جمع کرکے بہترین پیرائے میں پیش کئے گئے ہیں - مرتبہ

محمد معشوق حسین خاں بی اے علیگ

ماہ و پروین

سنجیدہ ظرافت نکتہ رسی اور معنی آفرینی کا رنگین خزینہ " مشہور مزاحیہ نگار میر ولی اللہ صاحب بی اے - ایل ایل بی وکیل کے مزاحیہ اور نکاحیہ مضامین کا دلپذیر مجموعہ حسب کا ہر مضمون سنجیدہ ظرافت نگاری اور معلومات کا گلدستہ ہے قیمت ۱۲ مستورات بکڈپو پریڈ کانپور

مرادِ نامراد

تقدیر اور مسئلہ قضا و قدر کے متعلق ایک دلچسپ اور مضمون نتیجہ خیز ناول جس میں اپنی کم ہمتی کو بدنصیبی پر محمول کرلینے اور جدوجہد سے کام نہ لینے کے عبرت انگیز نتائج سے دلچسپ پیرائے میں بحث کی گئی ہے قیمت ۲

گلِ انصاف

یا جنگ دارا و سکندر اور انصاف کی حمایت میں ایک دلچسپ اور سبق آموز ڈراما جسے سید حبیب اللہ شاہ حبیب جلالپوری نے تصنیف کیا مطبوعہ نیرنگ خیال بکڈپو قیمت چار آنے

مستورات بکڈپو

پریڈ کانپور

سیب کا درخت

مشہور انگریزی ناول پرائیز یافتہ گالزوری کا دلپذیر شاہکار جسے مشہور ادیب قاضی عبد الغفار نے اردو کا جامہ پہنایا

مستورات بکڈپو

پریڈ کانپور

دسترخوان

کباب تلاوی

گوشت سیر بھر پاؤ بھر میدہ آدھ پاؤ دارچینی ۲ ماشہ لونگ الائچی ۲ ماشہ مرچ سیاہ ۳ ماشے پیاز آدھ پاؤ ادرک ایک تولہ - دہی پاؤ بھر کشنیز ایک تولہ ۸ ماشہ نمک لاہوری ۲ تولہ ۳ ماشہ بیضہ مرغ دو عدد -

ترکیب - گوشت کے پارچے بڑے بڑے بنا کر نمک اور ادرک کا عرق لگاؤ - بعد اس کے دہی لا کر پیاز کو تریڑھ چھٹانک گھی مین سرخ کرکے گوشت کو مع دہی کے بگھار دو اور الٹ پلٹ کرو جب دہی کا پانی خشک ہو جائے تو کشنیز دو بعد اس کے گلانے کے موافق پانی دے کر شوربے سے گوشت کو جدا کرکے شوربہ کو صافی مین چھان لو اور پھر شوربہ مین میدہ مین لا کر سفیدی انڈے کی اور نمک و مصالحہ ملاؤ اور گوشت کے پارچے پر گھی ملکر بھون لو - اگر چاشنی دار کرنا ہو تو پاؤ بھر لیموں کے عرق مین پاؤ بھر شکر کا شیرہ تیار کرو اور کبابون کو گھی مین بھون کر چاشنی مین ڈالتی جاؤ -

کباب دہی

دہی دو سیر نخود بریان - لہسن تین تولہ ایک ماشہ الائچی ۶ ماشہ مرچ سیاہ ۳ ماشہ دارچینی ایک ماشہ نمک دو تولہ مرچ سرخ چھ ماشہ زعفران دو ماشہ گھی پاؤ بھر -

ترکیب - اول دہی کو ایک موٹے کپڑے مین باندھ کر لٹکاؤ - جب پانی اس کا نچڑ جاوے اور بستہ ہو جاوے تو چنون کو باریک پیس کر مع نصف مصالحہ کے اوسمین ملاؤ اور کباب بنا کر تھوڑی دیر نگاہ رکھو بعد ازان پیاز گھی مین سرخ کرکے ان کبابون کو آہستہ سے اس مین چھوڑ دو اور مصالحہ ڈال کر اوپر سے قدرے دودھ کا چھینٹا دیکر اوتار لو -

سید سیدہ سلطان بیگم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۵۰۰

قیمت فی پرچہ ۲ر

پرنٹر و پبلشر حبیب بلقیس بیگم نے مستورات پریس میں چھپوا کر شائع کیا

پندرہ روزہ

مستورات

مالکہ و مدیرہ

حبیب بلقیس بیگم

اغراض و مقاصد

۱۔ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا۔

۲۔ ہندوستانی تعلیمیافتہ خواتین میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا۔

۳۔ ہندوستان کی وہ بری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہوگئی ہیں۔ انھیں دور کرنا۔

۴۔ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا۔ جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو۔

۵۔ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ لکھنا۔

۶۔ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین مقالے لکھنا

۷۔ ہندوستانی شریف بیبیوں کی طرز زندگی اور گھروں کی اصلاح کرنا۔

۸۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی ترویج کرنا،

۹۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری کے بہترین نمونے پیش کرنا،

۱۰۔ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین لکھنا،

۱۱۔ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا،

قواعد و ضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتہ میں شایع ہوگا (۲) سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محصول ۳؎ روساء سے ۵؎ اور والیان ملک سے پچیس روپے، غیر مستطیع طالب علم و طالبات سے بشرط تصدیق ۲؎ سالانہ (۳) "مستورات" میں عشقیہ غزلیں شایع نہ ہونگی، البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریے کے ساتھ شایع کئے جائیں گے (۵) سیاسی مضامین اور دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۶) جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ۱؎ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے (۷) مضامین نظم و نثر میں ایڈیٹر کو ترمیم و اصلاح کا پورا حق ہوگا (۸) تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ مہینے تک مفت جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایکسال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا اور دس خریدار دینے والے بزرگ و معزز تین رسالہ کی معاون سمجھی جائیں گی اور رسالہ بھی ایکسال تک بلا قیمت بھیجا جائیگا (۹) ترسیل زر ہمیشہ ایڈیٹر کے نام ہونی چاہیے —

منیجر رسالہ "مستورات" پریڈ کان پور

فہرست مضامین

جلد	بابت ماہ یکم جولائی سنہ ۳۶ء	نمبر ۵

مستورات سے

جون کے مہینے مین مستورات کے دونون پرچے جا چکے تھے۔ مگر یکم جون مین غلطی سے ۱۵ مئی تاریخ پڑ گئی تھی اس کی تصحیح کر لیجیے۔ یکم جولائی کا پرچہ حاضرِ خدمت ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اسی طرح سے برابر بہنون کی خدمت کرتی رہون گی۔ لیکن افسوس کہ میری صحت دوبارہ پھر کچھ خراب ہو گئی۔ پچھلے ہفتہ انفلوئنزا کے زبردست حملہ کا شکار رہی جس کا اب بھی کچھ سلسلہ باقی ہے۔

اس مرتبہ مین رفیعہ بیگم کے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن چونکہ اسکا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس وجہ سے لکھنا پڑا۔

بہن موصوفہ کے ہوٹل جانے کے بعد میرے پاس اُن کا آدمی آیا کہ آپ کے پاس رہنے کی وجہ سے رات میری نقدی ہوٹل سے چلی گئی۔ لہذا آپ دس روپیہ بھیج دیجیے۔ غرض ۹۰ دس روپیہ اسوقت سے آج تک نہیں ملے۔ اور اسی طریقہ پر مین نے سنا انھون نے کئی جگہ کیا۔ یہ تھین ہماری ادیبہ بہن جن کو ہدایت دے۔ مجھے بہن موصوفہ سے اپنے روپیون کا ہرگز گلہ یا پرواہ نہین ہے۔ لیکن خدا کے واسطے وہ دوسری بہنون کو یون ستا کر نہ کمائین۔

میرا خیال ہے کہ دستکاری کی کتابین آجکل بہت کم ہین اور جو ہین بھی وہ کوئی سلسلہ وار نہین ہین۔ مین مستورات بکڈپو کے سلسلہ مین دستکاری کی چھوٹی چھوٹی آسان اردو مین بہت سی کتابین ... کیا بہنیں اس معاملے مین میری مدد کر سکتی ہین۔ اگر کسی بہن کے پاس چند اخلاقی قصے یا افسانے ہون تو کیا وہ مستورات بکڈپو کو قیمتاً دے سکتی ہین۔ اگر دے سکتی ہین تو کیا قیمت لیوین گی۔ مفصل باتون سے مطلع کرین۔

ایڈیٹر

صفحہ ۴ سے آگے

شامو۔ ہم کیا جانیں (دوسری جراب اٹھاتی ہے اور اسے اُدھیڑنے لگتی ہے۔)

رامو۔ نانی!

نانی۔ کیوں رامو!

رامو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔

نانی۔ بھوک کیوں نہ لگے صبح سے کھایا کیا ہے!

شامو۔ ہماری تو کوئی بات نہیں۔ بچوں کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔ (اسکی آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں اور وہ منہ دوسری طرف پھیر لیتی ہے)

نانی۔ وہ آجائے گا (دونوں بچوں کو پیار سے دیکھتے ہوئے) رامو اور رتن کے لئے پوریاں لائے گا۔ حلوہ لائے گا مٹھائی۔

رتن۔ (نانی کے الفاظ کا تکرار) کب نانی؟

نانی۔ ابھی دیکھ لینا جب تک وہ آئے میں تمہیں بڑی اچھی کہانی سناتی ہوں۔

رتن۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

نانی۔ نہیں سنتے تو نہ سنو (شامو سے) گھر میں اور کچھ بھی نہیں؟۔

شامو۔ کچھ ہوتا تو اب تک انہیں بھوکا کیوں رکھتی کسی دیگچی میں تھوڑا سا گڑ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

نانی۔ تو میٹھے چاول ضرور پکانا۔ میری رامو میٹھے چاول بہت پسند کرتی ہے۔ ہے نا رامو۔

(رامو خاموش رہتی ہے شامو کے ملتے پڑیاں پڑجاتی ہیں۔ نانی اپنی کوٹھری میں چلی جاتی ہے شامو جراب ادھاڑنے میں لگ جاتی ہے کمرے کے کونے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آتی ہے شامو اس طرف دیکھتی ہے۔ رتن کے ہاتھ میں گڑ کی ایک ڈلی ہے۔ ایک دیگچی زمین پر گری ہوئی ہے۔

شامو۔ کیا کر رہے ہو وہاں رتن!

رامو۔ رتن نے گڑ نکالا ہے (رتن سے) مجھے بھی دو!

(رتن گڑ لیکر ہاتھ میں زور سے دبا لیتا ہے)

شامو۔ کان میں بھنک تو پڑ گئی کہ گھر میں گڑ ہے بس چیزوں کی تلاش لینی شروع کردی۔

رتن۔ بڑی بھوک لگی ہے ماتا جی!

شامو۔ دیگچی اٹھا کر رکھ دے۔

رامو۔ (رتن کے پاس آکر ڈلی کو آرزو انگیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) ماتا جی! رتن سے کہو مجھے بھی دے۔

شامو۔ گڑ کیا کھاؤ گے تمہارے پتا ابھی حلوہ پوریاں اور مٹھائی لائیں گے۔ (دونوں چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں اور ڈلی آپس میں تقسیم کرنے لگتے ہیں۔ چند منٹ گذر جاتے ہیں۔ یکایک کمرے کی فضا میں رونے کی ہلکی آواز آتی ہے۔ شامو

صفحہ ۵ سے شروع

فکر کی جیت

اے میری فکر دلربا فلک نشین فلک رسا   میں تجھ کو ابر خوش ادا اگر کہوں تو ہے بجا
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

نہ مٹ کسی نصاب پر نہ جا کسی حساب پر   تو آب تو آفتاب پر۔ ترقیوں کے باب پر
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

زمیں کو دوش پر اٹھا۔ اٹھا کے آسماں بنا   بچھا کے فرش ارتقا۔ اور اس پہ تو ہی پھیل جا
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

نئے نئے چمن بنا۔ بطرز نو وطن سجا   فسردگی غم مٹا۔ ابھر ابھار برملا
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

شراب ارتقا پلا۔ سرور عیش زرا نہ لا   کہ اٹھ سکے میر ولولہ۔ وبا دے سب کا حوصلہ
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

جو ولیس ہو عیاں کر دن ہر کسے برملا کہوں   گلے گلے اتار دوں۔ دلوں۔ ڈروں نہ اور کو
برس تو جھوم جھوم کر
برس تو جھوم جھوم کر   زمین انقلاب پر

زبانِ خوش کلام ہے اور فکر تیز گام ہے ہر ایک رام رام ہے - زمانہ بھی غلام ہے

برس تو جھوم جھوم کر

زمین انقلاب پر برس تو جھوم جھوم کر

بلقیس فاطمہ کمپونڈر گوالیار

بچون کو دیکھتی ہے)

رتن - ماما جی ؟

شامو - کیا ہے ؟ کون رو رہا ہے ؟؟

رتن - رامو رو رہی ہے ماما جی !

شامو - کیون ؟

رتن - کہتی ہے مجھے بہت بھوک لگتی ہے

شامو - بھوک دلبی آہ بھرتی ہے، اٹھکر چارپائی پر گر جاتی ہے - بچی کو گود مین اٹھا لیتی ہے) میری رامو کیون روئے ؟ ابھی "کی ی کو ماگر") پتا جی آئیگا -

نانی - ضد ہے، رامو روتی ہے ؟

شامو - ہان بھوک کے مارے بچون کا بُرا حال ہے

نانی - تمھارے پتا جی ابھی آتے - اندر آؤ مین تمھیں بڑی مزے دار کہانی سناؤں -

شامو - جھنجھلا کر کہانی کیا سنے - بیچاری کو بھوک لگی ہے -

نانی - کیا کیا جائے بچون کو پیار دلاسا دو

شامو - پیار دلاسے سے کیا ہوتا ہے -

(دروازہ کھلتا ہے جیون جس کے چہرے سے حسرت یاس ٹپک رہی تھی اور جس کا لباس بالکل پھٹا پرانا ہے، اندر داخل ہوتا ہے -

رتن - پتا جی آ گئے -

(شامو جیون کے خالی ہاتھ دیکھکر مایوس ہو جاتی ہے - رامو اپنے باپ سے لپٹ جاتی ہے -

رامو - پوریان حلوہ لائے ؟

نانی - پوریان حلوہ لاتے ؟ ہمارا انہین تو ان بچون کا خیال تو کرنا تھا - بیچارے بھوک مر رہے ہین

جیون - کیا کرون جان عجب مشکل مین ہے اس زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے -

نانی - ہوا کیا ؟

جیون - کارخانے کے مالک کچھ دیتے ہی نہین

نانی - رُدّو اُن کی جانون کو جھوٹے تنخواہ نہ ملی

کرادی۔

جیون ۔ ہڑتال تو ہم نے خود کی۔ دس گھنٹے محنت
کرنے پر بھی اتنی تنخواہ ہے تو کیوں کر ہڑتال نہ کریں؟

شامو۔ پچھلے مہینے کی تنخواہ کیوں نہیں
دیتے۔

جیون ۔ ہڑتال جو ہم نے کردی ہے اور اُس سے
ان کا سخت نقصان ہو رہا ہے۔

نانی ۔ نقصان تو تمہیں ہو رہا ہے۔ انہیں کیا پروا ہے

جیون (بیوی سے مخاطب ہو کر) [illegible]

شامو۔ کب سے مانگ [illegible] محلے میں ہر ایک کا [illegible]
ہے۔ اب کس منہ سے مانگیں جا کے؟

جیون ۔ سب قرضہ اتار دیں گے۔

شامو۔ مگر اب تو کوئی بھی دینے کو تیار نہیں۔
سب جانتے ہیں۔ یہ غریب ہیں۔ کہاں سے
دیں گے۔ گلی میں صرف ایک گھر ہے جہاں سے
قرض نہیں مانگا۔ اور وہ گھر مسلمان کا ہے۔ ماتاجی
کہتی ہیں وہیں سے قرض ہرگز ہرگز نہ مانگنا۔

جیون ۔ کیوں؟

نانی ۔ مسلمان سے ہمارا کیا واسطہ۔

جیون ۔ کارخانے میں تو ہندو مسلم کا کوئی سوال
نہیں۔ ہر ایک مزدور ایک دوسرے کا ہمدرد
ہے۔

نانی ۔ کیا پتہ تم نے کن بدمعاشوں کی رائے پر ہڑتال
کر رکھی ہے۔ میرا اختیار ہو تو ان کے بال نوچ لوں۔

جیون ۔ ماتاجی اور تم سے امید بھی کیا ہے۔ تم
خوامخواہ ہندو مسلم سوال لے بیٹھی ہو۔ میرا دعویٰ
ہے اگر خان صاحب سے ہم مانگیں تو وہ کبھی انکار
نہ کریں گے۔ جب سے ہڑتال ہوئی ہے وہ ہر روز
مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں۔
کارخانے میں ہمارا افسر مسلمان ہے۔ وہی ہمیں تنخواہ
[illegible] اگر وہ نہ ہوتا تو کارخانہ والے ہمارا خون
[illegible]

نانی ۔ میں تو پہلے ہی سمجھی بیٹھی تھی کہ یہ اسی شخص کی کارستانی
ہے۔ تم نے [illegible] کا کہنا کیوں نہ مانا؟

جیون ۔ ماتاجی جب تمہیں کسی چیز کی خبر نہیں تو
خاموش کیوں نہیں رہتیں۔ خوامخواہ بیچارے کو
[illegible] کہہ دیا۔ حالانکہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور ہمارے
ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کر رہا ہے۔

نانی ۔ کیا ہمدردی کر رہا ہے؟

جیون ۔ وہ بھی ہم میں شریک ہیں اور کارخانہ
والوں سے ہمارے مطالبات پورا کرنے کو کہہ
رہے ہیں۔

نانی ۔ اوہ پرماتما جانے تمہیں کب عقل آئے گی۔

جیون ۔ ماتاجی اس کارخانے میں سب مزدور ایک

ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ کانگریس والے بھی کہتے ہیں کہ جب تک ہندو مسلم ایک دوسرے کو بھائی بھائی نہ سمجھیں گے۔ ملک کو سوراج نہیں ملیگا۔

نانی ۔ بڑے آئے موئے سوراج لینے والے
(غصے سے کمرے میں چلی جاتی ہے)

رتن ۔ بڑی بھوک لگی ہے ۔

رامو ۔ صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ۔

جیون ۔ ابھی بازار جاتا ہوں ۔

شامو ۔ بازار جاکر کیا کروگے؟

جیون ۔ کیا کروں گا ۔ ؟ ۔ کچھ نہ کچھ تدبیر کروں گا۔ اس کے سوا اور چارہ کیا ہے ۔

شامو ۔ نہیں بچوں کی بڑی فکر ہے۔ ماتاجی بوڑھی ہیں ۔ وہ دو وقت کا فاقہ کیونکر برداشت کریں گی

(رتن دروازہ کھولتا ہے ۔ خانصاحب دروازے پر کھڑے نظر آتے ہیں ۔ ان کے پیچھے ان کا خادم ایک طشت اٹھائے کھڑا ہے۔ طشت پر رومال پڑا ہے)

(جیون جلدی سے دروازے پر پہنچ جاتا ہے)

خانصاحب ۔ ذرا تکلیف دینا چاہتا ہوں

جیون ۔ میں حاضر ہوں خانصاحب!

خانصاحب ۔ بھائی! (طشت کی طرف اشارہ کرکے) یہ لایا ہوں قبول کرو

جیون ۔ خانصاحب! آپ نے کیوں تکلیف کی ۔۔۔ بھگوان کی کرپا سے ہمیں سب کچھ حاصل ہے۔

خانصاحب ۔ اس میں تکلیف کی کون بات ہے ہمسائے کو ہمسائے کی مدد کرنی چاہیئے (خادم سے کلو! ذرا آگے بڑھو اور چیزیں اتار دو) جیون! چند برتن لے آؤ ۔

جیون ۔ خانصاحب! آپ تکلیف نہ کریں ۔ میں خود کچھ نہ کچھ انتظام کروں گا ۔

خانصاحب ۔ (جیون کے الفاظ کاٹتے ہوئے) بھئی ہم سے نفرت ہے جو ایسی باتیں کرتے ہیں؟

جیون ۔ رام رام یہ خیال کبھی نہ کیجئے خانصاحب آپ تو غریبوں پر احسان کر رہے ہیں

خانصاحب ۔ تو پھر یہ لے لو بھائی! خدانخواستہ میری حالت تمھاری ایسی ہو جائے تو کیا تم میری مدد نہیں کروگے ۔

جیون ۔ پرماتما نہ کرے آپ کی حالت ایسی ہو!

خانصاحب ۔ دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ۔

(کلو رومال ہٹاتا ہے اور طشت دروازے کے اندر رکھ دیتا ہے ۔ دونوں بچے بھاگ کر وہاں آجاتے ہیں ۔)

جیون ۔ آپ نے بڑی کرپا کی ہے ۔

خانصاحب ۔ تو اب سوچ کیا رہے ہو ۔ جا کی برتن لاؤ ۔

(جیون وہاں سے ہٹ کر، شامو کے پاس پہنچتا ہے ۔ شامو دروازے کی طرف پشت کئے کھڑی ہے جیون اسے برتن دینے کے لئے کہتا ہے وہ سر کی جنبش سے برتنوں کی طرف اشارہ کر دیتی ہے برتن لے کر جیون پھر دروازے کے پاس آتا ہے اور طشت سے پوریاں ۔ چاول ۔ روٹیاں وغیرہ نکال لیتا ہے ۔ بچوں کی نگاہیں ان پر گڑتی ہوئی ہیں ۔

جیون ۔ حیران ہوں آپ کا شکریہ کیونکر ادا کروں؟

خانصاحب ۔ آخر شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں نے حق ہمسایگی ادا کیا ہے ۔ میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم میری حالت میں تو کیا تم بحیثیت ہمسائے کے میری مدد نہ کرتے ۔ دیکھو! اگر ہمسایہ ہی ہمسائے کی مدد نہ کرے تو اور کون کرے گا؟ شاید تم یہ سوچتے ہو گے کہ میں مسلمان ہوں اور تم ہندو ۔۔۔ اسلئے ہمارے تمہارے درمیان بہت بڑی دیوار حائل ہے نہ ۔

جیون ۔ خانصاحب میں ہندو مسلم کے سوال کو نہیں مانتا ۔ کارخانے میں ہم تمام مزدور ساتھ کماتے ہیں ۔

خانصاحب ۔ وہاں صلح صفائی ہوئی یا نہیں؟ ۔

جیون ۔ ابھی تو نہیں ہوئی ۔ کچھ دن میں ہو جائے گی ۔ کارخانے کے مالکوں نے ہمارے مطالبات ابھی پورے نہیں کئے ۔

خانصاحب ۔ وہ کیا کہتے ہیں؟

جیون ۔ وہ کہتے ہیں کہ پچھلے مہینوں کی جتنی تنخواہیں ہیں نہیں دیجائیں گی ۔ آگے کام کرو اور مزدوری لو ۔

خانصاحب ۔ تو یہ مطالبہ وہ مان جائینگے!

جیون ۔ امید تو ہے ۔ ہڑتال سے انھیں سخت نقصان پہنچ رہا ہے ۔

خانصاحب ۔ (رامو کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے) تمھیں بھوک لگی ہو گی؟

رامو ۔ کانصاب! صبح سے کچھ نہیں کھایا

خانصاحب ۔ تو تم نے مجھ سے کیوں نہیں کہا؟

(رامو باپ کی طرف دیکھتا ہے)

جیون ۔ یہ ثریا کی سہیلی ہے

خانصاحب ۔ ثریا تمہاری سہیلی ہے نا!

رامو ۔ کانصاب "ثیا" میری بڑی اچھی سہیلی ہے ۔

خانصاحب مجھے نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ تمہاری یہ حالت ہے ۔

(باقی آئندہ)

تلوار کا سایہ

گذشتہ سے پیوستہ

سارجنٹ اپنی بندوق اٹھائے ہوئے بولا۔ نیچے چلے جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں تمھارے اڈے سے یوں گرادوں گا جیسے کوّے کو گراتے ہیں۔

چٹان کی آڑ لینے کے بجائے روہان ایک عجیب مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور بولا اگر تمھاری ضرورت ہے۔ تو تم کو وہاں جانے کے لئے یہاں آنا پڑے گا۔

ایک چمک پیدا ہوئی اور پھر ایک گرج ــــ سارجنٹ نے گولی چلائی۔

لیکن جب دھواں صاف ہوگیا۔ روہان ایک عجیب مسکراہٹ کے ساتھ چٹان کے کنارے کھڑا تھا۔ نشانہ خطا ہوگیا تھا۔

سارجنٹ غصے میں بولا۔ تم مسکرا سکتے ہو لیکن تم بچ نہیں سکتے۔ اگر میں تمھیں نیچے نہیں لاسکتا تو میں تمھیں فاقوں مار دوں گا۔ تم محصور ہوگئے ہو۔

روہان قہقہہ لگاتے ہوئے اور غار کے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اور تم بھی گھر گئے ہو پیچھے دیکھو ــــ

سارجنٹ اور اسکے آدمیوں کے پیچھے دیکھا اور مایوسی کی چیخ ماری۔ جوار بھاٹا واپس آگیا تھا اور سمندر تیزی کے ساتھ غار کے منہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک باڑ مارو اور پھر اپنی جانیں بچانے کے لئے تیر جھو" سارجنٹ چلایا لیکن جب سپاہیوں نے اسکو نشانہ بنانا چاہا تو روہان غائب تھا۔

انھوں نے اندازے سے غار کی طرف بندوقیں چلائیں اور وسیع غار کو پھیلنے والے دھویں اور گونجدار گرج سے بھر لے کے بعد بڑھتی لہروں میں سے جان بچا کر بھاگے۔

ساحل پر خیریت کے ساتھ پہنچنے کے بعد سارجنٹ بولا۔ بہرحال ہم بڑھیا گنیزن کو اس بات سے

روک سکتے ہیں کہ وہ باغی کو کھانا پہونچا سکے ۔

روہان کی بیوہ ماں کے جھونپڑے کے گرد پہرہ بٹھادیا گیا ۔ اور جب وہ گھر سے نکلتی اسکی تلاشی لی جاتی ۔ مسلح سپاہی دن رات چٹان کے چھید اور سمندر کی طرف سے غار کے راستہ کی نگرانی کرنے لگے تھے ۔ دو ہفتوں کے بعد سارجنٹ نے دوبارہ حملہ کرنے کی ٹھانی ۔ اسنے خیال کیا کہ روہان فاقوں سے مر گیا ہوگا ۔ کیونکہ ہر طرف سے رسد جانے کے راستے مسدود کئے جا چکے تھے ۔

ایک چاندنی رات میں جب جوار بھاٹا اتار میں تھا ۔ سپاہیوں کا ایک گروہ غار کے اندر گھس گیا اور سیڑھیاں لگاکر چٹان کی طرف چڑھنے لگا ۔ لیکن ایک مضبوط ہاتھ سے سیڑھیوں کو اوپر سے پکڑ لیا اور ان کو سنگ خارہ کے فرش پر نیچے گرادیا ۔ چٹان کے چھید میں آنے والی ہلکی روپہلی روشنی میں روہان بھوت کی طرح کھڑا ہوا تھا ۔ اور محاصرہ کرنے والے سیاہ جسموں پر پتھر کے ٹکڑے جو اسنے اس چٹان پر جہاں وہ سوتا تھا پہلے سے جمع کر رکھے تھے لڑھکا رہا تھا ۔

گولی چلاؤ ۔ گولی چلاؤ ۔ سارجنٹ نے روہان کی سفید شکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخ کر کہا ۔

لیکن قبل اس کے کہ یہ حکم پورا کیا جاتا روہان آڑ میں ہو گیا ۔ اور گولیاں اس نشان پر جہاں وہ کھڑا تھا ۔ بیکار طرف برسنے لگیں ۔

گولیوں کی آڑ میں کچھ لوگ بڑھے اور سیڑھی کو چٹان کے ساتھ لگادیا ۔ روہان چٹان کے کنارے کی طرف رینگتا ہوا آرہا تھا کہ وہ ایک انسان چہرے کے سایے سے چونک پڑا ۔ غصے سے چیختے ہوئے وہ اپنے پیروں میں کھڑا ہو گیا ۔ گولیوں کی جو اس کے چاروں طرف آرہی تھیں پروا نہ کرتے ہوئے اس نے آہستہ اور درد کے ساتھ سنگ خارا کا ایک بڑا گراہ اٹھایا اور اپنے سر پر تھوڑی دیر تول کر ان صورتوں کی طرف جو نیچے کشمکش کر رہی تھیں پھینک دیا ایک دھڑکے کی آواز آئی اور پھر ایک چیخ آئی پتھر کے وزن سے سیڑھیاں ٹوٹ گئیں اور ان پر چڑھتے ہوئے آدمی جانکنی اور ڈر کی خوفناک چیخیں مارتے ہوئے نیچے گر گئے ۔ روہان کو معلوم نہیں ہوا کہ اس کے بعد کیا ہوا کیونکہ جوش اور تکان سے مغلوب ہو کر بے ہوش ہو گیا ۔ جب اسکی آنکھ کھلی تو چٹان کے چھید کے نیچے لیٹا ہوا تھا اور چاندنی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی ۔

پیچھے سے سمندر کی لہروں کی نرم آواز آرہی تھی - جو غار کے منہ مین داخل ہو رہی تھیں اور جنہوں نے حملہ کرنے والوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

ہان جنگ ختم ہو گئی تھی اور وہ زخم پا چکا تھا۔ وہ ناقابل تسخیر جگہ مین تھا۔ اگر اس کے پاس خورد و نوش کا کافی سامان ہوتا وہ ایک عرصہ تک ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب وہ اپنی کائی کے بستر پر لیٹا ہوا تھا - ایک کھردری زبان اس کا ہاتھ چاٹنے لگی یہ جنڈیک اسکی بکری تھی۔ گذشتہ ہفتون سے روہان کی مان ٹوکری مین کھانا باندھ کر اسکی گردن کے لمبے بالون مین چھپا کر بھیج دیا کرتی تھی۔

روہان اندھیرے مین ٹوکری ٹٹول رہا تھا - مینڈک کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور چاند کی روشنی مین وہ اُس کے پاؤن پر گر پڑی اسکے پہلو مین ایک خوفناک گھاؤ تھا وہان کانپی اور مر گئی کسی سپاہی نے اسکے گولی مار دی تھی۔

جب روہان نے اپنے چوپائے رفیق کی مردہ لاش کی طرف دیکھا تو اسکے دل کی ہمت نے جسنے تمام اسے فاتح یورپ نپولین اعظم کی تمام طاقتون کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیا تھا اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

اُس نے اپنے گرد ہانپتے اور کانپتے ہوئے دیکھا اور اسپر تنہائی اور مایوسی غالب آچکی تھی اُسنے بہادری سے مقابلہ کیا تھا - لیکن اسکو جاری رکھنا ناممکن نظر آتا تھا۔ آہستگی سے بمشکل تمام وہ ڈھلوان کے سیاہ کنارے سے اوتر کر نیچے تنگ سنگریزون والے چوڑے میدان پر عین اسوقت پہنچا جب چاند بادل سے نکل کر غار کو روشن کر رہا تھا - چاندی کی خنک شعاعین سارجنٹ کے سفید چہرے پر پڑ رہی تھیں جسکی لاش آدھی زمین پر اور آدھی پانی کے اندر ڈوبی ہوئی تھی روہان کے اس پتھر نے جو اُس نے سیڑھی توڑنے کے لئے گرایا تھا کچل دیا تھا۔

روہان تھوڑی دیر تک مقتول کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ایک جانکنی اور مایوسی کی چیخ کے ساتھ دوزانو ہو کر یون دعا مانگنے لگا - اے میرے خدا اس جرم کا بار میرے سر پر نہین ہے - مجھ پر نہیں بلکہ اس پر ہے جسنے مجھے شکار کرنا چاہا اور مجھے وہ بنا دیا جو مین جیون اسپر ہے جسکی خون آلودہ سایہ تمام دنیا پر پڑ رہا ہے اور جو لاکھوں معصوم انسانوں کو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور

بندوں کے درمیان جھکا ہوا تھا۔ اور وہ لگنی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کے گرد حافظ تھے۔ افسروں کا ایک گروہ اسکے پیچھے اسکے احکام کا منتظر کھڑا تھا۔

یکایک ایک ننگے سر والا سوار سڑک پر نظر آیا۔ وہ گھوڑے پر ایڑیاں اور کوڑے لگا رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی عزیز جان کی خاطر ایسا کر رہا ہے پہاڑی پر تندی کے ساتھ چڑھتے ہوئے اس نے شاہنشاہ کو ایک خط دیا۔ نپولین نے اسکو دیکھا اور اپنے عملے کے سپاہیوں سے کچھ بولا خوشی کی ایک تیز حرکت سے ان نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایمیں ہوا میں سیلاب کے ساتھ ہی نعروں کی آوازاتی "شاہنشاہ زندہ باد" نپولین مسکرایا اس کا ستارہ پھر اوج پر تھا اہل پرشیا لگنی کے پسپا ہو رہے تھے اسکی پہلی ضرب کارگر ہوئی تھی اور کامیابی اس کے قدموں پر تھی۔ چہاری جس پر وہ کھڑا تھا اسکے نزدیک ایک اجڑا ہوا کسان کا گھر تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس گھر کو اسکی رہائش کے لیے تیار کیا جائے لیکن وہ اپنے لیکن وہ اپنے عملے کے آگے آگے پہاڑی پر سے گذرا تو اس آدمی نے جو اس کو بھانپ رہا تھا اسکا ارادہ معلوم کر لیا اور اس گھر میں اسکے خادموں سے پہلے پہنچ گیا۔

نپولین کے جانے سے قبل جن سپاہیوں نے اس جگہ کو صاف کیا تھا وہ اس سیاہ شکل کو پانے میں ناکامیاب رہے جو لکڑی کے کالے لٹھوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔

روٹی اور شراب ختم کرنے کے بعد نپولین اپنے آدمیوں سے بولا۔ مجھے تنہا چھوڑ دو کل صبح والیسرائے گردش کرنے والے میدان میں وہ یورپین فوج کے اس افسر سے پہلی مرتبہ ملاقات کرے گا جسکو وہ ابھی شکست نہیں دے سکا تھا۔ وہ اس لڑائی کی تجاویز خاموشی میں سوچنا چاہتا تھا۔ کبھی کبھی وہ کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتا تھا۔ اسکی ٹھوڑی اسکے پسینے سے لگی ہوئی تھی اور اس کے اور اس کے ساتھ کمر کے پیچھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔

اسکے دل وسیع اور صاف ہوا میں بدنصیب زمین پر سیاہ بادلوں کی طرح حرکت کرتے ہوئے عظیم الشان سیاہ لشکروں کے جلوس نکل رہے تھے۔

چلتے ہوئے غبار دور سے نظر آرہے تھے اور چاروں طرف مرتے ہوئے آدمیوں کی چیخیں اور توپوں کی گرج سنائی دے رہی تھی۔ اسکی تجویز آخرکار پختہ ہو گئی۔ فتح! ہاں یہ یقینی تھی۔ اسکے

خیالات کا سلسلہ یون جاری تھا۔ ایک ایڈی کانگ اندر ایک خط لے کر اندر داخل ہوا۔ اُس نے جلدی سے اُسے پھاڑا اور پڑھنے لگا۔

یہ کچھ نہیں وہ بولا۔ مجھے دو گھنٹے کے لیے سوائے کسی بہت ضروری کام کے مت پریشان کرو مین ایک نیند لینا چاہتا ہون۔

پھر وہ آگ کے سامنے رکھی ہوئی پرانی طرز کی آرام کرسی کی طرف گیا اور دوزانو ہو کر اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے چھپا کر دعا مانگنے لگا۔

کیا! وہ آدمی جو لکڑی کے شہتیروں پر سے اسے دیکھ رہا تھا بولا۔ کیا قاتل بھی دعا مانگ سکتا ہے! خدا اسکی دعا نہین سنے گا۔ وہ دعا مانگ رہا ہے کہ جو انگریزون کو صفحہ دنیا سے مٹا دے اور وہ دوبارہ اپنا تخت خون سے تعمیر کرے اور اپنا آگ کا عصا نصب کرے۔

نپولین یقینی اسی کے لیے دعا کر رہا تھا۔ تاہم جب وہ اٹھا تو اُس کے چہرے مین اس مذہبی مشق سے جو چند لمحون کے لئے اسپر حکمران تھی۔ ایک حیرت ناک تغیر اور نرمی آگئی تھی۔ اب آرام کرسی پر گر کر اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لین جب آگ دھیمی ہوگئی تو وہان کنفرن آہستگی سے اپنی جگہ سے اترا۔ اسکے ہاتھ مین ایک سنگین نما چمکتا ہوا چاقو تھا۔ جیسا کہ آرڈینز کے جنگل مین شکاری استعمال کرتے ہین۔

اب چاقو ہاتھ مین لیکر وہ شاہنشاہ کے قریب کھڑا تھا۔ اسکے چہرے کی طرف بغور دیکھ رہا تھا اور اسکی ہر باریک سطر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اسوقت اس کا چہرہ بھوت کی طرح تھا اور اسپر دہشت اور دیوانگی برستی تھی۔ اسکی نگاہ مین روحانی قحط معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ جذباتی خواہش کو پورا کرنے کا خواہشمند ہے۔ چاقو اسطرح اٹھا جیسے کہ سونے والے آدمی کے دل میں گھونپ دیا جائے گا۔ نپولین نیند مین بے چینی سے ہلا اور بڑبڑایا اور اسکی مٹھی بند ہوگئی اور کھل گئی۔

جب روہان نے اپنا چاقو ظالم کے پیٹ میں سینہ مین گھونپنا چاہا تو اُس نے اسکا سفید یا ننھا ہاتھ دیکھا جو عورت یا بچے کے ہاتھ کی مانند تھا۔ دوبارہ اُس نے اسکے چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ ایک کمزور۔ زرد۔ تھکے ہوئے مریض آدمی کا چہرہ تھا جسکو کوئی طاقتور انسان ایک تنکے سے کچل سکتا ہے۔ روہان نے جیسے ہی یہ دیکھا۔ اسکا دل کمزور ہوگیا۔ اور لمبا چاقو اسکے ہاتھ سے گر گیا۔

میں جاسے قتل کر ڈالوں گا۔ میں اسے ضرور مار ڈالوں وہ اپنے آپ باتیں کرنے لگا۔ اس اکیلے کی زندگی دنیا کی خوشی اور امن میں خلل انداز ہو رہی ہے۔ وہ ایک قابل کی زندگی بسر کر رہا ہے اگر وہ زندہ رہا تو جنگ زندہ ہو جائے گی۔ آتش اور قحط اور انسان قتل زندہ ہو جائیں گے۔ روہان اسے مار ڈالو۔

اگر نپولین نے سونے سے پہلے دعا نہ کی ہوتی تو شاید اس کا دشمن اپنا مقصد پورا کر لیتا۔ لیکن اُس نے دعا کی تھی۔ اسکا چہرہ ایک لمحہ کے لئے حسین ہو گیا تھا۔ اور وہ بچے کی طرح نڈر ہو کر سو گیا تھا۔ نہیں! روہان گنوں میں وحشی قاتلوں کا خمیر نہیں تھا۔ اگرچہ اس کے دماغ میں پاگل پن تھا لیکن اُس کے دل میں محبت تھی۔ وہ قابیل کو بھی قتل نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ خدا نے اسے نیند کی سی نعمت بخشی تھی۔ نپولین کو خدا نے بنایا تھا۔ اور خدا ہی نے اُسے بھیجا تھا۔ اور گو وہ خونی تھا لیکن پھر بھی خدا کی مخلوق کا بچہ تھا۔

کھڑکی کے کواڑ کھول کر کنفرن نے ایک لمحہ سے کانپتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اپنی وحشی آنکھوں سے فاتح عظیم کے زرد اور تھکے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر باہر کی طرف اندھیرے میں کود گیا۔ جب نپولین کی آنکھ کھلی تو ایک لمبا چاقو اُس کے پیروں میں پڑا تھا۔ اُس نے اسکی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور اسے یہ بات خواب میں بھی نہ معلوم ہو سکی کہ تھوڑی دیر پیشتر اسکی نوک اُس کے دل کے قریب تھی۔

آہ! روہان کنفرن نے بہت اچھا کیا کہ طاقتور شاہنشاہ کو خدا کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اور خود ایک جنگلی تڑپتے ہوئے دیوانے عبکاری کی صورت میں کروملیکس کے چھوٹے گاؤں کی طرف اپنی معشوقہ کے پاس چلا گیا۔ کیونکہ جب نپولین نے اس کسانی گھر سے باہر نکل کر شفق آلودہ آسمان کی طرف دیکھا تو اسکی قسمت کے دھندلے ستارے کے سامنے ایک خون آلودہ بادل نظر آیا۔ جس پر واٹرلو لکھا تھا۔

ڈاکٹر لودی

انسانی زندگی کا مقصد

خداوند تعالےٰ اپنے کلام پاک مین انسانی زندگی کا مقصد صاف طور پر اس طرح بیان کیا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ط میں نے جن اور انسان کو اسواسطے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کرین اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہر وقت اور ہر گھڑی گوشہ نشین ہوکر مصلیٰ پر بیٹھا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے۔ دیگر کوئی کام نہ کرے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنی پیدائش پر غور کرے اور دیکھے کہ اسکو کس طرح خداوند تعالےٰ نے قطرۂ پانی سے پیدا کیا اور تمام حیوانات میں سے اشرف المخلوقات بنایا اس کے لئے اس ذات کبریا کا شکریہ ادا کرے اور اپنے خالق کی حمد و ثنا کرتا رہے۔ اس مین کمی کوتاہی نہ کرے۔ اس کے اوامر اور نواہی کا ہر وقت خیال رکھے۔ اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے اجتناب کرے

زندگی آمد برائے بندگی   بندگی آمد برائے زندگی
زندگی با بندگی فرخندگی   زندگی بے بندگی شرمندگی

اپنے ہم جنس انسان کیساتھ ہمدردی کرے اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ انسان کے واسطے خوش اخلاقی ایک زیور ہے۔ اس سے انسان کو آراستہ و پیراستہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے سوا انسان ایک ڈھانچہ ہے جس میں روح نہین ایک بے پھل درخت کی مثل ہے۔

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ ط لوگون مین سے اچھا آدمی وہ ہے جو کہ دوسرے اشخاص کو نفع پہنچائے

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو،
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہ شعائر انسان کو نیک زندگی بسر کرنے کی طرف راغب کرنے کے ذرایع ہین یہی عبادت ہے جو خداوند تعالےٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کی جائے۔ بصورت دیگر رسمی طور پر عبادت کی جائے وہ ایک عادت ہے اور اس کا کچھ اثر نہیں۔

کر رہا ہے۔ ہائے خدا! خدا! خدا! جیسے اسنے میری جوانی خراب کی ہے۔ اسپر بھی لعنت ہو۔ اسکو مت بچا ان آدمیون کو جنھیں نپولین نے قتل کیا ہے! کیا وقت نہین آیا کہ میرے جیسا کوئی انسان اسکو ڈھونڈھ کر مار ڈالے اور ہماری خون آلود زمین پر دوبارہ امن قایم کردے" ہان مین ایسا کرون گا"

دیوانگی کی عجیب طاقت اور زور مین یکایک کھڑا ہوکر وہ چٹان پر چڑھ کر اپنے سمندری نباتات کے بستر کی طرف جانے لگا اور پھر اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا لیکن سیدھا عمودی راستہ جو غار کی چھت سے چٹان کی چوٹی کی طرف جا رہا تھا۔

روہان اور نپولین کی ملاقات

جب نپولین کا لشکر عظیم۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ آسٹریا اور روس کی متحدہ طاقتون سے آخری مقابلہ کرنے بلجیم سے گذر رہا تھا۔ تو اس کے پیچھے پیچھے ایک عجیب جنگلی جانور بھی جا رہا تھا۔ وہ ایک دبلا نیم برہنہ انسان تھا۔ جسکے لمبے سنہری بال اسکی کمر تک پہنچتے تھے اور جسکی خون کی مانند سرخ آنکھون سے دیوانگی برستی تھی۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ زندہ کیسے رہتا تھا۔ اسنے کبھی بھیک نہین مانگی۔ لیکن جب وہ خیمون کے پاس آگ کے الاؤ کے گرد یہ پوچھتا ہوا کہ شاہنشاہ کہان ہے؟ نپولین کہان ہے؟ کیا وہ اس طرف آئے گا۔ یہ پھرتا تھا۔ تو سپاہی اسکی طرف روٹی کے ٹکڑے پھینک دیا کرتے تھے۔

دو مرتبہ اسے جاسوس سمجھکر گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اور گولی سے اڑا دینے کا حکم دیا جا چکا ہے لیکن ہر مرتبہ وہ موت کا حکم سنکر وہ ایسا عجیب قہقہہ مارتا تھا کہ آخر اسے بغور دیکھتے تھے اور یہ کہہ کر "وہ ایک بے ضرر پاگل ہے" آزاد کر دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ بڑھتے ہوئے لشکر کے عقب مین رہتا تھا۔ جب کبھی فوج آتی تھی۔ تو سپاہیون کے ساتھ میل جول کرتا تھا اور ایک تند دھیمی آواز مین پوچھتا تھا کیا اب شاہنشاہ آرہا ہے؟ کیا وہ یہین آئے گا؟۔

آخر کار ایک سیاہ برساتی رات مین اس وحشی انسان نے اس آدمی کو جسکی وہ تلاش مین تھا دیکھا نپولین ایک پرانے لبادے مین لپٹا ہوا اور ایک کلغی دار ٹوپی جس سے بارش کے قطرے تیزی کے ساتھ ٹپک رہے تھے پہنے ہوئے ایک پہاڑی پر کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ کمر کے پیچھے ملے ہوئے تھا۔ اسکا سر

عبادت کا اصلی مدعا اسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دلی خلوص اور خشوع وخضوع کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی ورضامندی حاصل کرنے کی نیت سے ضابطۂ اخلاقِ فاضلہ کے ماتحت کیا جائے یہی عبادت انسان کو برے اور فحش کاموں سے روکتی ہے اور دھال کا کام دیتی ہے جیساکہ خداوندتعالے کا حکم ہے کہ ان الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ط تحقیق نماز انسان کو برے اور فحش کاموں سے روکتی ہے اور ڈھال کا کام دیتی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اعلےٰ بری باتوں سے اجتناب کرنا۔ خداوند تعالےٰ کی نافرمانیوں سے بچنا اور نیک وبا اخلاق زندگی بسر کرنا ہے۔ ؎

زندہ است نام نکو نوشیرواں بعدل   گرچہ بسا گذشت کہ نوشیرواں نماند
قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت   نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت

اپنے پسینہ کی کمائی سے اپنا اور اپنے عیال واطفال کا پیٹ پالنا اور حلال روزی کمانے کے واسطے جدوجہد کرنا اور رزاقِ حقیقی پر متوکل ہونا بھی انسانی زندگی کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

جائز کام کے واسطے محنت ومشقت کرنا اور اس کا نتیجہ خدا پر چھوڑنا توکل ہے اسی توکل کی تعریف "جل جلالہٗ" نے یوں فرمائی ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ط ہر ایک انسان کو اسی قدر صلہ ملا کرتا ہے جسقدر وہ محنت ومشقت کرتا ہے اپنی اولاد کو تعلیم دلانا اور ان کے سن بلوغت کو پہنچنے پر ان کی شادی وغیرہ کے فرائض سے سبکدوش ہونا بھی انسانی زندگی کے مقاصد مین سے ایک مقصد ہے۔ والدین کا فرض اولین ہے کہ اپنی اولاد کی شادی نہایت ہی سے سوچ بچار سے کرین کیونکہ آیندہ سارے خاندان کی ترقی وبہبودی کا انحصار اسی پر ہے اس طرح اپنی زندگی کے تمام منازل طے کرنے کے بعد جب آخری وقت قریب ہو تو اپنی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو مساوی طور پر اپنے عیال واطفال مین تقسیم کرے یا مناسب وصیت کرے تاکہ بعد مین خاندان مین جھگڑا ومقدمہ بازی کا بکھیڑا شروع نہ ہو اور سارا خاندان اتفاق کی سلک مین منسلک ہوکر اچھی طرح زندگی بسر کرے اور باپ دادا کا نام روشن کرے۔

ایسے دنیادار شخص کی عبادت وطرز زندگی اس تارک الدنیا شخص کی عادت سے بدرجہا اچھی

جوکہ ایک گوشہ مین بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہے اور دنیا وافیہا سے بے خبر ہو۔ مذکورہ بالا حالات سے عیان ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد ذکر اللہ و نفع رسانی خلق اللہ ہے۔ اگر انسان دنیاوی خزائن سے مالامال ہو اور جملہ ناز و نعم اور عیش و عشرت دنیاوی اس کو میسر ہون مگر اس کے وجود مین ذکر اللہ نفع رسانی خلق اللہ نہ ہو تو اس کی زندگی بیکار ہے اور انسانی زندگی کے مقاصد سے کوسون دور ہے ۔

حمد

خدایا تو ہی رہنما ہے ہمارا ہے دونوں جہاں مین ترا ہی سہارا

کہا جائے عاصی سوا ترے در کی جو مخلوق ہوں میں تو خالق ہمارا

ترا لطف و احسان حد سے ہے وافر بیاں کا لسان و مغز کو نہ یارا

تو ہی رزق دیتا ہے ہم کو جہاں میں سوا جس کے ہوتا نہین ہے گذارا

ہوا اور پانی ہین بے دام بخشے ہے آتا نہین جنکو مطلق خسارا

تری حمد عاصی سے کیونکر ادا ہو
یہ عاجز گنہ گار مفلس بیچارا

عورتوں کے فرائض

خدا نے عورت کو دنیا میں بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اس کی زندگی کے ساتھ نسل انسانی کے ساتھ بہت سے عظیم الشان مقاصد وابستہ ہیں۔ قدرت نے اس نازک ہستی کے ذمہ نہایت اہم اور مقدس فرائض سونپے ہیں۔ ان فرائض کو ایمانداری سے ادا کرنا اور منشائے الٰہی کی تعمیل میں کوشاں رہنا۔ بس اسی میں عورت کی دینی و دنیاوی فلاح مضمر ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی عبادت ہے اپنے فرائض زندگی کو صحیح طریق پر ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے مقصد حیات کو جانیں۔ ہر ایک لڑکی اور عورت کا نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ اس سے ایک مکمل عورت۔ ایک سعادت مند بیٹی۔ ہمدرد غمگسار بہن اور اس کے بعد ایک وفا شعار و فرض شناس بیوی اور نیک و شفیق ماں بننا ہے۔ جس پر اس کا خاندان اور قوم و وطن، بجا طور پر فخر کر سکیں۔ مکمل عورت وہ ہے جس کے اطوار پاکیزہ و بے داغ ہوں، جس کے اخلاق اعلےٰ اور جسم مضبوط ہو، جس کا دماغ نیک خیالات اور مفید باتوں سے پُر ہو جس کا دل نیکیوں کا خزانہ ہو۔ جو حقیقی معنوں میں عصمت و عفت کی دیوی ہو۔

عملی زندگی کی تیاری کا زمانہ ۔ لڑکپن اور نوجوانی کا زمانہ دراصل عملی زندگی کی تیاری کا زمانہ ہوتا ہے، ان قیمتی ایام میں ہر ایک لڑکی کو وہ تمام باتیں سیکھنی اور حاصل کرنی چاہیئے۔ جن سے وہ نیک، کامیاب، مفید اور پُر مسرت زندگی بسر کر سکے ہیں، اس چیز کے سیکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ زندگی کس طرح بسر کی جائے۔ لیکن افسوس اس طرف سب سے کم توجہ دی جاتی ہے۔ جو لڑکی اس چیز کو سیکھ لے گی۔ وہ اپنی آئندہ زندگی میں کبھی ناکام و غمگین نہ رہے گی۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ زندگی کا کامیاب یا ناکام، پُر مسرت یا پُر غم، مفید یا غیر مفید، ہونا سب سے زیادہ ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ خدا نے ہر ایک انسان کو ایسی طاقتیں اور اسباب عطا فرمائے ہیں جن سے کام لے کر وہ، اپنی زندگی کامیاب و خوشگوار بنا سکتا ہے۔

پاکیزگی و بلند اخلاقی ۔ بے داغ کیریکٹر اور اعلےٰ و پاکیزہ اطوار انسانیت کا جوہر اور نسوانیت کی جان

ہین ۔ خاندانون اور قومون کا وقار اسی سے قایم ہے لڑکپن اور طالب علموں کے زمانہ مین لڑکیاں جیسی شہرت پیدا کرلیتی ہین اور اپنے اطوار و اخلاق کو جس سانچے مین ڈھال لیتی ہے ۔ وہ بالعموم تمام عمر اِن کے ساتھ وابستہ رہتے ہین ۔ اگر کوئی لڑکی ہمیشہ سچ بولتی ہے اور راست گفتاری کے لئے اپنے مدرسہ اور سہیلیون مین مشہور ہے ۔ تو اسے یقین رکھنا چاہیئے کہ اس کی یہ ساکھ اور نیک شہرت زندگی کے ہر ایک کٹھن وقت کام آئے گی ۔ مشکلات کے دنون مین اسکی امداد کرے گی اور مخالفتون کے طوفان مین ایک مضبوط چٹان کی طرح اسے سہارا دے گی ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانی کی عمر ہی مین اپنے پاکیزہ و بلند اخلاق ، امانت و دیانت اور راست گوئی کے لئے مشہور ہوگئے تھے ۔ ہر کوئی آپ کی دل سے عزت کرتا تھا ۔ بعد مین جب دین حق کی اشاعت کی وجہ سے سارا عرب آپ کا مخالف ہوگیا ۔ اسوقت بھی کسی بڑے سے بڑے دشمن کو آپ کے اخلاق ، دیانت و راست گفتاری کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور انھین اوصاف کی وجہ سے آپ بہت جلد اپنے پاک مقصد مین کامیاب ہوگئے ۔ نیک نامی بہت بڑی دولت ہے ۔ ہر ممکن لیکن جائز ذریعہ سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ نیک نامی وہ پیراہن ہے وہ کبھی پرانا نہین ہوتا ۔

خدا پرستی ۔ خدا پرستی ، نیکی عصمت و عفت اور وفاشعاری عورت کے ایسے بیش بہا اور قابل فخر جوہر ہین جن کی وجہ سے اسکی ہمیشہ دنیا مین حقیقی عزت ہوتی ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ عورت کی عزت زر و جواہر سیم و زر اور نئے نئے فیشن کے زیورون اور لباسون سے ہے ۔ دنیا حقیقی معنون مین مالدار اور فیشن پرست عورتون کے آگے کبھی نہین جھکی ، بلکہ اُس نے ہمیشہ نیک ، بلند اخلاق اور عصمت شعار خواتین کا احترام کیا ہے ۔ ایسی ان گنت ... شہزادیان ، بادشاہ ، بیگمین اور مہارانیان گذری ہین جو اپنے وقت مین بے اندازہ دولت و اختیارات کی مالک تھین ۔ اِن کے لئے نت نئے فیشن ایجاد ہوتے تھے آج اِن کا کوئی نام تک بھی نہین جانتا ۔ لیکن ہاجرہؑ ۔ خدیجہؓ ۔ عائشہؓ اور سیتا کے پاک نامون سے برکت ڈھونڈھنے والے بے شمار مرد اور عورتیں موجود ہین ۔ یاد رکھو نیکی ایک پائیدار اور لازوال شے ہے ۔

عورت کا ناموس ۔ عورت کی عزت اور نیک نامی بڑی قیمتی اور بے حد نازک چیز ہے ۔ ہر عورت اور لڑکی کو ہمیشہ اسکی حفاظت کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ عصمت عورت کے لئے جان سے بڑھ کر قیمتی

شے ہے جن پاکباز خواتین نے خطرات اور آزمائش کے وقت اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کی ۔ دنیا ہمیشہ ان کا دلی احترام کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ مہارانی سیتا کو اس جہان سے رخصت ہوئے ہزارہا سال گذر چکے ہیں۔ لیکن کروڑوں انسان آج بھی اس کے قدموں میں عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس عصمت شعار دیوی نے راون جیسے ظالم وجابر راجہ کے شیطانی خواہشات کو حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ اور ہر ایک خطرے سے بے خوف ہو کر اپنے گوہر عصمت کی حفاظت کی تھی ۔

ایشیا کی خواتین ۔ ایشیا میں عزت وعصمت کا معیار یورپ سے بالکل مختلف اور بہت پاکیزہ اور اعلےٰ ہے۔ اسلام اور مشرقی تہذیب نے عورت کی عزت کو بہت بلند درجہ دیا ہے۔ ہر ایک مسلمان اور ہندوستانی عورت کے لئے اسلامی ومشرقی معیار ہی دل پسند اور قابل تقلید ہونا چاہیئے۔ نئی تہذیب نے نسوانیت کے وقار کو بہت کمزور اور نمائشی بنا کر عورت کو اس کے تخت عزت سے اتار دیا ہے

راست بازی وراست گفتاری ۔ ایک لڑکی اور عورت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسکی زبان سے جو الفاظ نکلیں وہ بالکل سچے ہوں اسکو اپنے اخلاق وعزت کی حفاظت اس طرح کرنی چاہیئے۔ جس طرح ایک بیش بہا خزانہ کی کیجاتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر عورت کی زندگی بالکل فضول اور بے معنی ہے۔ عورت میں نسوانی وقار استقلال اور بلند خیالی کی صفات ہونی چاہئیں ۔ وہ مشکلوں اور مصیبتوں کو عالی ہمتی اور بہادری سے برداشت کرنا سیکھے۔ پست اخلاقی کا خیال بھی کسی حالت میں اس کے قریب نہ آسکے۔ اس کو خدا کی ہستی، کیرکٹر کی قدر وقیمت اپنی پاکبازی کی طاقت پر کامل یقین ہونا چاہیئے۔ وہ صحیح معنوں میں کہ خدا ہر ایک انسان کے ظاہر و پوشیدہ افعال کو دیکھ رہا ہے اس کے دل و دماغ کے تمام خیالات و جذبات سے پوری طرح واقف ہے۔ اس کا اس بات پر ایمان ہو کہ سچائی اور نیکی کے راستے میں جب کبھی مشکل پیش آئے گی خدا اسکی ضرور امداد کرے گا ۔

نسوانی وقار ۔ ہر ایک لڑکی اور عورت کی بلند اخلاقی عفت اور نسوانی وقار اس پایہ کا ہونا چاہیئے کہ مخالف طاقتوں کو اس کے سامنے سرنگوں ہونا پڑے۔ غیرت پاکیزگی ۔ خودداری اور خود اعتمادی اسکی نمایاں صفات ہوں وہ علم وقت اور روپیہ کو صحیح طریق پر صرف کرنا جانتی ہو اس میں نیکی اور سچائی کے لئے جرات ہو۔ تنگ خیالی تعصب حسد بغض وعناد کو وہ بہت بڑے عیب سمجھے اسکی گفتگو پاکیزہ اور

شستہ ہو۔ بُرے الفاظ اس کی زبان پر کبھی نہ آئیں اس میں عیب جوئی غیبت اور جھوٹ کی بُری عادت نہ ہوں اسکی ہر ایک بات قابل اعتماد اور ایک وعدہ لایق اعتبار سمجھا جائے وہ بڑوں کا ادب کرے اور چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آئے۔ غریبوں، کمزوروں اور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کو اپنا اخلاقی فرض سمجھے۔

جسمانی صحت ۔ جسمانی صحت کے بغیر آدمی دنیا کے کسی کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آج کل لڑکیوں اور عورتوں کی صحت اکثر خراب رہتی ہے۔ اُن کے چہرے زرد اور جسم ناتوان دکھائی دیتے ہیں۔ ایک لاغر اور دائم المرض عورت یا لڑکی سے یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے فرایض کو بہتر طریق پر انجام دے سکیگی وہ خدا کی عبادت اچھی طرح کر سکتی ہے اور نہ دنیوی معاملات کو کماحقہ انجام دے سکتی ہے۔ اگر وہ طالب علم ہے تو حصول تعلیم کے لئے بھی اس سے پوری کوشش نہیں ہو سکیگی۔ بیمار عورت خود خوش رہ سکتی ہے نہ دوسروں کو خوش رکھ سکتی ہے۔ اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم اور دل و دماغ مشکلات ومصائب کا مقابلہ کرنے کے قطعی ناقابل پائے جاتے ہیں وہ ضروری معاملات پر صحیح غور نہیں کر سکتی برخلاف اس کے ایک عقلمند اور تندرست عورت گھر کی فضا کو نہایت خوشگوار اور پاکیزہ بنا دیتی ہے جسم روح کے رہنے کا گھر ہے جب تک یہ تندرست اور پاک وصاف نہ ہو اس میں رہنے والی روح پاکیزگی اور بلندی حاصل نہیں کر سکتی ہے۔

مکمل عورت ۔ مکمل عورت کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس کا دماغ اعلی ہو وہ مفید معلومات اور ضروری باتوں کو اس طرح حاصل کرے جس طرح شہد کی مکھی ہر ممکن جگہ سے شہد کی نعمت حاصل کرتی ہے۔ اعلی دماغ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔ اچھی اور بُری چیزوں کی کتابوں اور کاموں میں تمیز کر سکتا ہے جو عورت ان صفات کی مالک ہے وہ اپنے مقصد حیات میں کامیاب ہے۔ اسے اس بات کا مطلق احساس خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ امیر ہے یا غریب اس کا خاندان بہت بڑا ہے یا معمولی۔ مال وزر بلند اخلاقی کی دولت کے سامنے سب ہیچ ہے۔ حسن سیرت حسن صورت سے کہیں بہتر اور قابل قدر نعمت ہے ایک مطمئن ضمیر کے مقابلے میں ظاہری شان وشوکت شاندار محلات قیمتی لباس اور جواہر نگار زیورات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ عورت جو نسوانیت

کا صحیح نمونہ ہے جس کی اعلےٰ صفات اور بلند اخلاق کا اعتراف شدید ترین دشمنوں کو بھی کرنا پڑے اور وہ چہرہ جو الزام لگانے والے کی آواز پر زرد نہیں پڑتا وہ سینہ جو افشائے راز کے ڈر سے نہیں دھڑکتا وہ دل جو باہر نکل کر رکھنے سے کوئی سیاہ داغ ظاہر نہیں کرتا ظاہری مال و دولت سے ہزار درجہ بہتر ہے کسی کو نقصان نہ پہونچانا۔ کسی ایسے کاغذ پر دستخط نہ کرنا جس پر آسمان کا پاک سے پاک فرشتہ اپنی مہر تصدیق ثبت نہ کر سکے زندگی کے سفر میں اس طرح چلنا کہ جادہ حق سے سر متجاوز نہ ہو ہر اس چیز سے جو اپنی نہ ہو دور رہنا اپنی خواہشات کی تکمیل میں سوائے ایمانداری کے کسی اور چیز کو مددگار نہ بنانا یہی مکمل انسان بننا ہے جس لڑکی یا عورت میں یہ باتیں موجود ہیں وہ بڑی سے بڑی شہزادی اور ملکہ سے بھی زیادہ قابل عزت ہے۔ ہر ایک لڑکی اور عورت کو ایسا ہی بننے کی کوشش کرنی چاہیئے

یہ تقریر حیدرآباد کے لاسلکی نشرگاہ سے براڈکاسٹ کی گئی:۔ (از محترمہ بسم اللہ بیگم حیدرآبادی)

رفیقہ حیات

سمندر کے تہ نشین خزانے ایک مرد کی پوشیدہ مسرتوں کے سامنے جو عورت کی محبت سے وابستہ ہیں ہیچ ہیں! میں جب گھر کے قریب آتا ہوں تو فضل ورحمت میں بسی ہوئی ہوائیں سانس لیتا ہوں۔ شادی کیا ہی خوشگوار فضا پیدا کر دیتی ہے بنفشہ کے تختہ میں وہ بات نہیں۔ (ملٹن)

مجھے اکثر عورتوں کی اس ہمت کے مشاہدے کا موقع ملا ہے جس کے ساتھ وہ قسمت کی نہایت تباہ کن گردشوں کو جھیلتی ہیں۔ یہانتک کہ وہ مصائب جو مردوں کی کمر ہمت توڑ کر انھیں خاک میں ملا دیتے ہیں صنف لطیف کی طاقتوں کو بیدار کرتے ہیں اور اُن کے اخلاق میں ایسی ہمت اور بلندی پیدا کر دیتے ہیں جو بسا اوقات ملکوتیت کا مرادف ہو جاتی ہے، ایک عورت کو جو سراسر دوسرے کے رحم پر ہو، جو زندگی کی سرسبز شاداب روشوں پر مست وخرام ہو۔ جو ذرا ذرا سی تکلیف کا احساس رکھتی ہے! اچانک نیرنگی قسمت کا شکار، اپنے شریک زندگی کی غمگسار اور اُس کا سہارا ہو کر آلام ومصائب کے تند وتیز جھونکوں کا غیر متزلزل ہمت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے دیکھنا کیسا دلگداز ہے!

آپ نے دیکھا ہوگا کہ انگور کی بیل کی شاداب پتیاں اوک میں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو انھیں آفتاب کی روشنی میں خوشنما بناتا ہے اور جب اس پر بجلی گرتی ہے۔ تو وہ نازک بیلیں اسکی ٹوٹی ہوئی ٹہنیوں سے بے ساختہ چمٹ جاتی ہے اور انھیں باندھ لیتی ہیں۔ بالکل اسی طرح خدا نے عورت میں یہ مادہ ودیعت کیا ہے کہ وہ عورت جو مرد کے بھلے دنوں میں اسکے رحم کی خواستگار اور اسکی زینت کا باعث ہوتی ہے جب وہ کسی مصیبت میں اچانک گھر جاتا ہے تو وہ اُس کے قیام اور تسکین کا موجب ہوتی ہے۔ وہ اُسکی کرخت فطری احساسات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ وہ نہایت ہی خوبصورتی سے جھکے ہوتے سر کو سہارا دیتی ہے اور اُس کے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑتی ہے۔

میں ایک دفعہ اپنے ایک دوست کو مبارکباد دے رہا تھا جس کے ارد گرد محبت کی لڑی میں منسلک

ایک ہرا بھرا کنبہ تھا۔ میں تمھارے لیئے اس سے بہتر کیا چاہ سکتا ہوں" میں نے کہا "جب کہ تمھاری بیوی اور بچے ہیں۔ اگر تم عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے ہو تو اس میں تمھاری شریک ہیں یا اگر اس کے بر عکس تو وہ تمھاری غمگسار" اور حقیقت میں مینے دیکھا ہے کہ ایک شادی شدہ آدمی اگر شومیٔ بخت کا شکار ہو تو اپنی حالت ایک مجرد آدمی کی نسبت آسانی سے سنوار سکتا ہے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان بیکس ہستیوں کی ضروریات جو اسکی محبت کا مرکز ہوتی ہیں آلام و محن کے برداشت کرنے میں اسکی ممد ہوتی ہیں اور وہ یاس کا شکار ہونیسے بچ جاتا ہے۔ لیکن اسکی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ گھر والوں کی محبت اور اُن کی میٹھی باتیں اسکی روح کو فرحت دے کر اس کی رگوں میں سرور و انبساط کی لہر دوڑا دیتی ہے اور اس احساسات سے اسکی خودداری قایم رہتی ہے کہ اگرچہ ہر چہار طرف تاریکی و رسوائی ہے لیکن گھر میں اس کی چھوٹی سی محبت کی دنیا بھی ہے جس کا وہ بادشاہ ہے۔ ہاں ایک مجرد آدمی تغافل اور خود فراموشی کا شکار ہو جاتا ہے وہ خود کو تنہا اور فراموش کردہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس کا دل ویران ہو کر ٹوٹ جاتا ہے جس طرح ایک ویران ہو کر ٹوٹ جاتا ہے جس طرح ایک ویران محل غیر آباد ہونے کے باعث منہدم ہو جاتا ہے۔

یہ مشاہدات مجھے ایک چشم دید خانگی واقعہ یاد دلاتے ہیں۔ لیلی میرا ایک دوست تھا۔ اُس نے ایک حسین تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی کی جس نے پھولوں کی سیج پر پرورش پائی تھی۔ میرا دوست ایک متمول آدمی تھا۔ وہ اس کے پرلطف مشاغل مہیا کر کے اس کی ناز برداری کرنے کے خیال میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ وہ اُس کے لطیف مذاق اور خواہشوں کو پورا کرنے کا متمنی تھا۔ جو عشوہ گری کو کمال تک پہنچاتیں۔ وہ کہا کرتا تھا "کہ اس کی زندگی ایک خوش آیند خواب ہوگی"

ان دونوں کے مختلف عادات و اطوار ایک خوش اسلوب مجموعہ تھے۔ وہ کچھ سنجیدہ اور رومان پسند واقع ہوا تھا۔ یہ سرتا سر زندگی اور مسرت تھی۔ مین نے اکثر دیکھا کہ وہ خاموشی، بیخودی کے عالم میں اسکو ٹکٹکی باندھے دیکھا کرتا۔ اور یہ دل ہی دل میں خوش ہوتی اور تحسین و آفرین کے نعروں میں بھی اُسکی نگاہ اسی کی طرف جاتی تھی۔ گویا کہ وہیں وہ اپنی قبولیت چاہتی ہے۔ اُس کے بازو پر سہارا لیتے ہوئے اُس کے سڈول دبلے جسم کی اسکی طویل مردانہ قامت سے نہایت حسین مناسبت معلوم ہوتی ہے مشتاق، متمدانہ نگاہ جس سے وہ اس کو دیکھتی تھی۔ فاتحانہ فخر اور دلی محبت کی ایک برقی لہر

پیدا کر دیتی ہے ۔ گویا کہ وہ اس بار کا اس کی بے بسی کے باعث خواہان تھا ۔ کوئی جوڑا اتنا سویرے ایسی نشاط انگیز روشون پر اتنی معمور از مسرت امیدون کے ساتھ نہیں چلا ہو گا ۔

شادی کو چند ہی ماہ گزرے تھے کہ میرے دوست نے اپنا سارا مال تجارت پر لگا یا ۔ بدقسمتی سے اچانک اور پے در پے مصیبتون سے بہت گھاٹا ہوا اور ساری دولت پر پانی پھر گیا ۔ اُس نے خود کو تنگدستی و محتاجی کے غار مین پایا ۔ کچھ مدت تک یہ بات اُس نے اپنے ہی تک رکھی ۔ اور پریشان صورت اور شکستہ دلی کے ساتھ او برادبر پھرتا رہا اس کی زندگی ایک طویل غم تھی ۔ اور جس چیز نے اسکو اور ناقابل برداشت بنا دیا تھا ۔ وہ اپنی بیوی کے سامنے خوش رہنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ اس کو یہ روح فرسا خبر سنا کر مغموم کرنا نہین چاہتا تھا ۔ تاہم اسکی محبت بھری متجسس نگاہون نے جان لیا ۔ کہ اسکو کوئی غم ہے اُس نے اس کے متغیر چہرہ اور دبی ہوئی آہون کو تاڑ لیا ۔ اُس نے اس کی کمزور اور خوش رہنے کی ناکام کوشش سے دھوکہ نہین کھایا ۔ اُس نے اپنی زندہ دلی کی تمام طاقتیں اس کو خوش کرنے کی کوشش مین صرف کر دین لیکن اس کے ناز و انداز اور عشوے اور غمزے مین اسکو خوش کرنے کی بجائے غم کے تیر کو اسکی روح مین اور بھی زیادہ پیوست کر دیا جتنی زیادہ وہ اسکی محبت کو محسوس کرتا تھا اتنا ہی زیادہ اسے اس خیال سے تکلیف ہوتی تھی کہ وہ عنقریب اسکو بدقسمت کر دے گا ۔ وہ خیال کرتا تھا ۔ کہ لحہ مین ان رخسارون سے تبسم غائب ہو جائے گا ۔ ان ہونٹون کے نغمے بند ہو جائیں گے ۔ ان آنکھوں کی چمک غم مین ڈوب جائیگی ۔ اور اس کا مسرور دل جو آہستہ آہستہ اس کے سینہ مین حرکت رہا ہے غم دنیا کے بار سے میرے دل کی طرح گران ہو جائے گا ۔

آخر کار ایک دن وہ میرے پاس آیا اور یاس مین ڈوبے ہوئے لہجہ مین ساری حالت بیان کی جب اسکی باتیں سن چکا تو مین نے پوچھا " کیا تمھاری بیوی یہ باتیں جانتی ہے ؟" اس سوال پر وہ زار و قطار رونے لگا " خدا کے واسطے " وہ چلایا " اگر تم کو میری حالت پر ذرا بھی رحم آتا ہے تو یہ میری بیوی سے نہ کہنا ۔ اسی کا خیال ہے جو مجھے دیوانہ بنائے دیتا ہے "

" کیون ؟ " مین نے کہا ۔ جلد یا بدیر وہ اس کو ضرور جان لیگی ۔ تم اُس کو تا دیر اس سے چھپا نہین سکتے ۔ ا حالت مین یہ خبر اس کے لئے زیادہ پریشان کن ہوگی بہ نسبت اس کے کہ تم اُس سے کہدو ۔ کیونکہ ایک

کے منھ کی باتین کرخت سے کرخت خبرون کو بھی نرم کر دیتی ہین۔ علاوہ برین تم اسکی ہمدردی کی راحت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہو۔ اور صرف یہی نہین بلکہ اس رشتہ الفت کو بھی خطرہ مین ڈال رہے ہو جو دل کو جوڑ سکتے ہین۔ یعنی خیالات و احساسات کا بے دریغ تعلق ــــ وہ عنقریب جان لیگی کہ کوئی چیز پوشیدہ طور پر تمھارے دل کو کھا رہی ہے اور سچی محبت اس سرد مہری کو برداشت نہ کرے گی وہ اس مین اپنی حقارت اور مظلومیت محسوس کرتی ہے کہ ان کا غم اس سے چھپایا جائے جن سے وہ محبت کرتی ہے "

" آہ اگر میرے دوست! غور تو کرو مین اسکی آیندہ امیدون کو کسقدر صدمہ پہنچاؤن گا ــــ اس کے دلکو زمین پر دے مارون گا۔ اسکو یہ بتا کر کہ اس کا شوہر مفلس ہے ــــ کہ زندگی کی تمام تر خوشیون سے اس کا ہاتھ دھونا ہوگا ــــ سوسائٹی کی تمام مسرتون کو اسے خیرباد کہنا ہوگا۔ اور یہ کہ میرے ساتھ اسے بھی افلاس و ناداری کے تار غار مین گر جانا ہوگا۔ اس کو مین کیونکر بتاؤن گا کہ مین نے اسکو ایک ایسی دنیا سے نکال دیا ہے جہان وہ سرور سرمدی حاصل کر سکتی تھی ــــ وہ ہر ایک آنکھ کا نور اور ہر ایک کا سرور ہے۔ وہ غربت کو کس طرح جھیل سکیگی۔ وہ شائستگی اور تونگری مین پلی ہے۔ وہ افلاس و مجبوری کو کیونکر برداشت کر سکے گی؟۔ وہ سوسائٹی کی دیوی ہے۔ آہ اس کا دل ٹوٹ جائے گا! اس کا دل ٹوٹ جائے گا!!"

مین نے دیکھا کہ اس کے جذبات ابھرے ہوئے ہین۔ مین نے اونھین بہنے دیا۔ کیونکہ بول لینے سے غم خود ہی ہلکا ہو جاتا ہے۔ جب اس کا جوش ٹھنڈا ہوا اور وہ پھر المناک خاموشی مین مبتلا ہو گیا تو مین نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ اور اصرار کیا کہ وہ اپنی حالت اپنی بیوی سے بیان کرے۔ اس نے اپنے سر کو افسوس کے ساتھ ہلایا۔

لیکن تم اسے کس طرح چھپاؤ گے؟ وہ ضرور اس کو جان لے گی کہ تمھین اپنے حالات کی تبدیلی کے مطابق قدم اٹھانا چاہیئے۔ تمھیں اپنی طرز معاشرت بدلنی ہوگی ــــ نہین مین نے اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھتے ہوئے کہا "برا نہ مانو مجھے یقین ہے کہ تمھاری خوشی "بے سود نمائش" مین پنہان نہین۔ اب بھی تمھارے دوست ہین ــــ نہایت گہرے دوست ــ وہ معمولی گھر مین دیکھکر تمکو نظرون سے نہ گرائین گے ــــ اور مجھے یقین ہے کہ میری کے ساتھ خوش رہنے کے لئے کسی محل

کی ضرورت نہیں"!

میں اس کے ساتھ ایک جھونپڑی میں بھی خوش رہ سکتا ہوں، اس نے متاثر ہوکر کہا، "میں اس کے ساتھ تاریکی میں کود سکتا ہوں۔ خاک میں مل سکتا ہوں۔ میں .... سب کچھ کرسکتا ہوں۔ ہاں میں اسے خوش رکھنے کے لئے سب کچھ کرسکتا ہوں ــــ خدا اس پر رحم کرے! خدا اس پر رحم کرے!! اس نے غم میں بیخود ہوکر کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔

اور یقین مانو، میرے پیارے" میں نے آگے بڑھکر اس کے ہاتھ کو محبت سے پکڑتے ہوئے کہا "یقین مانو کہ وہ بھی تمہارے ساتھ اسی طرح رہ سکتی ہے، نہیں اس سے بھی زیادہ۔ یہ اس کے لئے فخر و مسرت کا موجب ہوگا ــــ یہ بات اس کی مخفی طاقتوں، اور دلسوز ہمدردیوں کو برانگیختہ کر دیگی۔ جو اس کی فطرت میں پنہاں ہے۔ وہ یہ ثابت کرنے میں بے انتہا خوشی محسوس کریگی کہ وہ تم کو صرف تمہارے لئے چاہتی ہے۔ ہر ایک محبت کرنے والی عورت کے دل میں ایک آسمانی آگ پوشیدہ ہوتی ہے جو اقبالمندی کے روشن دنوں میں خوابیدہ ہوتی ہے لیکن دکھ اور مصیبت کی تاریک گھڑیوں میں بھڑک اٹھتی ہے اور اپنی چمک دکھاتی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی بیوی کے سینہ میں کون سے جوہر پوشیدہ ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسا خدمت گذار ہے۔ فرشتہ ہے .... جب تک وہ اس کی آزمائش کی آتشی بھٹی میں سے نہیں جاتا۔

میرے مزاج کی سنجیدگی اور میرے تمثیلی طرز بیان نے لیلی کے ابھرے ہوئے جذبات پر قابو پالیا میں اپنے مخاطب کی طبعیت سے بخوبی واقف تھا۔ اس اثر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو میری گفتگو نے اس پر کیا تھا۔ میں نے آخر میں پھر اس سے اصرار کیا کہ وہ اپنے دل کے بوجھ کو اپنی بیوی کے پاس جاکر ہلکا کرے۔

میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ باوجود ان تمام باتوں کے جو میں نے اس سے کہیں انجام کے متعلق ایک خلش سی میرے دل میں محسوس ہوتی تھی۔ ایسے شخص کی ہمت کے متعلق کوئی کیا کہہ سکتا ہے

(باقی آئندہ)

اسوۂ حسینی

کذب و افترا کا ردِ عمل منظور ہو تو صداقت و راست بازی اختیار کی جائے۔
انتقام یا ترکی بہ ترکی جواب سے بچنا مقصود ہو تو عفو درگزر سے کام لیا جائے۔
باطل کو مٹانے اور اُس سے مرعوب نہ ہونے کے لئے کسی حالت میں اعلائے کلمۃ الحق کی علم برداری نہ چھوڑی جائے۔
اضطراب و خوف سے اطمینان حاصل کرنا ہے تو عزم و استقلال کے میدان سے نہ ہٹا جائے۔
سنگین سے سنگین مظالم کے قلعے منہدم کرنے ہوں تو صبر اور شکر کے ہلکے ہلکے مہکتے ہوئے پھول پھینکے جائیں۔
یہ اور ایسے تمام محاسن و مکارم اگر پسندیدہ نظر آتے ہیں تو ان سب کا نمونہ اس ایک ذات مستجمع الصفات میں دیکھنا چاہیے جس کی یاد آج بارہ سو بانوے برس سے ہر ہجری سال کے آغاز میں تازہ ہوتی ہے؟ یعنی

·○·✝·○·

حسینؑ خامۂ حق، سبطِ احمدؐ ابن علیؑ جناب فاطمہؑ کے باغ کی شگفتہ کلی
امامِ عصر، نبی کا وصی، خدا کا ولی جب اس کے حلقِ مبارک پہ تیغِ جور چلی
نگاہ سوئے فلک کی زباں سے کچھ نہ کہا

معاہدوں سے پھرے داعیانِ کوفہ و شام دیا بلا کے نہ مہماں کو اپنے کچھ آرام
مگر وہ صابر و شاکر تھی ذاتِ پاک امام کہ دیکھ کر ستم انسدادِ آب و طعام
خدا کا شکر کیا میزباں سے کچھ نہ کہا،

شریف فوج مخالف میں جمع تھے جتنے وہ خود نہ گن سکے ظلم و ستم کئے اتنے
نہ پوچھئے کہ ہوئے حشر رونما کتنے فسونِ گردوں نے ڈھائے ہزار ہا فتنے
حسینؑ نے لبِ معجز بیاں سے کچھ نہ کہا،

وہ لوگ جو ہیں اسیرِ توہم و وسواس انھیں ہے گردشِ ارض و سما سے خوف و ہراس

اگرچہ سبطِ نبی کربلا میں باغم و یاس　　گھرے بلا میں مگر صورتِ عوام الناس
زمیں سے کچھ نہ کہا آسماں سے کچھ نہ کہا

تڑپ اٹھا جو شبیرِ تشنہ لب پہونچا　　تو آب آب ہوا قطرہ قطرہ دریا کا
یہ دیکھ کر لبِ جو بڑھ کے رک قدم اپنا　　بہائے آنسوؤں کے شہ نے آنکھ سے دریا
مگر فرات کے آبِ رواں سے کچھ نہ کہا

رضائے حق کے سوا کچھ نہ تھا جو مدِ نظر　　گلہ کسی کا نہ آیا زبانِ مولا پر
زہے کرامتِ صبرِ حسینِ خستہ جگر　　سہا لئے تنِ واحد پہ سب کے وار مگر
خدنگ و خنجر و تیغ و سناں سے کچھ نہ کہا

وہ بادشاہِ دو عالم وہ خلق کے سرور　　نثار ہوتے تھے گرا یسے ملک ہوں جن پہ نثار
مدد کسی کی خدا کے سوا نہ تھی درکار　　اٹھائے رنج مگر باوجود حالتِ زار
جہاں پناہ نے اہلِ جہاں سے کچھ نہ کہا

امام دین شہ لولاک کے تھے نور العین　　نہ رہتے ارض و سما ان کے حکم میں کیوں بے چین
عذاب ڈھالنے کو دونوں ہی مضطر تھے مگر　　ہوئے متوجہ کسی طرف نہ الحسین
زمیں سے کچھ نہ سنا آسماں سے کچھ نہ کہا

مطیعِ سبطِ نبی ہیں مطاعِ اہلِ کمال　　مٹا انھیں کے قدم سے نشانِ راہِ ضلال
یہ ضبطِ نفس دکھایا کہ وقتِ جنگ و جدال　　بجز ہدایتِ صبر و ثبات و استقلال
کسی معمّر و طفل و جواں سے کچھ نہ کہا

جفا و جور کی تھیں جتنی صورتیں ممکن　　وہ چار ان سے رہی ارضِ کربلا میں دن
بچا نہ ان سے کوئی طفل و نوجوان و مسن　　اعزہ و رفقائے حسین میں لیکن
کسی نے بھی کسی ایذا رساں سے کچھ نہ کہا

حسین نے وہ دکھائی ہے شانِ صبرِ جمیل　　کہ آج تک نہ ملی جس کی ایک بھی تمثیل
تکلم اور خموشی کی ہو گئی تکمیل　　سنو! یہ کہنے نہ کہنے کی مختصر تفصیل

کا نام مقبول خانم تھا - والد کی آمدنی خاندان کے گزارے کے لئے کافی نہ تھی لہذا اُس نے خنگی کی
ت ترک کر کے لکڑی کا کاروبار شروع کر دیا جس مین اسکی آمدنی کافی بڑھ گئی اور سارا کنبہ آرام کی
ی بسر کرنے لگا - لیکن مصطفٰے کی عمر ابھی نو ہی برس کی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا اور اس چھوٹے سے
ہ کے لئے گزارے کا کوئی سامان باقی نہین رہا -

یتی باڑی اور گلہ بانی - اس کے بعد مصطفٰے کی والدہ اپنے بھائی کے پاس چلی گئی جو سالونیکا
ہ دو گھنٹے کی مسافت پر ایک گانوں مین زمیندار تھا جہان مصطفٰے اپنے مامون کی امداد کے لئے کام کرتا رہا -
ہ وہ بھیڑین اور مویشی چراتا تھا - اور کھیتی باڑی کے دوسرے کامون مین حصہ لیتا تھا -

دوبارہ تعلیم کا آغاز و انجام - دو برس اسی حالت مین گذر گئے - مصطفٰے کی والدہ اس صورت حالات پر
مطمئن نہ تھی - وہ چاہتی تھی - کہ اس کا لڑکا کھیتی باڑی کے بجائے کوئی دوسرا کام کرے - لہذا اُس نے
لونیکا مین اپنی ایک بہن کو اس بات پر راضی کر لیا - کہ وہ مصطفٰے کی تعلیم کا خرچ برداشت کرے - اور اس
ہ بعد مصطفٰے کو از سر نو مدرسے مین داخل کرا دیا گیا - لیکن اس مدرسے مین مصطفٰے اپنے ہم جماعتون سے
ہ پڑا - استاد نے نہایت سخت سزا دی - مصطفٰے کے دل پر اس سزا کا اتنا برا اثر پڑا کہ مدرسے کو چھوڑ کر پھر
پنے مامون کے پاس پہنچ گیا - اور ریوڑ چرانے لگا -

وجی خدمت کا جذبہ - اس کے پڑوسیون مین ایک شخص میجر قدری بے تھا - جس کا لڑکا احمد مصطفٰے کا
دوست بن گیا - یہ لڑکا فوجی تعلیم حاصل کر رہا تھا - مصطفٰے کو اس کی یونیفارم بہت پسند آئی اور اسی
وجہ سے مصطفٰے نے فیصلہ کر لیا - کہ وہ بھی فوجی تعلیم حاصل کرے -

فوجی کالج مین - والدہ اس رائے کی سخت مخالف تھین - لیکن مصطفٰے اپنے مرحوم باپ کے
ہ دوست کے پاس پہنچ گیا - اور اسکی مدد سے سالونیکا کے فوج کالج کے امتحان داخلہ مین شامل
ہو گیا - اس امتحان مین کامیابی کے حاصل کرنے کے بعد اسے داخل کر لیا گیا - اب والدہ نے بھی مخالفت
ترک کر دی - مصطفٰے کو ریاضیات سے بے حد دلچسپی تھی - ریاضیات کا پروفیسر اسی وجہ سے مصطفٰے کے
ساتھ بہت محبت کرتا تھا - اس کا نام بھی مصطفٰے تھا - اور اسی نے اپنے عزیز شاگرد کے نام کے
ساتھ کمال کا نام بڑھا دیا - جو تاریخ کے ایوان مین ہمیشہ کے لئے گونجنے والا تھا -

سترہ برس کی عمر مین مصطفٰے کمال ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مناسٹر کے کالج مین داخل ہو گیا اس کے ہم جماعتوں میں سے ایک نے سترہ برس کے مصطفٰے کمال کا نقشہ کھینچا تھا۔

وہ عام طور پر الگ تھلگ رہتا تھا کسی کے ساتھ اس نے گہرا تعلق پیدا نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ کسی کا مخالف نہ تھا۔ وہ بڑا خوش مزاج تھا۔ بڑا خوش اخلاق تھا۔ مطالعہ بہت زیادہ کرتا تھا اور ہر کتاب کے مطالعہ کے بعد تین گنا وقت اس کے مطالب پر غور و فکر مین صرف کرتا تھا۔

ہم جماعتوں سے اختلاف ۔ لیکن اس کے الگ تھلگ رہنے کو دوسرے طلبا بہت ناپسند کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مصطفٰے مغرور ہے۔ ایک دفعہ انھون نے پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہو۔ تم کیا بننا چاہتے ہو" مصطفٰے کمال نے ٹھنڈے دل سے جواب دیا کہ بہر حال کچھ نہ کچھ ضرور بن جاؤن گا تعطیلات مین مصطفٰے کمال اپنی والدہ کے پاس گیا۔ والدہ نے روڈس کے ایک دولتمند شخص سے شادی کر لی تھی۔ اس پر مصطفٰے کمال اپنی مان سے لڑ پڑا اور عمر بھر اس نے اپنی والدہ کے نئے شوہر سے بات نہکی۔

قید و بند کی مصیبت ۔ تعطیلات کے بعد مناستر آکر اس نے بے حد محنت شروع کر دی۔ اسیوجہ سے قسطنطنیہ کی فوجی اکیڈیمی مین داخلے کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ قسطنطنیہ پہونچکر مصطفٰے کمال نے ملکی اور سیاسی معاملات مین سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا شروع کیا۔ وہ جماعت وطن کا ممبر بن گیا۔ اور انقلابی خیالات کیوجہ سے اسے جیل خانہ بھی جانا پڑا۔ دور حاضرہ کے ڈکٹیٹرون مین سے مسولینی بھی قید کی منزل سے گذر کر صاحب اختیار بنا۔ سٹالین بھی قیدین کاٹ چکا ہے۔ مصطفٰے کمال کا عروج بھی جیل خانہ کے بعد شروع ہوا۔

سہرا

بتقریب شادی خانہ آبادی برادر عزیز محمد مشتاق اللہ قریشی وکیل مال بھنڈ ریاست گوالیار

سرِ سرمایۂ خوبی پہ ضیا سہرے کی — قابل دید ہے تقدیر رسا سہرے کی

یہ پھبن قامتِ موزوں کی ہے یا جامے کی — یہ مہک زلفِ معنبر کی ہے یا سہرے کی

پھول کی طرح مہکنے لگا ہر ایک شجر — لگ گئی باغ میں نکہت جو ہوا سہرے کی

سر پہ مشتاق کے بندھکر بھی قدمبوس نہو — اتنی جرأت ہے یہ طاقت ہے بھلا سہرے کی

شوق دیدار میں جامے سے ہوا ہے باہر — اللہ اللہ رے مستانہ ادا سہرے کی

یوں تو سہرے ہی جو فرمائیں شریعت والے — گر انصاف سے دیکھیں تو ادا سہرے کی

داد کسطرح نہ دیں تجھکو سخنور عصمت — طرز ہی سب سے الگ سب سے جدا سہرے کی

غافل مسافر

جب میں دیکھتی ہوں کہ میری زندگی "اس گل کی سی ہے جو کھلنے سے پہلا مرجھا گیا ہو اور جسے ہر کس و ناکس پیروں تلے کچل رہا ہو — اس پروانہ کی سی ہے جو شمع کے اوپر اپنی جان دینے کو تیار ہو لیکن شمع کے قبل از وقت بجھ جانے سے اسکی حسرتیں پامال ہو گئی ہیں اور صبح ہونے سے پہلے جب تک کہ وہ شمع کی محبت میں اسقدر تجاوز کر جاتا ہے کہ فنا ہو جاتا، ایک تاریک گوشہ میں بھٹک رہا ہوا - اس طائر بے بال و پر کیطرح ہے جو اپنے گل کا متلاشی تھا - لیکن صیاد کے ہاتھوں قید ہو گیا ہے" تو میری نظر کے سامنے غم کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ میں ایک سرد آہ بھرتی ہوں " اور اس مالک دوجہاں سے دلتجا کرتی ہوں کہ اس بھٹکی ہوئی ہستی کو اپنی آغوش میں لے لے اپنے دامن میں چھپا لے۔ ان شعلہ باریوں سے آخر کب تک جلا کرونگی کیا تو بھی میرے بھولے ہوئے - فیروز کی طرح مجھسے غافل رہے؟ میں تجھسے کیا مانگتی ہوں اے بے نیاز تو ہی بتا میں کیا مانگتی ہوں تو اپنی امانت واپس لیلے - ہاں واپس لے لے ۔

(۲)

ہاں فیروز تمکو یاد ہوگا خوب یاد ہوگا جبکہ تم کہتے تھے "تم گل ہو میں بلبل تم شمع ہو میں پروانہ تم شیریں ہو میں فرہاد" اب کیا ہوا سچ سچ بتاؤ اب وہ عہد و پیمان کہاں گئے کیا میں جھوٹ کہتی ہوں؟ آج میں تمھارے دلکا کھٹکتا ہوا کانٹا ہوں، میری زندگی تمھارے لئے بالکل بے کیف ہے۔ اے پاک بے نیاز تو اس بھولنے والے کو چین دے۔ راحت نصیب تھے۔ میں جیتی ہوں یا مرتی تمھیں فیروز! میری راحت سے کیا سروکار۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا جبکہ تم میری بچیہ کو گود سے اٹھا کر گھنٹوں کھلایا کرتے تھے۔ وہ مچلتی تھی تم اسکے پیار کی پرستش کرتے تھے بعض اپنے کپڑوں کا بھی خیال نہ تھا کہ اسکی وجہ سے خراب ہوں گے لیکن آج تمھارے پاس پیسہ کے لئے آتی ہے تو تم اس سے کتے کی طرح دھتکارتے ہو اور مارنے کو تیار ہوتے ہو جیسے تم کو اسکی صورت سے نفرت ہے ابھی وہ چار برس کی بھی نہیں ہے لیکن تمھیں اسکا قطعی خیال نہیں پڑوس میں اور بھی بچے ہیں جنکے ساتھ وہ کھیلتی ہیں جب کوئی سودے والا آتا ہے تو دوسرے بچے خریدتے ہیں وہ اُن

کو دیکھکر للچاتی ہے لیکن کیا کرے وہ کس سے مانگے ۔ کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے ۔ تمھارا یہ حال ہے کہ یہ احباب کے ساتھ آج کلب مین ہو تو کل ہوٹل مین اور اپنی دولت اس بے دردی سے لٹا رہے ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ دولت ہمیشہ باقی رہے گی ۔ کیا مین جھوٹ کہتی ہون بتا دو نہ ! فیروز ! احباب کی آواز سنی اور کہتے ہوئے چلائے ۔ اسوقت کچھ نہ کھاؤن گا ۔ شام کو میرا انتظار کرنا " جب شام ہوئی تو کھانا تیار کیا بیٹھی انکا انتظار کر رہی ہون اب آتے ہون ۔ دس بجا گیارہ بجا آخرکار پڑکر سو گئی کبتک انتظار کرتی ۔ آئے دن یہی قصہ کسطرح انکو راہ راست پر لاؤن

(۳)

میں وہی ہون یا دوسری فیروزا جبکہ تم ہر وقت میری ہر بات کا خیال رکھتے تھے ہر طرح کی آسایش کا خیال تھا ۔ دنیا کی چیزین مہیا تھین ۔ اب کچھ نہین ۔ ایک نہین تین تین خادمائیں تھیں لیکن اب مین ہی آگ نہین سلگتی ہون اور اپنا خون جلاتی ہون ۔ پھٹے چکیٹ کپڑے پہنے ہوئے گھومتی ہون لیکن تمھین ذرا بھی خیال نہین میری بچہ ہر چیز کے لئے ترستی ہین کبھی اس کے لئے کچھ بھی لحاظ نہیں رہتا ۔

۴

اے جادۂ منزل حیات مین بھٹکنے والے تو مجھے بھولنا چاہتا ہے تو اچھا ہے بھولجا ۔ خدارا بھولجا ۔ کون کہتا ہے کہ تو مجھے یاد کر لیکن آخر کبتک محو حسن کی دلفریب مکاریون سے گلزار عالم کی گلکاریون سے اور اپنے عشق سادہ لوح کی دلسوز کاوشون سے اپنے آپ کو خوش کرتا رہیگا ۔ دولت کا خمار کبتک باقی رہیگا ۔ اے بے نیاز تو ہی بہتر سمجھنے والا ہے تو ہی اسکو راہ راست پر لا ۔ مین آخر کسطرح اسکو سمجھاؤن ۔

آج چار دن ہوئے کہ وہ بھائی آفاق کو تالاب کے کنارے ملے اپنے کئے پر نادم تھے ساری دولت لٹا کر بھوکے منہ چرائے گھومتے ہین ۔ بھوکے پیاسے چہرہ پہ ہوائیاں اُڑ رہی تھین ۔ اکیلے تنہا نہ کوئی دوست تھا نہ کوئی حامی اپنے کئے پر آنسو بہا رہے تھے ۔ بہت کچھ سمجھا کر آفاق بھائی گھر لائے ۔ وہ آج سب کچھ مٹا کر معافی مانگ رہے ہیں ۔

آفاق ۔ میری طرف سے انکو معاف کیجئے اب ان کو معاف کیجئے جو کچھ کیا اسکے لئے نادم ہین ۔

عالم آرا ۔ اب کیا ہے جسکے لئے معافی مانگتے ہین اب کون ان کا دوست اور حامی ہے کوئی نہین ارے غافل مسافر یہ دنیا ہے دنیا ۔ کل تیرے سب تھے آج کوئی نہین اے منزل مقصود کو بھولنے والے خواب غفلت سے بیدار

ہوا اور اپنے مفہوم حیات پر غور کر ۔ تیرا سفینہ زندگی بحر جہان کی تلاطم خیز اور طوفانی امواج مین ڈگمگا رہا ہے اور قریب ہے کہ غرق ہو جائے ۔

نیرودز ۔ مجھے معاف کرو ۔ مین اپنی غلطی پہ نادم ہون اب مین تمہارا ہون اور ہمیشہ تمہارا رہون گا ۔ آج ان کے پاس آراستہ محل نہین ہے ایک بوسیدہ جھونپڑی ہے ۔ وہ امیر نہین ہین غریب ہین لیکن موجودہ سدھری ہوئی زندگی پر بیحد خوش ہین ۔

جوہر حسینی بی اے کانپوری

ایک بچھڑی سکھی کے نام

سکھی آجا کہ مین تیری یاد مین بے قرار ہون ۔ مدت ہوئی کہ تم مجھ سے بچھڑ گئیں ۔ پھر آہ نہ ملین سکھی پیاری ! وہ کونسی ساعت آئے گی جبکہ تم سے مل سکون گی ۔ سکھی جب چاندنی رات کو چاند پورے شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوتا ہے اور دنیا اُسکے لطف اٹھاتی ہے ۔ تب مین بے چین رہتی ہون کیون ؟ ۔ اسلئے کہ میری سکھی پیاری جس کو مین دل سے زیادہ چاہتی ہون مجھ سے مدت ہوئی بچھڑ گئی ۔ اسکی یاد ہان اسی کی یاد چاندنی راتون مین مجھکو بے چین کر دیتی ہے ۔ پھر دن بھی باغ مین آنسو بہاتی ہون ۔ یاد کرتی ہون کہ یہی باغ تھا جس مین مین اور پیاری سکھی اب سے کچھ سال پیشتر چاندنی رات مین محو سیر رہتی تھین ۔ دنیا کے کسی غم سے سروکار نہ تھا ۔ بس ہم ہوتے اور پیاری سکھی ۔ اور دنیا سے بیخبری ۔ مگر اب آہ وہی باغ ۔ وہی چاند ۔ مگر وہ ہی نہین ۔ جسکے بغیر یہ سب سنسان جنگل سے بدتر ہے جب مین باغ سے واپس ہوتی ہون ۔ تب راستے مین مجھکو وہ گنجان جھاڑی ملتی ہے جس مین ہملوگ بیٹھ کر راز و نیاز کی باتین کیا کرتے تھے ۔ وہان پہ پہونچکر دل سے ایک آہ بے اختیار نکل جاتی ہے اور کلیجہ تھام کر وہین پر بیٹھ جاتی ہون ۔ سکھی ! اسوقت تمھاری یاد اسقدر بے چین کرتی ہے کہ سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون ۔ پھر ایک ایک منظر میری نظرون کے سامنے گھومنے لگتے ہین ۔ پھر یکدم وہ آخری منظر جس سے ہماری دوستی کا خاتمہ ہوا سامنے آجاتا ہے جب تم مجھ سے رخصت ہونے آئین تھین ۔ اسی وقت تم کتنی حسین نظر آرہی تھین تم میرے ساتھ باغ مین کھڑی ہوئی تھین سورج کی رخصت ہونے والی شعاعین تمہارے چہرے پر پڑکر عجب رنگ پیدا کر رہی تھین اسی وقت تم بہت پریشان اداس نظر آرہی تھین ۔

از ماہ طلعت

اچھوت

ایک ایکٹ کا مختصر ڈراما

منظر

ایک مختصر سا غریبانہ کمرہ جسکی جنوبی دیوار مین دروازہ ہے، دروازے کے بعد چند ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں ہین اور پھر گلی ہے۔ شمالی دیوار مین دو کھڑکیاں ہین جو بازار مین کھلتی ہین۔ مشرقی دیوار مین بھی ایک دروازہ ہے جو ایک کوٹھری مین کھلتا ہے۔ یہ کوٹھریاں نانی کی خواب گاہ ہے کمرے کی ہر ایک چیز سے اہل خانہ کی ناداری اور مفلسی ٹپک رہی ہے۔ آدھا کمرہ تو دو بڑے اور ایک چھوٹی چارپائی نے روک رکھا ہے جو مغربی اور شمالی دیوار کے ساتھ بچھی ہوئی ہے۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ ٹوٹا ہوا چرخا لٹک رہا ہے اس کے ساتھ ہی ایک پرانی چھتری نظر آرہی ہے دروازے کی دائین طرف جنوبی دیوار کے پاس چولھا ہے جسمین آگ سرد ہوچکی ہے۔

اس وقت شام کا وقت ہے۔ چولھے کے پاس دیوار کے پاس ایک مٹی کا چراغ جل رہا ہے جسکی مدہم لو دیوار کی سیاہی مین اضافہ کر رہی ہے۔ باہر بارش ہو رہی ہے۔ مینہ کا پانی ایک طرف کمزور دیوار کے شگافون مین سے ٹپک ٹپک کر کمرے مین بہہ رہا ہے۔ چولھے کے پاس ایک فرسودہ مونڈھے پر شامو بیٹھی ہوئی ایک پرانی جراب ادھیڑ رہی ہے۔ ایک چارپائی پر رامو گڑھیا کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ دوسری چارپائی پر رتن شیشے کی گولیان گن گن کر ٹین کے ایک ڈبے مین ڈال رہی ہے۔ شامو منتظرانہ دروازے کو دیکھتی ہے اور پھر ادھر کر نگاہین جراب پر گاڑ دیتی ہے۔ رتن چارپائی سے نیچے اترتا ہے۔ آہستہ آہستہ چل کر دروازے کے پاس پہنچتا ہے۔ اسے کھول کر باہر دیکھتا ہے۔ شامو اسے حسرت انگیز نگاہون سے دیکھتی ہے

شامو۔ بند کر دے دروازہ رتن! ٹھنڈی ہوا آرہی ہے۔

رتن۔ بڑی بھوک لگی ہے ماں! وہ تو ابھی تک

نہیں آئے ۔

شامو ۔ وہ آ ہی رہے ہیں ۔

رتن ۔ دوپہر سے کہہ رہی ہو وہ آ ہی رہے ہیں وہ آ ہی رہے ہیں ۔

شامو دروازہ تو بند کر دے!

رتن ۔ (دروازے میں سے دوبارہ جھانک کر اور پھر اُسے مایوسانہ بند کرتے ہوئے) علوم نہیں کہاں جا کر بیٹھ رہے ہیں انھیں ہماری بھوک کی کیا پروا ہے؟

شامو ۔ (چارپائی سے) پتاجی! کہاں چلے گئے ہیں؟ ۔

شامو ۔ وہ ابھی آ جائیں گے اور تمھارے لئے مٹھائی لائیں گے ۔

رامو ۔ (چارپائی سے اُٹھ کر) کتنی مٹھائی

شامو ۔ جتنی تم کھا سکو گی!

رامو ۔ میں تو تمام کھاؤں گی صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ۔

شامو بیشک جی بھر کر کھا لینا

رامو ۔ دیکھو ناماجی! پرسوں دو جلیبیاں لیکے پتا نے مجھے دی تھیں ان میں سے ایک رتن نے چھین لی ۔ میں مٹھائی میں سے رتن کو کچھ نہیں دونگی

شامو ۔ رتن بڑا لڑکا ہے ۔

رتن ۔ تو ماتاجی میں بھوکا ہی رہونگا

شامو ۔ (آہ بھر کر) میرے لال تم کیوں بھوکے رہو ۔ بھوکے رہیں تمھارے دشمن ۔

(رتن دروازے سے ہٹ جاتا ہے ۔ نانی آتی ہے ۔)

نانی ۔ جیون آیا ۔

رامو ۔ کوئی نہیں نانی ۔

نانی ۔ کیوں نہیں آیا اب تک تو اسے آ جانا چاہیے تھا ۔

شامو ۔ بچے بھوک سے بلک رہے ہیں ۔

نانی ۔ پرماتما رحم کرے ۔ جیون لاپروا آدمی تو نہیں ۔ ابھی آ جائے گا!

شامو ۔ کہہ کر تو گئے تھے کہ میں دوپہر تک ضرور آ جاؤں گا ۔ اور اب رات ہو گئی ہے (روٹھا گا ایک طرف ٹوکری میں ڈال دیتی ہے) بچوں کا کیا حال ہوگا ۔

نانی ۔ ان ظالموں پر پرماتما کی مار ہو جنھوں نے کارخانے میں ہڑتال کرا دی ۔

شامو ۔ رتن کے پتاجی تو کہتے تھے کہ ہڑتال کرانے والے ٹھیک کام کر رہے ہیں ۔

نانی ۔ جیون تو پگلا ہے ۔ اتنا نہیں سوچتا اگر ہڑتال نہ ہوتی تو یہ مصیبت کیوں آتی؟

میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرت انگیز لمحہ

زمانہ جانتا ہے کہ میں کون تھی اور کیا ہو گئی۔ زمانے کے انقلاب نے ہر طریقہ سے میری آزمائش کی۔ دنیا کا کوئی دکھ نہ ہوگا جو میرے ساتھ نہ تھا۔ دوستوں اور عزیز رشتہ داروں نے مجھے بہت سمجھایا کہ تم ایک برے راستہ جا رہی ہو۔ ہم میں سے کوئی تمھارا ساتھ نہ دیگا۔ لیکن میں صرف اس پروردگار کے بھروسہ پر اپنی کوششوں میں لگی رہی۔

اس پروردگار کا شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب کے طفیل میں میرے سب مراحل طے کر کے آج مجھے کامیاب بنا کر میرے دل میں خوشی و مسرت کی موجیں پیدا کر دیں۔ بس یہی میری کامیابی میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرت انگیز لمحہ ہے۔ فرحت آرا

(۲)

جب میرے کان انسانی آواز سے آشنا ہوئے تو میں نے "مسرت" کا نام سنا۔ بچپن میں یہ لفظ میری عقل سے بلند تھا۔ لیکن جب ہوش آیا تو میں "مسرت" کو تلاش کرتی تھی ——— دنیا کو "مسرت" کا ذکر کرتے سنا ہے۔ لوگ مسرت چاہتے ہیں۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ دوسرے کے پاس "مسرت" ہے آخر یہ ہے کیا؟ کچھ بھی ہو۔ مجھے مسرت چاہیئے' میں نے مسرت کی تلاش کی۔ بلند کہساروں میں سر سبز وادیوں میں۔ خوشگوار صحراؤں میں۔ دوستوں کی گرمجوشی میں۔ عزیزوں کی شفقت میں۔ لیکن یہ سب بے ثبات تھا۔ بالکل عارضی۔ کیا یہ مسرت ہے؟ یہ چند لمحوں میں غائب ہو جانے والا احساس ..... ہرگز نہیں۔ اور جب میں آلام سے گھر گئی اور مسرت کی جستجو میں میں تھک کر چور ہو گئی۔ تو میں نے ایک خواب دیکھا ......

میں نے دیکھا کوئی کہہ رہا ہے۔ نادان اس پاپ کی نگری میں مسرت کہاں ہے؟ یہ وہ لفظ جو شرمندہ معنی نہ ہوا۔ اس راز کے انکشاف سے مجھے سکون حاصل ہو گیا۔ بے پایاں سکون اور ——— یہی میری زندگی کا سب سے مسرت انگیز لمحہ تھا۔

مسز عزیز الدولہ قیصر

بزم مستورات

کرمہ اڈیٹر صاحبہ

بعد آداب کے عرض ہے کہ بڑی خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ پروردگار عالم نے میری بڑی آپا کو بی اے کے امتحان میں کامیاب کر دیا۔ اس خوشی میں ۵ روپے ارسال خدمت ہیں کسی بیوہ غریب بہن کو دیکر مشکور فرمائیے۔

خاکسار ماہ جبین

پیاری اڈیٹر صاحبہ

آج کل میرے چھوٹے بچے کے منہ پر بہت ہی پھنسیاں نکل رہی ہیں۔ غریب کا منہ سوج گیا ہے۔ کیا کوئی بہن بھائی ازراہ کرم کوئی دوا یا صابن بتا دیجئے کہ جس سے یہ پھنسیاں اچھی ہو جائیں

ثریا بیگم

پیاری اڈیٹر صاحبہ تسلیم

میرے ایک رشتے کے بھائی صاحب مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں ایک زنانہ رسالہ نکالوں چونکہ آپ ایک عرصے سے ایک زنانہ رسالہ نکال رہی ہیں۔ کیا مجھے مشورہ دے سکتی ہیں کہ کسطرح سے نکالوں۔ براہ کرم اپنی مفید رائے سے فوراً مطلع فرمایئے۔

خاکسار ارجمند بانو

جواب۔ عزیزہ محترمہ۔ میں آپ کو رسالہ نکالنے کی ہرگز ہرگز رائے نہ دونگی۔ ہمیں اسقدر دقتیں ہیں کہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ دوسرے اسکی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ایک ناتجربہ کار بچی اس ذمہ داری کو نہ اٹھا سکے گی۔ پیاری عزیزہ۔ آپ دیکھتی ہیں کہ آئے دن رسالے نکلتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے دو وجوہات ہیں ایک تو اسکی ذمہ داری بہت ہے۔ دوسرے چھپائی وغیرہ کے جھگڑے پریس کی پریشانیاں اسقدر عاجز کر دیتی ہیں کہ بیان نہیں کر سکتی اچھا تو اس کے متعلق میں آئندہ پرچے میں مفصل لکھونگی۔ خاکسار حبیب بلقیس

دسترخوان

بادامی روٹی

میدہ ۱۰ تولہ ۔ مغز بادام ڈیڑھ پاؤ ۔ مصری چھ تولہ ۔ زعفران ۴ رتی ۔ روغن گاؤ آدھ پاؤ ۔ بیضہ مرغ ایک عدد ۔ ترکیب ۔ پہلے مصری کا سپست شیرہ بنالو ۔ پھر بادام خوب باریک پیس کر مع میدہ کے شیرہ مین ملالو ۔ اور کفگیر سے خوب لت کرو جب خوب سرد ہوجائے ۔ انڈا توڑ کر اوسین ملاؤ اور نرم آگ پر رکھ کر گھی ملاکر خوب چلاؤ ۔ اس کے بعد آگ سے اوتار کر ایک سینی کے اوپر روٹی کیطرح پھیلاؤ ۔ پھر ایک دوسری سینی اوپر سے ڈھک دو ۔ اور اوپر نیچے نرم آنچ دو نہایت عمدہ اور نفیس روٹی تیار ہوجائے گی ۔

میوے کی روٹی

مغز پستہ ۔ مغز بادام ۔ اخروٹ ۔ چرونجی ۔ حسب ضرورت ۔ لے کر پہلے خشخاش کو پانی مین گاڑھا گاڑھا پیو اور نیچے اوپر چھالیان رکھ کر بادامی روٹی کی طرح پکالو ۔ یہ روٹی سردی کے موسم مین عمدہ معلوم ہوتی ہے اور سفر کے لئے بیحد مفید ہے ۔

دال بھری روٹی

میدہ یا آٹا ایک سیر چنے کی دال سواپاؤ ۔ پیاز سواپاؤ ۔ ادرک آدھی چھٹانک ۔ سیاہ مرچ ڈیڑھ ماشہ الائچی ڈیڑھ ماشہ ۔ لونگ ایک ۔ زیرہ ڈیڑھ ماشہ ۔ نمک ایک چھٹانک ۔ دہنیا تین تولہ ۔ مرچ سرخ ڈیڑھ تولہ ۔ گھی ڈیڑھ پاؤ ۔ ترکیب پہلے دال مین موافق کا پانی اور کل مصالحہ ڈال کر عرق کرو ۔ دال گلجاوے اور تھوڑا پانی رہے پھر سل پر نہایت باریک پیسکر رکھلو ۔ اور پراٹھے کی طرح دو پھلکے چھوٹے چھوٹے آٹے کے بناکر پیڑا بناؤ اور چھلکے پر رکھ کر ایسی ال جسکو بیچ مین گھٹتے ہین تھوڑی سی بیچ مین رکھکر شل چپاتی کے بڑھاکر توے پر ڈالو اور گھی لگادو اور پراٹھے کی طرح پکالو

دستکاری

تکیہ کیلئے خوشنما پھول



جام جہاں نما

رسول مقبولؐ کی توہین کرنے والے ایک ہندو کا قتل

کیمبل پور، ۲۶ جون۔ موضع زرنویا میں ایک بیس سالہ مسلمان نوجوان کو ایک ہندو کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ نوجوان قتل کرنے کے بعد خون آلودہ چاقو لئے خود بخود حضرو پولیس کے سامنے حاضر ہو گیا۔
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اس نے بیان کیا کہ دو ماہ گذرے جب کہ میں یہ سنا تھا۔ کہ مقتول حضرت محمدؐ صاحب کے چال چلن پر حملہ کرتا ہے۔ اسوقت سے میں اسکی تلاش میں رہا آج میں نے اسے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے چاقو سے کچھ کاٹتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ حضرت محمدؐ صاحب کے چال چلن پر کیوں حملہ کرتا ہے تو اس نے اسکا نہایت ہی اشتعال انگیز جواب دیا اس پر میں نے اس سے چاقو چھین کر اس کے بھونک دیا۔
خان بہادر عبدالقیوم خان سپرنٹنڈنٹ پولیس فوراً مسلح پولیس کا دستہ لیکر حضرو پہونچ گئے کیونکہ وہاں مسلمان ایک بڑا جلوس نکالنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہونے کا اندیشہ تھا

باغیوں نے بلباؤ پر قبضہ کرلیا + سنیکڑوں بچے پاگل ہوگئے۔

لندن۔ ۱۷ جون۔ کئی روز کے محاصرہ اور زبردست جنگ و جدل کے بعد بالآخر سپہ سالار کی باغی فوج شہر بلباؤ میں داخل ہو گئی۔ باغیوں نے سب سے پہلے ٹاؤن ہال پر قبضہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ باغیوں نے کئی اطراف سے حملہ کیا۔ سرکاری فوجوں نے زبردست مقابلہ کیا اور شہر کو گھیر لیا۔ لیکن خیال ہے کہ لوگ جلد ہی اطاعت قبول کرلینگے جسوقت باغی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں تمام شہر میں زبردست اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ چودہ سو سیاسی قیدی جو کئی ماہ سے قید تھے باغیوں میں شامل ہوگئے۔ پانسو کے قریب بچے باغیوں کے آنے کی خبر سنکر پاگل ہوگئے اور بھگدڑ پڑ گئی۔ پولیس نے بڑی مشکل سے ۳۵۰ بچوں کو پکڑا۔ بلباؤ میں باغی فوجوں کے داخلہ کا حال ایک اسپینی

برلسٹ نے بیان کیا ہے کہ جب باغی فوج شہر میں داخل ہوئی۔ کوئی آدمی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ چند اشخاص کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے لیکن جب فوجیں تھوڑی دور آگے بڑھیں تو ایک بڑا ہجوم ملا جس نے فوجوں کو فسطائی طریقہ پر سلام کیا۔ وزیر داخلہ نے قتل و غارت و خون کا دن ہال فوج کے سپرد کیا۔ نگران اور دیگر عمارتوں پر باغی جھنڈے لہرا دیئے گئے۔ ہٹلر نے باغیوں کو مبارکباد دی کا پیغام بھیجا ہے۔

نوجوان کی چاند پر کالج کی لڑکی کا سلیپر

لاہور ۔۔ جون ۔ پچھلے دنوں ایک قریب نوجوان لڑکیوں کی ایک ٹولی کالج کو جا رہی تھی جبکہ ایک غنڈے نے جو کیمرہ لئے ہوئے تھا۔ لڑکیوں کا فوٹو اتارنے کی کوشش کی اس سے پہلے بھی اسی شخص نے ایک لڑکی کا اتارنے کی کوشش کی تھی۔ جس لڑکی نے اپنے بھائی سے سب بات بتا دی تھی دوسرے دن کالج کی کچھ لڑکیاں تانگہ پر جا رہی تھیں کہ یہ غنڈہ سامنے آ پہنچا۔ ایک نوجوان لڑکی نے اسے پکڑ کر اچھی طرح سے پیٹا اور کیمرہ چھین لیا۔ جب اس نے تحریری معافی مانگی تو اسے جانے دیا۔

گاما پہلوان پہلوانی سے دست بردار ہو رہے ہیں۔

دہلی۔ ۔۔ جون۔ متعلقہ حلقوں سے موصول شدہ حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے مشہور جہان پہلوان گاما اب پہلوانی سے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت پچاس سال سے زاید ہے۔ اگلے سال آپ غیر ممالک کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مرنے کے بعد نبض چلتی رہی

امرتسر ۔۔ جون۔ شمسان بھومی درگیانہ سے ایک حیرت کن واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے جبکہ ایک ۔۔ سالہ ہندو مسمی لبھو رام کی لاش کو قبر میں رکھا گیا تو اسکی نبض چل رہی تھی۔ حالانکہ اس کو مرے ہوئے آٹھ گھنٹہ ہو چکے تھے۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۰۰

قیمت فی پرچہ ۲ر

پرنٹر و پبلشر حبیب ملقیس بیگم نے مستورات پریس میں چھپوا کر شائع کیا

پندرہ روزہ

مستورات

مالکہ و مدیرہ

حبیب بلقیس بیگم

اغراض ومقاصد

۱۔ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا۔

۲۔ ہندوستانی تعلیم یافتہ خواتین میں علمی وادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا۔

۳۔ ہندوستان کی وہ بری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہو گئی ہیں۔ انہیں دور کرنا۔

۴۔ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا۔ جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو۔

۵۔ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ لکھنا۔

۶۔ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین مقالے لکھنا

۷۔ ہندوستانی شریف بیبیوں کی طرز زندگی اور گھروں کی اصلاح کرنا۔

۸۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی ترویج کرنا۔

۹۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری کے بہترین نمونے پیش کرنا۔

۱۰۔ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین لکھنا۔

۱۱۔ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا۔

قواعد وضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتہ میں شایع ہوگا (۲) سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محصول ۳ روسا سے ۴ اور والیان ملک سے پچیس روپئے، غیر مستطیع طالب علم وطالبات سے بشرط تصدیق ۲ (۳) "مستورات" میں عشقیہ غزلیں شایع نہ ہونگی، البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریہ کے ساتھ شایع کئے جائیں گے (۴) سیاسی مضامین اور دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۶) جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ٹکٹ آنا ضروری ہے (۷) مضامین نظم ونثر میں ایڈیٹر کو ترمیم واصلاح کا پورا حق ہوگا (۸) تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ مہینے تک مفت جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایکسال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا اور دس خریدار دینے والے بزرگ معزز تین رسالہ کی معاون سمجھی جائیں گی اور رسالہ بھی ایکسال تک بلا قیمت بھیجا جائیگا (۹) ترسیل زر ہمیشہ اڈیٹر کے نام ہونی چاہیئے۔

منیجر رسالہ "مستورات" پریڈ کالن پور

فہرست مضامین

جلد — یکم ستمبر ۱۹۳۷ء — نمبر ۸

مستورات

آج یکم ستمبر کو مستورات ۱۵ ستمبر کو ہدیہ ناظرات کرنے کی جرأت کر رہی ہوں۔ نہ معلوم قدرت کو کیا منظور ہے کہ اپنی تمام دلچسپیوں اور کوششوں کے باوجود میں ناظرات کے روبرو تاخیر اشاعت کی ندامت اٹھانے کی عادی ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ بھی خدا کی قدرت ہی ہے کہ ناظرات کو میری مشکلات اور گوناگوں اہم ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے ورنہ اس قدر تاخیر میں وہ درگذر کے لائق نہ سمجھتیں۔

خانگی بار کے علاوہ ایک روزانہ اخبار اور برقی پریس کی ذمہ داریاں اور میرے ناتوان دوش صحت جواب نہ دینے لگے تو کیا ہو؟ ان تھک محنت۔ دن رات کی تگ و دو جب مجھے اس سطح پر لے آتی ہے کہ اس مسلسل تاخیر و تلون کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں تو محنت کا ردعمل شروع ہوتا ہے اور نادرستی مزاج رنگ لاتی ہے۔

اپنی کمزوریوں کا پورا احساس رکھنے کے باوجود مجھے اپنی معاصر بہنوں سے بھی شکایت ہے جنہوں نے بہ استثناء چند چار سال تک "مستورات" سے متعلق رہنے کے بعد بھی یہ محسوس نہ کیا کہ مستورات بعض کا پرچہ ہے۔ ادیب بہنیں بھی خاموش ہیں۔ اور با اثر ناظرات بھی۔

اگر ادیب بہنیں توجہ کریں تو مجھے پرچہ کی ترتیب میں بڑی حد تک مدد مل سکتی ہے اور اگر با اثر ناظرات "مستورات" کی توسیع اشاعت اپنے روزانہ پروگرام میں شامل سمجھیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے؟

رہے میرے ارادے۔ وہ اسی طرح آہنی دیوار کی طرح قائم ہیں اور تا دم آخر رہیں گے۔ کوشش کر رہی ہوں کہ مستورات وقت پر نکلے۔ اور اگر میری اپنی مشکلات نے دامن نہ چھوڑا تو بھی یہ کوشش کامیابی کی طرف ایک قدم ہوگی۔

"بلقیس"

مُصیبت ایک نعمت ہے

لفظ مصیبت ظاہری صورت مین نہایت مہیب وڈراونا معلوم ہوتا ہے اور بہت سی پست ہمت ہستیاں اس لفظ کو سننا بھی پسند نہین کرتین لیکن اگر میری عقل ناقص غلطی کی مرتکب نہیں ہوئی ہے تو مین کہتی ہون کہ ان ڈرپوک ہستیون کو اگر وہ اس دنیا مین بقید حیات رہنگی تو مصیبت سے ضرور سابقہ پڑے گا۔ اسوقت اگر وہ صبر سے کام لیکر اس کے نتائج پر غور کرین گی۔ تو یقیناً ان کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ مصیبت انسان کو سبق دیتی ہے۔ اخلاق کا تکملہ کرتی ہے مصیبت سے انسان جفاکش، محنتی اور کفایت شعار ہو جاتا ہے مصیبت استقلال اور ثابت قدمی سکھلا دیتی ہے، مصیبت مین اچھے اور برے دوست کا امتحان ہو جاتا ہے۔ مصیبت کیوجہ سے اخلاق کی تمام خامیاں دور ہو جاتی ہین۔ مصیبت سے انکساری۔ رحمدلی اور دوسرون سے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہین۔ مصیبت مین روپیے کی قدر ہو جاتی ہے مصیبت سے کاہلی سستی۔ آرام پسندی۔

عیش طلبی کافور ہو جاتی ہے۔ مصیبت سادہ خوراک اور سادہ لباس کا عادی بنا دیتی ہے، جو صحت جسم کیلئے ضروری چیزین ہین۔ جو شخص مصیبت مین گرفتار نہین ہوتا۔ وہ بظاہر بڑا خوش نظر آتا ہے، وہ بھی اپنی حالت مین نہایت خوش معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا کی بیش بہا تعلیم سے محروم اعلی بلندیون پر پہونچنے سے قاصر رہتا ہے۔ غرض مصیبت سے انسان کندن ہو جاتا ہے۔ یہ تو مصیبت ایک بھٹی ہے جس مین پڑکر انسان کے پوشیدہ جوہر نمایاں ہوتے ہین۔ مصیبت ترقی کا زینہ ہے اور ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جیسے کہ اکثر لوگ ایسے گذرے جو فاقہ کی مصیبت مین مبتلا ہوئے تو انھون نے روزی کمانے کے واسطے آہنگری جیسے سخت کام سیکھا بہت سی مفید ایجادین کین جس سے وہ دولتمند ہو گئے دنیا کو بھی فائدہ پہونچا۔ بہت سے لوگ مصیبت سے صبر کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہین یعنی وہ بہ حصول علے ڈگری امتحان مین ناکامیاب رہتے ہین۔ سچ ہے

کیمیا بنتا ہے انسان ٹھوکرین کھانیکے بعد۔ رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پسجانے کے بعد

جمیلہ

حکمت عملی

عقلمند آدمی ہمیشہ دوراندیشی اور حکمت عملی کو مد نظر رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک مشکل سے مشکل کام حکمت عملی کے سامنے آسان تر ہے اسکی حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ ناکامی اس سے کوسون دور بھاگتی ہے اور کامیابی اسکی ایک ادنی کنیز ہے جو ہمیشہ اس کے پیر چومتی ہے۔ مثل مشہور ہے "سانپ مرے لاٹھی نہ ٹوٹے" ایسے شخص پر صادق آتی ہے۔ حکمت عملی کے نہ برتنے سے آسان سے آسان کام مشکل تر ہو جاتا ہے اور ہزار قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حکمت عملی کے نزدیک یہ معنی ہین کہ کسی بھی کام کو حکمت و خوش اسلوبی سے جو برمحل ہو کرنا۔ مثال کے طور پر مین ایک واقعہ درج کرتی ہون۔ اس موقع پر حکمت عملی تھی جو ایسی کارگر ثابت ہوئی کہ بس تیر بہدف۔ یہ واقعہ اسوقت کا ہے جبکہ سکندر اعظم، چین کی مہم سے واپس وطن جا رہے تھے راستہ مین ایک ایسے ملک سے گذرنا پڑا کہ وہان پر عورتین نیم برہنہ رہتی تھین اور اسپر تماشہ یہ کہ باہر کے سب کام کاج بھی وہی انجام دیتین۔ چنانچہ گلی کوچون اور سڑکون پر عورتیں ہی عورتین نظر آتین۔ سکندر اعظم جو کہ ایک جرار لشکر کے ساتھ تھے۔ ایک مصیبت مین پڑ گئے۔ مقامی لیڈرون کو اپنے پاس بلوایا اور ان کے ملک مین جو بے پردگی اور بے حیائی دیکھی اسپر ان کو ڈرایا۔ دھمکایا اور بہتیرا سمجھایا۔ مگر وہ لوگ کچھ ایسے وحشی تھے کہ ذرہ بھر ان کی سمجھ مین نہ آیا کہ عورتیں بدستور بے پردہ نظر آتی رہین۔

ایک دن بیٹھکر سکندر نے وزیر سے مشورہ کیا۔

وزیر نے کہا کہ جہان پناہ آپ جو اصلاح چاہتے ہین وہ نہ طاقت اور نہ دلائل کے ذریعہ ہو سکتی ہے اگر وہ ہو سکتی ہے تو ایک حکمت عملی سے اور بس۔ سکندر نے پوچھا وہ کسطرح؟ وزیر نے جواب دیا کہ ایک نہایت حسین بت بنایا جائے اور اس کو بازار مین نصب کیا جائے اور اس مین ایسی صفت رکھی جائے کہ جونہی لوگ اسکو دیکھنے جائین وہ مجسمہ اپنے چہرہ کو کپڑہ سے خود بخود چھپا لے، پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے؟

سکندر کو وزیر کی صلاح پسند آئی۔ اور ویسا ہی کیا گیا۔ لوگ بت کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھتے

ورق الٹیے

انسانی طبائع مین فرق

خالص ارض وسمانے اپنے قدرت کاملہ کے ظہور مین انسان کو اشرف المخلوقات کے ممتاز لقب سے سرفراز فرماکر بھلائی برائی کی تمیز کے لئے عقل سلیم جیسی نعمت عطا فرمائی اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا "یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے فہم سلیم عطا فرماتا ہے اور جسکو فہم سلیم دی گئی تو بے شک اسے خوبیون کی دولت عطا ہوئی۔

تاہم انسانی طباع کے اختلافات مین بھی ایک خاص خدائی راز مضمر ہے کہ بھلے برُے کے وجود پر ہی نیکی و بدی کا انحصار ہے۔ چنانچہ ایک دن دل انسان اور اس کے گرد وپیش کے لوگون کی حالت اور کیفیتون کا مطالعہ کیا جائے۔ تو بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ ہر ایک انسان کی حالت کیفیت مین کسقدر فرق و اختلاف واقع ہے۔

فیاض ہستیون کے دل خدانے باران رحمت کے ابر کے مانند بنا دیئے ہین۔ جو ہر قسم کی زمین کو سیراب کرنے کے لئے ہر طرف یکسان برستے رہتے ہین اور اپنے فیض سے جس کا اہل خدانے انھین بنایا اسکے شکریہ مین خدا کی مخلوق کو مستفید کرنے مین اپنی جان و مال سے دریغ نہ کرکے خوشنودی خدا ورسول حاصل کرتے ہین، ایسی ہستیون کو دنیا فیاض و محسن کے نام سے یاد کرتی ہے اور یہ کریمانہ نشان ہے۔

ان ہستیون کے فیض سے مستفید ہونے والے افراد مین دو قسم کے انسان پائے جاتے ہین۔ ایک تو احسان شناس اور دوسرے احسان فراموش۔

احسان شناس طبیعتون کی حالت ایک دریا کی سی ہوتی ہے جو سمندر کے پانی کو ابر کے ذریعہ سے حاصل کرلینے پر پھر اسی پانی کو سمندر مین واپس

اور وہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیتا۔ جو دیکھتا وہ غور کرنے لگتا کہ دیکھو ایک بت کو اتنی شرم وحیا ہے اور ہم انسان بے شرمی اور بے حیائی مین ڈوبے ہوئے ہین اسکا فوری اثر یہ ہوا کہ اب جس عورت کو دیکھئے نقاب پوش نظر آتی ہے بکندریہ دیکھکر بہت خوش ہوئے۔

احمدی بیگم آرا

کردیتے ہین۔ ایسے پاک نفس انسان جنہین قدرت نے حساس اور قدرشناس دل مرحمت فرمایا ہین ان احسانات سے جو ان کے ساتھ کسی نے کئے ہوں فائدہ حاصل کرلینے کے بعد بموجب ارشاد باری ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مقصد کے مطابق اپنے محسن کا اسکے شکرگذاری مین کسی نہ کسی طرح فائدہ پہنچانے کی جستجو مین رہا کرتے ہین اور اپنے محسن کو قدر کی نگاہ سے ہمیشہ دیکھتے ہین۔ اگر وہ احسان کے بدلے کسی خدمت کے لائق نہون تو اپنے دل ہی مین ہمیشہ اپنے محسن ہی کو یاد کرتے رہتے ہین۔ یہ صفت بھی عام طور پر قابل تعریف مانی جاتی ہے مگر احسان فراموش کا دل پتھریلی زمین کیطرح سخت ہوتا ہے کہ وہ بارش کے پانی کو حاصل کرکے بھی کوئی چیز اپنے مین پیدا نہین کرسکتا۔ ایسے ضمیر کے لوگون سے خود خدائے برتر وبالا کو قرآن پاک مین کئی بار اپنے احسانات جتانے کی ضرورت پڑی۔ اور ایسے ہی لوگون کو احسان فراموش بے قدرا۔ خود غرض وغیرہ کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے۔ یہ صفت ہر قوم ومذہب مین مذموم مانی جاتی ہے اور دنیا ایسے لوگون سے دور رہنا پسند کرتی ہے۔

گو احسان حاصل کرنے والون کی نسبت احسان کرنے والے ثابت ہونا سب سے بہتر صفت ہے مگر ضرورت کیوجہ سے احسان قبول کرنا پڑے تو اسے کبھی نہ بھولنا چاہیئے، اور نہ اس فائدہ کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو محسن سے حاصل ہوا ہو۔ بلکہ ہمیشہ عجز و انکسار سے پیش آنا چاہیئے کہ یہ وصف اپنے خالق اور اسکی مخلوق دونون کو بہت عزیز ہے محسن سے کبھی بھی حسد نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کے احسان کو قدردانی سے دیکھنا اسکی محبت ووقعت کو بڑھاتا ہے۔ مگر ضرور لالچی، اور خودغرض آدمی کے احسان سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی لازمی ہے کیونکہ بعد مین احسان ہمیشہ نادم رکھیگا اور لالچی کے حرص وطمع کو پورا کرتے رہنا ناممکن ہوگا کہ

منہ سے بس کر نہین سکتے ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصون کو خدا ساری خدائی دیتا

اور خود غرض کا احسان تو اسکی غرض پر ہی موقوف ہوا کرتا ہے۔ اگر وہ غرض پوری نہ ہو تو ایسے لوگ دشمنی پر تل جاتے ہین، اور ہر طرح کی اذیتین پہنچانے والے ثابت ہوا کرتے ہین بہتر تو یہی ہے کہ خدا نے اگر انہین اپنی نعمتیں دی ہین تو اچھے برے سب کے ساتھ احسان کرو کہ یہ اپنے معبود کی شکر گذاری کا ایک خاص طریقہ ہے اور اپنی اس حالت پر گھمنڈ نہ کرو، مصرع:

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین۔

فاطمہ بیگم

ہندوستانی عورتیں کیا کرین

(از مسز وجے لکشمی پنڈت)

یو۔ پی کی وزیر لوکل سلف گورنمنٹ مسز وجے لکشمی پنڈت نے جو مسٹر آر۔ ایس پنڈت کی اہلیہ اور صدر کانگریس پنڈت جواہرلال نہرو کی بہنیں ہین "مصور ہفتہ وار" اخبار مین ایک انگریزی مقالہ شایع کیا ہے جس کا عنوان ہے "ہندوستانی عورتون کے روبرو بھی ایک مقصد ہے" ناظرات مضمون کی دلچسپی کے لئے ہم اسکا آزاد ترجمہ ذیل مین پیش کرتی ہون (ادیٹر)

بعض اوقات اخبار نویس مجھ سے اسبات کے طلبگار ہوتے ہین کہ مین خواتین کے مسئلہ مین اپنا خیال ظاہر کرون جب کبھی مجھ سے اس قسم کی درخواست کی جاتی ہے مین متعجب ہو جاتی ہون کہ آخر عورتون کا مسئلہ دراصل ہے کیا؟

ہمارے ایسے ملکون مین جو اپنی آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے ہین یقیناً ایک ہی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم جلد از جلد آزادی حاصل کرین کسی اور مسئلہ کے لئے کوئی جگہ نہین ہے لیکن سوال کیا ہی جا رہا ہے۔ اور مین فرض کرتی ہون کہ مجھے جواب دینا ہی پڑے گا

اس سوال کی تہ مین جو مسئلہ پوشیدہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ میدان عمل مین عورت کی جایز حیثیت کیا ہے اور وہ اپنے آپ کو ملک و قوم کے لیے زیادہ سے زیادہ سودمند کسطرح بنا سکتی ہے۔

اس باب مین مختلف معیار موجود ہین۔

ہم جادۂ ترقی پر اس زمانے سے بہت دور سفر کر چکے ہین جب قبیلہ کی عورتین پڑاؤ پر دانہ پانی کی دیکھ بھال کے لئے رہا کرتی تھی آج عورت کسی خاص حصار مین محدود نہین رکھی جاتی اور درحقیقت اسی لئے کچھ نہ کچھ آزادی حاصل کرتی ہے لیکن بہت سی ایسی رکاوٹین ہین جو عورت کو دور ماضی مین غلام رکھنے کا سبب ہین۔ اب بھی ایک سے نقاب مین جھانک رہی ہین اور اسکی ترقی مین روڑے اٹکا دین پیدا کر رہی ہین۔

ہندوستان مین موجودہ تعلیم نے عورت کو دنیا مین تنفر رہنے کے قابل بنانے کی بجائے اسے سماج کا ایک محض آرایشی فرد بنانے مین مددی ہے — گھر اور ملک دونون کے لئے بیکار ہے۔

ورق الٹیے

تاریخ کی موجودہ سطح پر بھی تہذیب زیادہ تر مردون
سے مخصوص ہے اور عورت نے نظام زندگی مین
اپنی جایز حیثیت نہین حاصل کی ہے۔ اسکا وجود
تہذیب کے لیئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا مرد کا۔ او
آج وہ جنگ کرہی ہے نہ صرف مرد کی کمانے کی اجارہ
داری کے خلاف بلکہ اسکی تہذیب پر تسلط رہنے
کی اجارہ داری کے خلاف بھی۔

یہ کافی نہین ہے کہ عورت صرف آئندہ نسل
کی ترقی کے لیئے بچے کھائے اسے یہ بھی جاننا چاہیئے
کہ ان بچون کی ترقی اور دماغی اور جسمانی صحت
کے لیئے کیا ہونا چاہیئے۔

عورت کو ان بچون مین وہ خصلتیں پیدا کرنی
چاہیین جو انھین سچائی کے پہچانتے اور انھین ہر
صورت حق پر قایم رہنے کے قابل بنا ئین۔

گھر کی دیکھ بھال پہلے عورت کا واحد دلچسپی
تھی۔ لیکن اب ہم کیون نہ سیاسی معاملات پہ
اثر انداز ہون اور ماضی مین عورت تخیل پرست تھی
لیکن اب اسے اپنے خیالات مین زیادہ مستقل ہونا
چاہیئے وہ گھر کے انصرام مین مہارت حاصل کر چکی
مین۔ اسلیئے اب عملی انصرام کی ایسی ذمہ داری بھی
اٹھا سکتی ہین۔

اسطرح مستقبل قریب مین ثابت ہو جائیگا
کہ عورت کی انتہائی کامیابیون مین مضمر نہین ہے
بلکہ حکومت کا نظم نسق کرنے مین۔

اسمین نظریہ کو صحیح کہنا قبل از وقت ہے تاہم یہ
نظر ایک عظیم الشان خواب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

عورتون کو گھر کی منتظمہ ہی رہنے دو۔ انھین اپنے
گھر کو خوبصورت اور مسرت انگیز بنانے دو لیکن
اسے زیادہ بڑی باتون مین بھی انکی اس خصلت کو
ظاہر ہونے دو۔

انھین دنیا کو زیادہ خوبصورت، زیادہ منصف
مزاج اور زیادہ لایق رہایش بنانے کے لیئے بھی
کوشش کرنی چاہیئے۔

آؤ۔ دنیا کو دکھاوین کہ ہندوستانی عورت
کا حسن اس کی دلیرانہ حق پرستی کا نام ہے کیونکہ
عورتون کا یہی عمل ہین کبھی نہ کبھی کامرانی تک لے
جائیگا۔

نُورُو تیرہ آئینہ

از شوکت تھانوی

کون شوہر ایسا ہے جسکی دل یہ نہ چاہتا ہو کہ اسکی بیوی حسین ہو۔ حسن تو وہ قیامت ہے کہ اپنی تو اپنی دوسروں کی بیویاں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور یہ ظالم حسن ہر اس شخص کو اپنا گرویدہ بناکر چھوڑتا ہے جس کے چہرہ پر آنکھیں ہیں اور پیٹ بھرا ہوا ہے۔ لیکن اگر پیٹ بھرا ہوا نہیں ہے تو حسن اپنی تمام غارتگری اور زمانہ آفرینی کے باوجود روٹی سے زیادہ دلکش ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اسوقت یقیناً ایک قتالہ عالم حسینہ سے زیادہ جاذب توجہ نانبائی ثابت ہوتا ہے۔ مطلب کہنے کا یہ کہ اگر دمشق کی قحط سالی میں عشاق اپنا عشق بھول گئے تھے۔ تو اسوقت ہندوستان کے افلاس زدہ باشندے بھی یقیناً حسن کیطرف متوجہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ اسلئے کہ اُن کا پیٹ خالی ہے اور ان کو صرف روٹی چاہیئے۔ وہ ایک بدصورت نانبائی کے عاشق ہو سکتے ہیں۔ مگر ایک کافر حسینہ کے حسن کی تعداد اسلئے نہیں دے سکتے کہ وہ اُن کو روٹی نہیں دے سکتی۔ اسی اصول کے ماتحت

ہم اس کے سخت مخالف ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں محض اپنے کو حسین ثابت کرنے کے لئے تاکہ ان کو دیکھکر ہندوستان کے مرد بیوقوف بن سکیں ولایتی سنگار اور آرائش کے جو سامان خریدا کرتی ہیں۔ انکی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اگر بجائے اس مد میں روپیہ صرف کرنے کے اس ملک کی بدصورت عورتیں روٹی مہیا کرنے کے انتظامات میں مردوں کا ہاتھ بٹائیں۔ تو ان کی بدصورتی ہی میں ایک دلکشی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر ہم اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں کہ غیر ممالک سے جہاز پر جہاز حسن افروز سامان لئے ہوئے آتے ہیں اور ان افلاس کے مارے ہوئے ہندوستان میں ہاتھوں ہاتھ خالی ہو جاتے ہیں عورتیں ہیں کہ وہ اسی دھن میں مست نظر آتی ہیں کہ خواہ پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہ ملے مگر رخساروں کے لئے غازہ اور لبوں کے لئے لپ اسٹک ضرور ہو۔ ظاہر ہے کہ جب پیٹ کاٹ کاٹ کر حسن میں یہ وقتی اضافے کئے جائیں گے تو اس حسن کو سوائے لعنت

کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔

تمام دنیا کے نہ ہم ٹھیکہ دار ہیں نہ ہر ایک سے ہم کو واسطہ مگر جب ہم نے دیکھا کہ یہ لعنت خود ہمکو گھیرنے والی ہے تو یقین جانئے کہ اس تصور سے ہمارے جسم میں کپکپی پیدا ہو گئی۔ مگر بجائے اس کے کہ ہم بدحواس ہو جاتے اور چیخ مار کر بھاگتے۔ ہم نے ذرا سمجھ بوجھ سے کام لیا اور فوراً ہی ہمارے ذہن میں ایک ایسی اسکیم آگئی کہ ہم نے نہایت مدبرانہ طریقہ پر اپنی بدحواسی کو چھپا کر ذرا متانت سے کام لیا۔ اور جیسے ہی بیگم نے نمائش میں لپ اسٹک خریدنا چاہی ہم نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ اسکی قیمت ادا کر دی اور بجائے بسورنے کے اپنے چہرہ پر تبسم کی لہر پیدا کر کے کہا۔

"اسکو ہونٹوں پہ لگا کر آپ بہت اچھی معلوم ہونگی"

بیگم نے مسکرا کر ایک پاوڈر کا ڈبہ ہاتھ میں اٹھا لیا ہم نے اپنے دل میں کہا کہ "لیجئے ایک نہ شد دو شد" مگر اسوقت اختلاف قطعاً مناسب نہ تھا۔ لہذا ہم نے فوراً کہا "بغیر پاوڈر کے لپ اسٹک بالکل بیکار ہے اسکو بھی لے لیجئے"

بیگم نے اپنے سعادت آثار شوہر کی اس فیاضانہ گرمجوشی کے صلہ میں ایک ہلاکت آفرین تبسم کے ساتھ ایک محبت میں ڈوبی ہوئی نظر ہم پر ڈالی جسکا لفظی مفہوم یہ تھا۔ کہ میرے پیارے شوہر یہ سب کچھ آپ کو اتو بنانے کے لیتے ہے" ہم نے اس تبسم کے جواب میں کہا "ہاں ہے بیچئے نا"

بیگم نے پورے جذبات تشکر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "آپ کو کون سا پاوڈر پسند ہے۔"

ہم نے کہا "جو آپ کو پسند ہو"

اور چونکہ بیگم کو وہی پسند تھا جسکی قیمت ذرا زیادہ تھی لہذا اسکو خرید ہی لیا گیا۔ مگر قبل اس کے کہ لپ اسٹک اور پاوڈر لے کر ہم لوگ اس اسٹال سے آگے بڑھیں۔ اسٹال والے نے غازہ کا ڈبہ سامنے بڑھاتے ہوئے کہا "پاوڈر بغیر اس کے بیکار ہے۔"

بیگم نے چلتے چلتے ٹھہر کر اسے دیکھا اور ہم سمجھ گئے کہ اب بغیر اسکو خریدے ہوئے بیگم صاحبہ یہاں سے نہ چلیں گی۔ چنانچہ وہی ہوا کہ بیگم نے ہم سے پوچھا "یہ کیسا ہے؟"

ہم نے دل کی آواز چھپاتے ہوئے کہا "اچھا تو ہے۔ لے لیجئے اسکو بھی"

بیگم نے تکلفاً کہا "کیا کیجئے گا اسے لیکر"

ہم نے کہا "میں کیا کرونگا۔ مگر آپ لے لیجئے"

بیگم اس طرح چپ ہو گئیں کہ گویا اگر آپ لیجئے ہی مصر ہیں تو خیر۔ چنانچہ ہم نے اس غازہ کو بھی خریدا اور قبل اس کے کہ اسٹال والا کچھ اور دکھائے

ہم نے کہا "اچھا اب چلئے یہاں سے"

چنانچہ ان ہی چیزوں اکتفا کر کے ہم لوگ آ گئے بڑے اور ایک آدھ دوکان سے اور کچھ چیزیں خریدنے کے بعد جن میں بھی زیادہ تر اسنو، کریم، سینیٹ وغیرہ تھے گھر آ گئے۔ بیگم تو خوش تھیں کہ وہ اپنے یتیم شوہر کو سچ مچ مار ڈالنے کے لئے گویا پورا اسلحہ خانہ خرید لائی ہیں اور ہم خاموشی کے ساتھ لیٹے ہوئے حساب لگا رہے تھے کہ نو روپیہ تیرہ آنہ کا جو سامان خریدا گیا ہے اگر اسی رقم کے گیہوں آتے تو کتنے دن چلتے اور کبھی بے فکری کیساتھ کھانے جا..... اور یہ کہ نو روپیہ تیرہ آنے ہم نے کس مشقت کے ساتھ حاصل کئے تھے۔

جسکو اس بیدردی کے ساتھ محض بہروپ کے سامان کی نذر کر دیا گیا۔ مگر باوجود اسکے ہمارا دل گواہی دے رہا تھا۔ کہ جو اسکیم ہمارے ذہن میں ہے وہ اس رقم کے صرف ہو جانے کے بعد ہمارا ہزاروں روپیہ بچا دیگی اور ایک مستقل مصیبت سے ہم کو نجات ملجائیگی

ہم اسی ادھیڑبن میں مبتلا تھے اور بیگم نمایش کے متعلق خدا جانے کیا چہک رہی تھیں کہ اسی عالم میں ہم سو گئے اور نو روپیہ ۱۳ آنہ کی کوفت سے نیند نے نجات دیدی

دوسرے دن دفتر سے جو ہم واپس آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ بیگم ابھی غسلخانے سے نکلی ہیں اور آئینہ سامنے رکھے ہوئے اسی حسن افروز سامان کی مدد سے اپنے کو ہمارے لئے مہلک بنا رہی ہیں۔ ہم نے فوراً ان کی نظر بچا کر باہر کا رخ کیا تاکہ اسوقت گھر میں آئیں جب وہ کیل کانٹے سے لیس ہوکر بھرپور حملہ کرنے کے لئے تیار ہوں تاکہ ہم اپنی مجوزہ اسکیم کو بروئے کار لائیں اور نو روپیہ تیرہ آنے کی قربانی کا صلہ ہمکو مل سکے۔ چنانچہ آدھ گھنٹے تک باہر بیٹھنے کے بعد اب جو ہم گھر میں آئے تو بیگم فارغ التحصیل ہو چکی تھیں اور ہم نے جو ایک نظر بھر کر ان کو دیکھا ہے۔ تو واقعی اسوقت بجائے بیگم کے فیشن کا مجسمہ نظر آ رہی تھیں حسن کے ساتھ پوری دلکشی ان پر سمٹی پڑتی تھی، اور اسوقت وہ یقیناً ایسی بنی ہوئی تھیں کہ اگر ہم ذرا بھی انگریزیت کے دلدادہ ہوتے تو ان کو فوراً اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک دوست کے پاس جاتے اور کہتے کہ دیکھو بیوی ہو تو ایسی ورنہ لعنت ہے شادی کرنے پر۔ اسوقت ان کی دلفریبی اور دلکشی کا یہ عالم تھا۔ کہ ہمارے ذہن سے وہ اسکیم ہی نکل گئی جس کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ چنانچہ جسوقت وہ اپنی اس حشر سامانی کے ساتھ مسکراتی ہوئی تشریف لائیں۔ ہم بیساختہ ان کی بلائیں لینے ہی والے تھے کہ یکایک نو روپیہ تیرہ آنے کا گھونسہ کلیجہ پر پڑا۔ فوراً ہی ہمکو اپنی اسکیم کا خیال آگیا۔ چنانچہ ہم نے ان کو گھور دیکھتے ہوئے بگڑ کر کہا "یہ کیا ہوا"

بیگم نے اپنی ساری کا آنچل ہوا میں لہرا کر سینٹ کی خوشبو اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا ہوا"

ہم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اُن کے چہرہ کیطرف انگلی اُٹھاتے ہوئے کہا۔ یہ آپ نے اپنے منھ پر کیا کیا ہے۔"

بیگم نے کہا "کہاں کیا۔ کیا ہے۔"

اسوقت بیگم کے بھولے بھالے چہرہ پر رنگ و بو کا طوفان آیا ہوا تھا۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ رخساروں پر سکندر باغ انگڑائیاں لے رہا ہے اور لبوں پر بالکل آتشکدہ نمرود کا گمان ہوتا تھا۔ اور عنقریب گلزار بنجانے والا تھا۔ ہم نے ان تمام کیفیات سے زبردستی اپنے کو بے حس بناتے ہوئے کہا۔

خدا کے لیے ذرا آئینہ میں منھ تو دیکھیے کہ آپ کا حال کیا ہے"

بیگم اب تک ان باتوں کو مذاق سمجھ رہی تھیں لہذا ذرا اور بھی غارتگری کے ساتھ کہا، اچھا خیر آپکی بلا سے آپ کے منھ پر تو کچھ نہیں ہوا ہے"

ہم نے بدستور سنجیدگی اور حیرت کے ساتھ کہا۔ ارے صاحب اگر کوئی آگیا تو ہنسے گا کہ آخر اُن کو بیٹھے بٹھائے ہوا کیا۔ واللہ اچھی خاصی سادھو معلوم ہوتی ہو، بھبوت ملے ہوئے۔"

بیگم کو غالباً اب کچھ شک سا پیدا ہو گیا تھا۔ کہنے لگیں "یہ بھبوت ہے یا دہی پاؤڈر اور غازہ جو کل خریدا ہے"

ہم نے کہا "اجی میں باز آیا اس حسن سے مجھے اپنی بدصورت بیوی ہی پسند ہے۔ بجائے اس کے کہ میں کسی نوٹنکی کے لڑکے کو بیوی کہوں یا کسی بہروپیے کا شوہر کہلاؤں"

بیگم نے بہت سنجیدگی سے کہا "آخر بات کیا ہے"

ہم نے کہا "پہلے خدا کے لئے منھ دھو ڈالو۔ اس کے بعد میں بتاؤں گا کہ بات کیا ہے۔ مجھ سے آپ کی طرف دیکھا بھی نہیں جاتا"

اسوقت ہم نے دیکھا کہ بیگم واقعی کچھ کھسیانی سی گئیں تھیں اور اُن کی سخت دلشکنی ہو رہی تھی یہانتک کہ ہم اگر ذرا بھی رقت قلب سے کام لیتے تو اپنے ان ریمارکس کا رخ ہم کو تبدیل کر دینا چاہیئے تھا۔ مگر اسوقت ہم ضرورت سے زیادہ سخت دل بنے ہوئے تھے یعنی بیگم کی اس افسردگی کی قطعاً پروانہ کی اور بدستور اپنے چہرہ پر وحشت کو برقرار رکھا۔ یہانتک کہ بیگم نے واقعی۔ بار بار آئینہ دیکھنے کے بعد آخر منھ دھو ڈالا اور منھ دھو کر بجائے اس کے کہ ہمارے سامنے آتیں کچھ کھبی ہوئی سی اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں اور ہم نے بھی خاص طور پر ان کو مخاطب کرنا ضروری نہ سمجھا۔ مگر جب وہ چائے لیکر تشریف لائیں تو ہم

نے محبت سے اُن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہان اب معلوم ہوتی ہو کہ جیسے قدرت نے نور کے سانچے مین ڈھالکر بھیجا ہو"

بیگم نے جلکر کہا" اچھا رہنے دیجئے آپ بنانے کو"

ہم نے بیگم کا ہاتھ پکڑکر کہا" کیا کہا آپ نے ؟ مین بنا رہا ہون آپ کو"

بیگم نے آنکھون مین آنکھین ڈالکر کہا" اور نہین تو کیا"

ہم نے منہ سکھاکر کہا" بہتر ہے صاحب آیندہ آپ کے حسن کی تعریف بھی اسوقت کرینگے جب لائسنس حاصل کرلین"

بیگم نے کہا" آپ حسن ن نہ لگا کیجئے۔ مین اگر بدصورت ہون تو آپ نے بغیر دیکھے شادی بھی نہین کی ہے بلکہ خوب اچھی طرح دیکھ چکے تھے آپ مجھے"

ہم نے کہا" بیگم۔ کیا پوڈر کا اثر دماغ پر بھی ہے یہ تم کیسی بہکی بہکی باتین کررہی ہو۔ یعنی مین تو ہمیشہ سے تمھارے حسن کی تعریف کرتا ہون۔ آج کوئی نئی بات تو ہے نہین"

بیگم نے کہا۔ ہان یہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ آپ ہمیشہ سے بناتے چلے آتے ہین"

ہم نے کہا" پھر وہی" اگر واقعی مجھکو بنانا ہوتا تو اسوقت بتاتا جب آپ وہ لعنتی غازہ اور پاوڈر لگاکر تشریف لائی تھیں۔ معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ آپ تھیٹر مین ناچنے والی ہین۔ اچھے خاصے بیٹھے بٹھائے پھپوند لگالی تھی"

بیگم نے کہا، تمام دنیا لگاتی ہے۔ نہ کسی کے پھپوند لگتی ہے۔ نہ کوئی تھیٹر مین ناچتا ہے"

ہم نے کہا" تو بسم اللہ آپ بھی لگایا کیجئے نا۔ مگر خدا کے لئے میرے سامنے نہ لگائیے گا۔ مجھ سے آپ کا وہ چہرہ نہ دیکھا جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ پر راکھ مل لی ہے اور ہونٹون کی کھال ادھیڑ دی گئی ہے۔ یا کسی نے منہ پر ڈھیلا مار دیا ہے"

بیگم نے کہا" اچھا یہ بتائیے اور عورتین کیون لگاتی ہین"

ہم نے کہا" صاحب اپنی اپنی پسند ہے۔ مین خود یہ سمجھتا تھا کہ آپ پر اچھا معلوم ہوگا ورنہ کوئی پاگل تو تھا نہین کہ ڈردپیہ تیرہ آنہ پھینک آتا۔ مگر اب مین کیا کرون کہ آپ مجھکو بغیر ان کے اچھی معلوم ہوتی ہین۔ مین تو قدرتی حسن کا قائل ہون ورنہ چیزون کے استعمال سے تو شاید مین خود ایسا بنجاؤن کہ لوگ تمام دنیا کی حسین عورتون کو چھوڑکر شاید دور سے مجھ ہی کو گھورنے لگین مگر پاس سے تو خدا کی مار وہ لعنت برستی ہے کہ مین

کیا کہوں "
بیگم کے ذہن میں خدا جانے یہ باتیں آئیں یا نہیں مگر بظاہر وہ خاموش ہوگئیں اور اب شروع ہوا انکو نو روپیہ تیرہ آنے کا افسوس یہ ہمارے لئے ذرا مفید تھا۔ مگر ہم نے اُن سے یہی کہا۔

" ارے اس کا کیا افسوس ایسے ایسے ہزار نو روپیہ تیرہ آنہ آپ پر قربان ہیں۔ آپ اگر واقعی اب بھی اتنی رقم کی ایسی ہی فضول چیزیں خریدیں تو مجھکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر ان چیزوں کو میرے سامنے استعمال نہ کیجئے گا "

بیگم نے کہا مجھے ضرورت کیا پڑی ہے کہ میں ان چیزوں کو خریدوں۔ جب آپ ہی کو پسند نہیں ہیں تو میرے کس کام کی "

ہم نے خوش ہو کر کہا " ہاں مجھے پسند تو کیا معنی انتہائی نفرت سی ہوگئی اور اگر دو چار مرتبہ آپ اسی طرح یہ پاؤڈر وغیرہ لگا کر میرے سامنے آ جائیں تو میں شاید آپ ہی سے گھبرانے لگوں "

بیگم نے کہا " اب یہ جو آپ کے جسم سے سینٹ کی خوشبو آرہی ہے۔ اگر سچ پوچھئے تو آپ کے پسینے کی خوشبو سے زیادہ لطیف نہیں ہے۔ اس میں لطیفے محبت ہوتی ہے۔ بوسے وفا ہوتی ہے اور بوسے ظرافت ہوتی ہے اور اس میں وہی شرکت ہوتی

چھچھوندریں بسی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کہ جیسے چھچھوندر کا اچار سامنے رکھا ہوا بس رہا ہو "

بیگم نے کہا آپ تو سچ مچ عجیب آدمی ہیں کہ عطر بھی پسند نہیں "

ہم نے کہا " آدمی نہیں ہیں یہ کہئے کہ آپ نے ایسا اپنا لیا ہے۔ کہ خالص آپ پسند ہیں۔ یقیناً آپ کا پسینہ اور اسکی خوشبو اس سے زیادہ شامہ نواز ہے ع

شرکت عطر نہیں چاہتی غیرت میری

بیگم پر ہماری محبت کا جادو اثر کر رہا تھا۔ اس لئے کہ اُن کی نگاہوں میں اپنے ذاتی حسن کا پندار جھلکنے لگا تھا۔ چنانچہ انھوں نے کہا " اچھا اب آپ کو خالص پسینہ سنگھایا جائے گا "

ہم نے کہا " زہے نصیب مجھے تو دراصل آپ چاہتے ہیں بغیر کسی آرائش کے آپ میں سو آرائشیں ہیں اور آپ جیسی کچھ ہیں میرے لئے بہت کچھ ہیں۔ میں آپ کو غیر قدرتی طور پر بدل کر چاہنا نہیں چاہتا۔ بلکہ آپ اپنے اصلی رنگ میں میری مرکز محبت ہیں۔

بیگم نے ہمارا ہاتھ بیساختگی میں دبا کر گویا اپنے مسحور ہونے کی رسید دی اور ہم دل ہی دل میں اچھل پڑے کہ نو روپیہ تیرہ آنے کا نسخہ پہلی ہی خوراک میں تیر بہدف ثابت ہوا۔

رحیم

ننھی بیگم

جبیب متفکر صورت بنائے اندر داخل ہوا، گرمی سخت تھی، سارے کپڑے پسینے میں تر تھے ننھی بیگم نے جمیل گود سے اتار کر پلنگ پر لٹا دیا اور پنکھا جھلنے لگیں۔ جبیب کی عادت تھی کہ وہ گھر میں آتے ہی کپڑے اتار ڈالتا مگر آج وہ خاموش بیٹھ گیا۔ ننھی بیگم نے پہلے تو کچھ خیال نہ کیا۔ لیکن دو چار منٹ کے بعد بولیں "خیریت تو ہے آج کپڑے کیوں نہیں اتارے جاتے"

جبیب نے نہایت افسردہ لہجہ میں جواب دیا "خیریت ہی تو نہیں ہے"

"کچھ بتایئے تو سہی آخر بات کیا ہے"

جبیب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا کہوں روز روز دعوتیں کھانا آخر رنگ لا رہا ہے۔

"یعنی"؟

"یہ کل میری باری ہے۔ سب نے مجبور کیا کہ میں دعوت دوں مجھے تباؤ اقرار نہ کرتا تو کیا کرتا۔

"ارے توبہ، تو اس میں فکر کی کونسی بات ہے یہ تو زمانے کا دستور ہے کہ کھانے کے بعد کھلانا ہی پڑتا ہے"

"مگر......

"مگر کیا"؟

"کیا کہوں تم ناراض ہو جاؤ گی"

"(ذرا تنک کر) نوج! میں ناراض کیوں ہونے لگی، میرا کوئی بیچ ہی نہیں دعوت تم کھاتے ہو اور کھلاؤ گے بھی تم ہی"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر......"

"پھر وہی مگر مجھے ایسی باتیں نہیں اچھی لگتیں صاف صاف کیوں نہیں کہتے اس اگر مگر کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا"

"اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ ناراض تو نہ ہو گی؟"

"چلو ہٹو مذاق کرتے۔ کہہ تو چکی کہ میں ناراض کیوں ہونے لگی"

"سارا دارومدار تو تمھاری ذات پر ہے"

(تعجب) "یہ کیسے"

"آخر دعوت میں کیا کھلاؤں گا۔ تم کو تو دال پکانے

تک .... کا .... سلیقہ نہین ....

اور عمدہ کھانے کیسے تیار ہون گے۔

"مین لاکھ سر کھپاتی ہون مگر سمجھ مین کچھ اچھا ہی نہیں معلوم ہوتا۔ اب مین کیا کرون ..... مین تو کہتی ہون کہ آخر دال مین اور کیا سرخاب کے پر لگائے جاتے ہین؟"

"دیکھا یہی تو مین کہتا تھا۔ کہ تم بگڑ جاوگی"

"یہ بگڑنے والی بات ہی ہے دعوتون مین عمدہ عمدہ کھانے کھلاتے ہو اسی نے گھر کی دال نہین بھاتی کبھی ویسا کھانا پکواتے ہوتے تو کہتے"

"پکوا تا کیسے جب دال ہی نہین اچھی پکتی تو پلاؤ اور قورما کیسے تیار ہوگا"

خیر ایک مرتبہ آزما لو نا۔ سامان لاؤ۔ جو جو مین کہون اور جتنا جتنا کہون، پھر دیکھو کیسے نہین اچھا پکتا

"اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنا۔ بیگم مجھے تو سخت غیرت آتی ہے، اسوجہ سے مین کسی دعوت نہین کرتا خیر اب تم سامان بتاؤ مین جاکر خرید لاؤن" "مگر دیکھو عزت تمہارے ہاتھ ہے"

"بڑا بول نہین بولتی، مگر دیکھ لینا ایسا کھانا پکاؤن کہ انگلیاں چاٹتے ہوئے جائین سب۔"

---

۱۲ بجے دعوت تھی۔ ننھی بیگم نے صبح ہی سے اٹھکر کھانے کا اہتمام شروع کر دیا۔ اس لئے کہ متعدد قسم کے کھانے تیار کرنا تھے۔ اور وقت کم تھا سب سے پہلے شیر برنج اور میٹھے چاول پکانے مین مصروف ہوگئیں۔ دودھ بہت تھا ایک پتیلی مین رکھکر آنچ کر دی تاکہ گرم ہو جائے۔ اور خود مسالہ پیسنے مین مصروف ہوگئین، اور ایسی کہ تین مرتبہ دودھ مین ابال آیا، نصف سے زیادہ بہہ گیا۔ مگر بیگم صاحبہ کے کان پر جون نہین رینگین۔ جب اطمینان سے مسالحہ پیس چکین تو باورچی خانہ مین داخل ہوئین اور یہ دیکھکر کہ دودھ قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ خاموشی سے اس مین پانی ملا دیا۔ یہ بھی ڈر تھا کہ کہین شوہر صاحب کو خبر نہ ہو جائے۔ اسلئے فوراً اندر گئیں۔ صندوق مین سے شکر کی پڑیا اٹھا لائین اور اندازے سے نصف کے قریب دودھ مین انڈیل دی، پسے ہوئے چاول ڈالدیتے۔ لیجئے کھیر تیار ہوگئی، اتار دی اور آٹھ پلیٹون مین جاکر چاندی کے ورق جما دیتے۔

اب میٹھے چاول کی باری تھی۔ چاول ابالے انھیں پسایا اور بقیہ شکر چاولون کی نذر کر کے گھی اور میوہ ڈال۔ اوپر سے دو قطرے میٹھے عطر کے ٹپکا دیئے۔ چند منٹ کے بعد چاول دم پہ لگا دیئے گئے اور دوسرے کھانون کی طرف توجہ ہوگئی

کبابوں کا قیمہ تیار تھا ہی بیسن اور مسالحہ لاکر ایک طرف رکھدیا تاکہ وقت پر تل لئے جائین اب قورمہ اور پلاؤ کی باری تھی یخنی چڑھا دی گئی جو کچھ مسالے معلوم تھے وہ بھی پیس کر ڈالدیئے۔ اسی عرصہ مین حبیب اندر آیا اور کہنے لگا۔ بیگم گیارہ بجگئے ہین جلدی کرو ٹھیک ۱۲ بجے کھانا ملنا چاہیئے۔ اسلئے کہ رشید کھانے کے اوقات مین بہت پابندی برتتے ہین

ننھی بیگم نے فتحمندانہ لہجہ مین جواب دیا کہ اب دیر ہی کیا ہے۔ شیر برنج اور میٹھا تیار ہے پلاؤ و قورمہ کی یخنی بھی چڑھی ہوئی ہے صرف کباب تلنا اور پراٹھے پکانا باقی ہین۔ سو یہ بھی ابھی ابھی چٹکی بجاتے ہوئے جاتا ہو

حبیب تمھاری چٹکی تو گھنٹوں کی ہوتی ہے کہین دیر ہوگئی تو یہ سمجھو کہ تمہاری اس چٹکی نے پیس ہی ڈالا۔

ننھی بیگم توبہ! تم تو ہاتھ پاؤن پھلاتے ہو۔ کہہ تو دیا کہ وقت سے پہلے تیار ہو جائیگا۔

قورمہ تیار ہوگیا۔ پلاؤ دم پر لگا دیا گیا۔ ننھی بیگم نے نمک چکھنے کیلئے تھوڑا سا شوربا نکال کر چکھا نہایت مزے کا معلوم ہوا۔ جھٹ سے پتیلی اتارنے لگین آنچ تیز تھی اور ڈھکنا الگ تھا۔ بھاپ بھی نکل رہی تھی برداشت نہ کرسکین دیگچی چھوٹ کر چولھے مین گر پڑی، سارا قورمہ راکھ مین جذب ہوگیا۔

حبیب نے پونے بارہ بجے آکر کہا۔ بیگم پندرہ منٹ باقی ہین۔ اب وہ لوگ آنا ہی چاہتے ہین۔ کسر کیا ہے؟

ننھی بیگم کے ہاتھ پر بھی گرما گرم شوربا کی چند چھینٹین پڑگئی تھین جن سے سوزش پیدا ہوگئی تھی۔ دوسرے قورما گرجانے کا افسوس بھی تھا۔ میان کی عجلت پر ذرا بگڑ کر بولین،

خدا کی مار۔ اس بیتابی پر۔ کیا وہ لوگ فاقے سے آئین گے۔ تمھاری اس جلدی سے قورمہ آخر گر گیا نا؟

" ہین کیا قورمہ گر گیا۔ کیسے؟ کیا سب گر گیا۔ کچھ بچا بھی ہے یا نہین "

ایک سانس مین پے در پے سوالات نے ننھی بیگم کو باولا کر دیا۔ انھون نے دیگچی اٹھا کر سامنے رکھدی اور بولین سب گر گیا۔ آدمی ہی تو ہون۔ دیکھئے آخر ہو کہ میرا ہاتھ بھی جل گیا "

" آخر تو اب ہوگا کیا؟

" مین کیا جانون کیا ہوگا۔ اتنا سامان تو رکھا ہے ایک چیز نہ سہی اللہ نے بچایا ورنہ اور زیادہ جل جاتی تو سب دھرا رہ جاتا "

حبیب اسی پریشانی مین مبتلا تھا کہ باہر سے آواز آئی دم نکل گیا۔ بمشکل تمام چہرہ متبسم بنا کر باہر گیا اور سب کو کمرے مین لاکر بٹھا دیا۔ ۱۲ بجگئے ۱۲ بجکر پانچ گئے۔ حبیب بار بار اندر آتا اور باہر جاتا۔ وہ سخت۔

پریشان تھا۔ ایک طرف ننھی بیگم سے کچھ کہتے ڈرتا تھا کیونکہ وہ بھوکی شیرنی کیطرح غضبناک بنی بیٹھی تھین اور باہر دوست آفت مچائے ہوئے تھے۔

ننھی بیگم نے پلاؤ دم پر لگا دیا اور کباب تلنے بیٹھ گئیں۔ ایک طباق مین ٹکیان بنا کر آگ پر رکھدین اور کچھ گھی بھی لگا دیا۔ اتنے مین بچہ سوتے سے چونک پڑا۔ اسکو دودھ پلانے چلی گئین چولھے مین لکڑیان کافی تھین۔ آنچ تیز ہوگئی اور تمام کباب جلکر کوئلہ ہوگئے۔ چراند جو پھیلی تو حبیب باہر سے دوڑتا ہوا آیا۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ کباب بیکار ہوگئے تھے، حبیب بیچارہ دانت پیس کر رہ گیا۔ اور سوائے اس کے کچھ نہ بولا کہ "مین اسی لئے توکہتا تھا کہ کھانا پکانے مین ......"

ننھی بیگم نے بات کاٹ کر کہا "چولھے مین جائے ایسا کھانا اور دعوت۔ ایک کام ہو تو کرون۔ ادہر بچہ رو رہا ہے۔ ادھر تم آفت مچائے ہو۔ حواس تو قابو میں نہین رہے۔ جل گئے تو جل جائین۔ جاکر بازار سے لے آنا۔ مین پراٹھے تیار کئے دیتی ہون اور وہان تم جاکر دسترخوان بچھا آؤ۔ تاکہ ان فاقہ مستون کو اطمینان تو ہو۔"

ایک بج چکا تھا۔ حبیب نے دسترخوان لیجا بچھا دیا۔ دوستون نے شکریہ ادا کرکے ہاتھ دھوئے ان کے خیال مین کھانا آنے والا ہی ہے۔ ادہر حبیب پیچھے کے پشت کے دروازہ سے بازار گیا۔ تاکہ کباب لے آئے۔ اس عرصہ مین ننھی بیگم نے الماری مین سے کیوڑہ نکال کر پلاؤ مین ڈال دیا اور میدے کی پوڑیان کونڈے مین انڈیل کر پراٹھے پکانے کا سامان شروع کر دیا۔ پانی اور گھی ملاکر میدہ گوندھنا شروع کیا۔ مگر پانی ڈالتے ہی میدہ شربت کیطرح بہہ گیا تب تو انھین تعجب ہوا کہ کیسا میدہ ہے چکھ کر دیکھا تو وہ شکر تھی۔ لاحول پڑھکر میان کی حماقت پر نفرین کرنے لگین کہ بجائے میدے کے شکر لے آئے۔ کبھی بنیے کو کوستین اور کبھی میان کو صلواتین سناتین۔ "یار۔ امان لاؤ" کیا کرنے لگے۔ "جلد نکلو" کی صدائین بلند ہو رہی تھیں۔

حبیب جلدی مین کباب لئے ہوئے اندر داخل ہوا تو بیگم نے ایک سانس مین سو باتین سنا دین "لو اب دعوت ہوگئی، بھلا یہ میدہ ہے یا شکر؟ کہیں شکر کے بھی پراٹھے پکتے ہین۔ کیا کسی اندھے بنیے کے یہان سے لائے تھے۔ اب دیر مین دیر ہو رہی ہے .... کیون خاموش کیون ہو، اپنی غلطی پر اسیطرح چپ ہو جاتے ہو۔ ابھی مجھ سے ایسا ہو جاتا، تو محلہ سر پر اٹھا لیتے، برتن پھوڑ ڈالتے اور تین روز تک کھانا نہ کھاتے۔ لیجاؤ اسی بنیے کے

سر پر نچو، اور دس گالیاں بھی دو۔"

حبیب سکتے کے عالم میں کھڑا یہ ماجرا سن رہا تھا۔ اسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب وہ کیا کرے باہر دوستوں نے ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ اور مہمان دیر میں دیر ہوتی جاتی تھی۔ آخرکار اس نے آہستہ سے کہا۔"

"ایسا کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ بنیا میدے کے بجائے شکر دیدے"؟

"نہیں تو کیا میں نے میدہ کو شکر بنا دیا؟ تمہاری بھی کیا باتیں ہیں" تمنے تو مجھے نکو بنالیا ہے۔ ننھی بیگم نے تنک کر کہا۔

حبیب نے جواب دیا۔ "ذرا دوسری پڑیا تو دیکھو کہیں بدل نہ گئی ہو۔"

کیا خوب باتیں ہیں بچوں کی سی، شکر اور میدہ بدل جائے گا۔ اُسے تو میں تیر برنج اور میٹھے چاول میں چھوڑ چکی۔"

حبیب ذرا چکھ کر دیکھو تو شاید ....

ننھی بیگم (قطع کلام کرکے) بس تمہیں چکھو جو بات ہو گی بے سر پیر کی۔ گویا میں پاگل ہوں۔"

حبیب نے تیر برنج ایک انگلی میں لے کر کھائی تو بالکل پھیکی تھی۔ اُس نے تھوک کر لاحول پڑھتے ہوئے کہا۔ "تم پر خدا کی پھٹکار۔ ذرا چکھ کر دیکھو۔ تمنے میدہ تو تیر برنج میں ملا دیا ....

کیا میٹھے چاولوں میں بھی میدہ ہی ملا ہے یا"؟

ننھی بیگم نے کھسیانی ہو کر کہا۔ میں کیسے کہوں۔ روز تو تم دانہ دار شکر لاتے تھے۔ میں اسی دھوکہ میں تھی۔ جلدی میں کن کن باتوں کا خیال رکھوں

حبیب بہر حال تمنے میری عزت لے لی، اچھا اب کروں کیا۔ پلاؤ میں تو کچھ خرابی نہیں آئی "

ننھی بیگم (جھنجھلا کر) جاؤ دیکھ لو ....

میری پکائی تو کوئی چیز تمھیں بھاتی ہی نہیں۔ اسکا کیا علاج۔ پلاؤ میں کیا خرابی ہوگی۔ عمدہ تو پکا ہے مگر میں یہ جانتی ہوں تمکو پسند نہ آئے گا۔ تم کوئی نہ کوئی عیب ضرور نکالو گے

حبیب نے پلاؤ کی پتیلی کھولی تو اسپرٹ کی خوشبو اُس کے دماغ میں گھس گئی، اس نے غضبناک ہو کر پوچھا "کیا تم نے اس میں اسپرٹ ڈالدی"؟

ننھی بیگم اسپرٹ وسپرٹ تو میں جانتی نہیں کیوڑہ کے لئے تم نے کہا تھا۔ میں نے بوتل میں سے ڈالدیا تھا۔ پسند نہ آیا ہوگا کیوں .... وہ تو میں پہلے ہی سے جانتی تھی"

حبیب نے غصہ ہو کر کہا۔

"پسند کہو کہ آگ لگے تمہیں کیوڑے اور اسپرٹ میں بھی

فرق نہ معلوم ہوا۔
ننھی بیگم اسپرٹ کیسی مین نے اس بوتل سے ڈالا ہے۔ دیکھو نہ لو، کیوڑہ ہے یا نہین۔ کل ہی تو تم لائے تھے۔

حبیب نے بوتل دیکھکر اپنا منھ پیٹ لیا اور کہا، خدا کی مار تمھارے اوپر۔ تمھاری ناک بھی کہین چلی گئی تھی۔
ننھی بیگم۔ تو اس اسپرٹ کی بوتل کو الماری مین رکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی مجھے کیا معلوم تین روز سے تو مجھے زکام ہے۔ حبیب اس غضبناک شیر کی طرح آنکھین سرخ کئے غرا رہا تھا۔ جسکا شکار چھین لیا گیا ہو۔
باہر سے شور کی آواز اور زیادہ ہوتی جاتی تھی سب بھوک سے بیتاب ہو رہے تھے۔ کیونکہ تین بجنے کے قریب تھے۔
ننھی بیگم بچے کے پاس جاکر پڑ رہین اور حبیب نے باہر دوستون سے معافی مانگی اور کہا کہ بیگم جل گئین ہین اسلئے کھانے مین دیر ہو گئی۔ مگر اب بالکل تیار ہے۔ آپ لوگون کو جو تکلیف ہوتی اسکی معافی چاہتا ہون۔
حبیب پھر اندر گیا اور اس نے سوچا کہ بازار سے تمام کھانا لاکر کھلانا چاہیئے جیب سے تین روپیہ نکالے کچھ پیسے طاق پر سے اٹھائے اور بازار کو چلدیا باورچی کی دوکان دور تھی دوسرے وقت بھی زیادہ گذر چکا تھا۔ کھانا جسوقت سے ملا۔ اسے کوئی حبیب کے دل سے پوچھو۔

آدھ گھنٹہ کے بعد حبیب قورما پلاؤ اور روٹیان لے کر واپس ہوا۔ بیگم صاحبہ نے خیر سے اس عرصہ مین برتن وغیرہ صاف کر رکھے تھے۔ حبیب نے کھانا نکالنے کو کہا اور خود باہر پانی وغیرہ لے کر چلا گیا۔ ننھی بیگم اسوقت سخت شرمندہ تھین تمام گھر مین بین کر رہا تھا۔ کوئی کھانا ان کا پکایا ایسا نہ تھا۔ جو باہر جا سکتا۔

غرض جلدی جلدی کھانا پلیٹون مین لگا کر ایک سینی مین قاعدے سے چن کر خود لیکر چلین تاکہ میان کو بلاکر دیدین سینی بھی بڑی، برتن اور کھانا تھا زیادہ اسپر کلی دار پاجامہ کا غرارہ، پھر جو کھٹ پر چڑھتے ہوتے جوتی پاجامے مین پھنسی ٹھوکر لگی، اور ننھی بیگم منھ کے بل زمین پر آرہین۔ کھنا کے کی آواز سن کر گھر کے تمام لوگ گھبرا اٹھے۔ حبیب اندر داخل ہوا دیکھا تو بیوی بیہوش پڑی ہین۔ کھانا کچھ نالی مین ہے۔ کچھ زمین پر اور کچھ بیگم کے پاجامے اور دوپٹے مین۔ پلیٹین بھی چور تھین۔

"نسیم انھونوی"

ڈاکٹر

(از جناب شوکت تھانوی)

ہندوستان مین تعلیم اور تپ دق دونون کی ترقیان کچھ اس طرح ساتھ ساتھ جا رہی ہین، کہ یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ میڈیکل کالجون سے ہر سال ڈاکٹر زیادہ برآمد ہوتے ہین یا ہر سال دق کے مریض قبرستانون مین زیادہ داخل ہوتے ہین بہرحال بظاہر تو ڈاکٹرون ہی کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے کہ دق کے مریض شہرت پسند نہین ہوتے اور نہ اپنے سائن بورڈ پر اپنا مرض لکھتے ہین لیکن ڈاکٹرون کے سائن بورڈ تو اس کثرت سے نظر آتے ہین کہ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ آخر اتنے ڈاکٹرون کو مریض کہان سے ملتے ہون گے اور اگر اتنے ڈاکٹرون کے تناسب سے اس ملک کے لوگ بیمار بھی ہوتے ہین تو آخر یہ محکمہ حفظان صحت کس مرض کی دوا ہے۔ دراصل ڈاکٹرون کی کثرت سے صرف دو ہی نتیجے نکلتے ہین۔ اوّل یہ کہ اس ملک کی سو فیصدی آبادی دائم المرض ہے۔ دوسرے یہ کہ ڈاکٹر ڈاکٹری پاس کرنے کے بعد حجامت کے بجائے کوئی دستکاری سیکھنے پر مجبور ہوتے ہون گے یا پولیس مین بھرتی ہو جاتے ہون گے یا کسی فلم کمپنی مین نوکری کر لیتے ہون۔ اس لئے کہ ڈاکٹرون کا تو یہ حال ہے کہ پیسے کے دو کا کھلا ہوا نرخ ہے۔ کسی گلی کوچے مین چلے جائیے۔ وہان آپ کو ایک آدھ ڈاکٹر ضرور مل جائیگا۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس نہ سہی ایل ایم۔ پی ہی ورنہ ہومیوپیتھک والے ایچ۔ ایم۔ پی تو ضرور ہی ملجائین گے اور یہ سب گویا ان ڈاکٹرون کے علاوہ ہون گے۔ جو سرکاری اسپتالون مین مفت علاج کرنے اور مفت علاج کے ساتھ ساتھ مفت دوا بھی دینے کے لیے مقرر ہوتے ہین۔ اب بتائیے آخر ان سب کو مریض کہان سے ملتے ہون گے اور انکی ڈاکٹری کیونکر چلتی ہو گی۔ سرکاری ملازمت محدود ہے اور ڈاکٹرون کی تعداد لامحدود۔ نتیجہ یہ ہے کہ چند تو سرکاری ڈاکٹر ہو جاتے ہین۔ باقی سب بیوپاری ڈاکٹر بنکر پرائیوٹ پریکٹس کرتے ہین اور بالکل تجارت کے اصول پر اپنی ڈاکٹری چلاتے ہون گے۔ ان بیچارون کی گھریلو زندگی کیا ہوتی ہے اسکو دراصل باہر والے

سمجھہ ہی نہین سکتے اور خود ہم کو بھی وہ بنجی حالات قیامت تک معلوم نہ ہوتے اگر اسی قسم کے ایک پرایوٹ ڈاکٹر صاحب ہمارے پڑوسی نہ ہوتے۔

ہمارے یہ پڑوسی ڈاکٹر صاحب اچھے خاصے مکان مین اچھی خاصی آن بان کے ساتھ رہتے تھے۔ مطب مین فرنیچر ابھی اچھاخاصا تھا اور سوٹ بھی باقاعدہ پہنتے تھے۔ موٹر کو سکینڈ ہینڈ کے درجے مین گذر کر تھرڈ ہینڈ ہو چکی تھی اور اس کو بیک نظر دیکھ کر وثوق کے ساتھ موٹر کہنا دشوار تھا۔ مگر ہمکو معلوم ہے کہ وہ موٹر تھی ضرور اور اگر اس مین پٹرول ڈال دیا جاتا تھا تو چلتی بھی تھی یہ اور بات ہے کہ آواز اور رفتار کے اعتبار سے وہ کسی لاری اور چھکڑے کی سول میرج کی زندہ یادگار نظر آتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے سائن بورڈ پر ڈاکٹری کی ڈگری کا حوالہ بھی تھا۔ اور خود ہم نے مزید تصدیق کرنے کے لئے وہ ڈگری بھی اُن کے مطب مین آویزان دیکھ لی تھی جس کے بعد یہ تو گویا طے ہی ہوگیا تھا کہ وہ سند یافتہ ڈاکٹر ہین اب رہ گیا اس ڈاکٹری کا چلنا اس کو ہمنے ہمیشہ انکی موٹر کی طرح چلتے دیکھا اول تو آپ کے مطب مین مریض ہی کم نظر آتے تھے اور جو کوئی نامراد ایک مرتبہ نظر بھی آیا تو دوسری مرتبہ اس کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس جاتی ھیں اس سلسلہ مین روایات ذرا مختلف ہین۔ خود ڈاکٹر صاحب کا بیان یہ ہے کہ ایک ہی نسخہ مین چونکہ مریض بالکل تندرست ہوجاتا ہے۔ لہذا وہ لوٹ کر نہین آتا۔ اور اُن کی بیوی اخراجات کے سلسلہ مین مشکلات کا شکار رہتی تھین۔ اس بیان کی تردید کرتی تھین بلکہ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ چونکہ مریض تمھارا علاج کرتے ہی مرجاتا ہے۔ لہذا اسکو دوسری مرتبہ مطب آنے کی نوبت ہی نہین آتی۔ ان دو بیانات مین ایسا زبردست تضاد ہے کہ ایک غیر متعلق آدمی نہ ڈاکٹر صاحب کی تائید کرسکتا ہے نہ ان کی بیوی کی رائے سے متفق ہوسکتا ہے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب کی ظاہری شان و شوکت دیکھنے والے خواہ اُن کو کچھ ہی سمجھتے ہون مگر ہم تو روزانہ اُن کے گھر کے جھگڑے سنا کرتے تھے۔ لہذا ہم جانتے تھے کہ اس خوبصورت غلاف مین کسقدر بدصورت تصویر ہے اور اس عظیم الشان ڈھول مین کیسا زبردست پول ہے قصہ دراصل یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ ذرا کھاتے پیتے گھرانے کی تھین۔ مگر ڈاکٹر صاحب اپنا سب کچھ اپنی تعلیم پر صرف کرنے کے بعد صرف ڈاکٹر بنے تھے اور اب ڈاکٹری کے بجائے اپنی بیوی کے زیورات کے رہین منت تھے۔ مگر آپ جانتے ہین کہ عورت زیور کو کیا سمجھتی ہے اور کن حالات کے

ماتحت کس طرح زیور کو جدا کر سکتی ہے اور اس امتحان مین کس حد تک ثابت قدم رہ سکتی ہے بہرحال واقعات کچھ ایسے تھے کہ بیوی اپنی جان سے بیزار تھین اور ڈاکٹر صاحب مکاندار سے شرمندہ تھے جس کا کرایہ اس حد تک چڑھ چکا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے اس سے منہ چرانا شروع کر دیا تھا۔ گھر بیٹھے ہین تو کہلوا دیا کہ مریض دیکھنے گئے ہین، راستہ گلی مین ملاقات ہوگئی تو بس ایک گھنٹہ کا وعدہ کر کے ٹال دیا اس کے ڈر کے مارے مطب مین بیٹھنا چھوڑ چکے تھے اور باہر نکلتے بھی تھے تو ذرا چوکنا اور مالک مکان سے نظر بچائے ہوئے، آخر ایک روز جب مکاندار نے کچھ نا... طریقہ پر دروازہ پر کچھ غیر طبعی کلمات کہے تو ڈاکٹر صاحب کی بیوی کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور اس دن ہمکو یہ معلوم ہوا کہ ایک ڈاکٹر کی گھریلو اور بیرونی زندگی مین کیا فرق ہوتا ہے مکاندار کو تو خیر کسی نہ کسی طرح ٹال دیا۔ مگر بیوی نے فیصلہ کن انداز سے ڈاکٹر صاحب سے کہا:

"مین پوچھتی ہون کہ آخر کبتک یہ بہانہ بازیان ہونگی اور ایک ... سی پر کیا ہے۔ ہر کام مین دقت ہو رہی ہے۔ بچون کے اسکول کی فیس... بیمہ کمپنی کی قسط آپ کی کتابون کی قیمت۔ بزاز کے دام ایک بات ہو تو کہی جائے۔ مین تو ہر وقت کے تقاضون سے تنگ آگئی ہون۔ مگر روپیہ کی صورت کہین سے نظر نہین آتی"

ڈاکٹر صاحب سعادتمندی کے ساتھ سنتے رہے اور اس کے بعد نہایت پریشانی کے ساتھ کہا:۔

آخر تم ہی بتاؤ مین کیا کرون۔ مین ڈاکٹر ہون ڈاکٹری سند موجود ہے۔ مطب کرتا ہون نبض دیکھ لیتا ہون۔ آپریشن کر سکتا ہون۔ مگر حال یہ ہے کہ مہینون کوئی مریض ہی نہین آتا۔ آخر مین مریضون کو کہان سے لاؤن۔ اگر کسی بازار مین مریض ملتے ہوتے تو شاید وہین سے لے آتا"

بیوی نے جلکر کہا۔ "تو پھر اس ڈاکٹری کمبخت کو چھوڑ دو نا۔ آخر کبتک یونہی ایڑیان رگڑی جائینگی"

ڈاکٹر صاحب نے معصومیت کے ساتھ کہا۔ "ڈاکٹر ہو کر ڈاکٹری کو کیسے چھوڑ دون۔ آج تک کسی ڈاکٹر نے یہ بھی نہ کیا ہوگا کہ پاس کرے ڈاکٹری اور شروع کر دے ٹکٹ کلکٹری یا سب رجسٹراری"۔

بیوی نے کہا" پھر آخر بات کیا ہے کہ تم کو ڈاکٹری سے کوئی آمدنی نہین ہوتی"

ڈاکٹر صاحب نے کہا" ایک مجھ ہی پر کیا منحصر ہے اسی سڑک پر چار ڈاکٹر اور تین ہومیوپیتھک کے ڈاکٹر رہتے ہین اور مین تو ان مین سے ہر ایک کے مطب مین سناٹا ہی دیکھتا ہون۔ قصہ دراصل یہ ہے

بدقسمتی سے اس شہر کی آب و ہوا نہایت اچھی ہے اور یہ بھی ہمارا مقدر کہ کوئی وبائی مرض بھی یہاں شروع نہیں ہوتا۔ اور کچھ دنون کے لیے ذرا ہیضہ شروع ہوگیا تھا۔ تو تم نے دیکھا ہو گا کہ مکاندار کا کرایہ بالکل ٹھیک وقت پر دیا گیا۔ اور خود تم اس زمانے مین بجید خوش نظر آتی تھیں۔ مگر یہ قسمت کی گردش ہی تو ہے کہ جب سے وہ ہیضہ گیا ہے۔ آج تک اس شہر مین کسی کو چھینک تک نہین آئی۔ ورنہ میرے پاس تو کوئی مر کھپ آتا"

بیوی نے کہا" اور ہو تم سوداگر صاحب کے لڑکے کا علاج کر رہے تھے۔ اُن سے تو کبھی کچھ مل ہی جاتا تھا"

ڈاکٹر صاحب نے گردن جھکا کر کہا" وہ غریب مر گیا"

بیوی نے کہا" اور وہ سیٹھ جی کی بہو بھی کیا تم نے مار ڈالی"

ڈاکٹر صاحب نے سر اونچا کر کے کہا" نہین صاحب وہ کمبخت تو حیرت انگیز طریقہ پر اچھی ہو گئی مین نے لاکھ لاکھ اسکو جھولانا چاہا۔ اور مرض کو ایک حالت پر قائم کر دینے کی ہر تدبیر کی مگر وہ ایسی بے حیا کہ اسکو ہر دوا دو فائدہ کرنے لگی جس سے کہ نقصان ہونا چاہیے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل اچھی ہو کر چلی گئی۔ در اصل یہ تمام باتین مقدرات سے ہوتی ہین"

بیوی نے کہا۔ تو کیا آجکل کوئی بھی مریض نہین ہے"

ڈاکٹر صاحب نے کہا" دو مریض ہین۔ ایک تو بیچارہ اسقدر غریب ہے کہ علاج کے علاوہ اسکی کچھ مالی امداد بھی کرنا چاہیے۔ اور دوسرے صاحب کل ملے ہین اُن سے ذرا امید ہے۔ سُنتا ہے کہ مالی حالت اچھی ہے اور آنتون کی دق میں مبتلا ہین۔ تمام ڈاکٹرون نے آنتون کی دق تجویز کر کے ان کو مایوس کر دیا تھا۔ مگر مین نے محض ضعف معدہ تجویز کر کے۔ انکو ذرا اٹکا لیا ہے کل تو وہ خود مطلب مین آ گئے تھے۔ مگر مین نے اُن سے کہدیا ہے کہ آپ کے نقل و حرکت مضر ہے۔ لہذا اُمید ہے کہ اب وہ مجھ ہی کو بلائینگے گے۔ اور مین اُن کا اس قابلیت سے انشاءاللہ علاج کرون گا کہ ——"

بیوی نے بات کاٹ کر کہا کہ وہ جلدی سے اچھے ہو کر چلے جائین تو یہ سلسلہ بھی جائے"

ڈاکٹر صاحب نے جھلا کر کہا" اجی لا حول ولا قوۃ۔ پہلے پوری بات تو سن لیا کرو۔ قابلیت سے علاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنا مقصد بنا لون گا۔ دو نسخون سے فائدہ ہوا۔ تو تیسرے

مین پھر ان کو اس قابل بنا دیا کہ وہ فوراً مجھکو بلا لین پھر ذرا انکی حالت مین سکون پیدا کر دیا اور پھر ایسی فیس کے حالات پیدا کر دیتے۔ اگر یہ سلسلہ کچھ دن چل گیا۔ تو مکان کا کرایہ پورا انشاء اللہ ادا ہو جائیگا۔ اس لئے کہ مریض کی حالت ابھی ایسی ہے کہ اسکو کچھ دن اسی مدوجزر مین رکھا جائے۔"

بیوی نے کہا "مین تو اس کمبخت ڈاکٹری کو خدا جانے کیا سمجھا کرتی تھی اور ڈاکٹرون کی آمدنی میرے خیال مین ہمیشہ بہت ہی زیادہ ہوتی تھی۔ مگر مین پوچھتی ہون کہ آخر یہ جو بہت بڑے بڑے ڈاکٹر مین اُن کو آخر مریض کہان سے ملجاتے ہین۔"

ڈاکٹر صاحب نے کہا "او ہو۔ یہ تمہارے سمجھنے کی چیز نہین۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ روپیہ روپیہ کو کھینچتا ہے۔ وہ اعلےٰ درجہ کی کوٹھی مین رہتے ہین۔ اور فضول بھی اپنے موٹر کو دوڑاتے رہتے ہین۔ تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ ڈاکٹری چل رہی ہے حالانکہ محض موٹر چلتی ہے، ڈاکٹری اتنی نہین چلتی مگر رفتہ رفتہ موٹر کی طرح ڈاکٹری بھی چلنے لگتی ہے اب اگر مین اسی طرح موٹر دوڑاؤن۔ تو جسطرح مکاندار نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اسی طرح پٹرول کا ناطقہ بند کر دین اور موٹر روزانہ کارخانہ مین مرمت کے لئے کھڑی ہوئی نظر آئے۔ یون جب مین اس پر نکلتا ہون تو لوگ دورویہ کھڑے دیکھتے ہین کہ یہ کیا چیز ہے۔"

بیوی کچھ کہنا چاہتی تھین کہ باہر سے ڈاکٹر صاحب کو کسی نے آواز دی اور ڈاکٹر صاحب نے گڑبڑا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ وہی مریض ہے جس کا مین ابھی ذکر کر رہا تھا۔ ذرا اس سے کہلوا دیجئے کہ ڈاکٹر صاحب مریضون کو دیکھنے گئے ہین آتے ہی ہون گے۔ آپ مطب مین بیٹھئے اتنی دیر مین کپڑے پہن کر پشت کے دروازہ سے نکل جاون گا۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب ادھر کپڑے پہننے لگے اور ادھر ہم نے کپڑا کپڑے پہننے شروع کئے کہ آج ڈاکٹر صاحب کے مطب کی سیر کرین گے۔ اور ان کی یہ گھریلو حالت دیکھنے کے بعد اُن کے مطب کی شان دیکھین گے۔ چنانچہ جسوقت ہم پہنچے ہین۔ اسوقت تک ڈاکٹر صاحب مطب مین تشریف نہین لائے تھے اور ہمکو اسی مریض سے ڈاکٹر صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ مریضون کے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے ہین۔ مگر ہمارے پہنچنے کے بعد ہی ڈاکٹر صاحب اپنا ہینڈ بیگ لئے ہوئے اس طرح تشریف لے آئے کہ گویا واقعی سیکڑون مریضون کو دیکھ کر آرہے ہین۔ مطب مین آتے ہی آپ نے حیرت سے اس مریض کو دیکھکر کہا۔

آپ غالباً وہ مریض ہیں جن کے متعلق میں نے مشورہ دیا تھا۔ کہ آپ نقل و حرکت نہ کریں؟

مریض نے کہا، "جی ہاں میں وہی ہوں۔ مگر میں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی اس لئے کی کہ آج مجھ کو یوں بھی اٹھنا ہی تھا۔ اسلئے کہ ایک مقدمہ کی آج پیشی ہے۔ لہٰذا میں نے کہا کہ آپ کو بھی دکھا دوں۔"

ڈاکٹر صاحب نے اپنے چہرہ پر خطرہ کی زنجیر لٹکاتے ہوئے کہا "اگر جناب زندگی اور تندرستی سب سے مقدم ہے۔ بہرحال یہ میرا مشورہ ہے کہ آپ نقل و حرکت نہ کریں۔ ورنہ جو چیز آج محض ضعف معدہ ہے وہی ترقی کرکے آنتوں کو زخمی کرسکتی ہے اور دوسرے ڈاکٹروں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہوسکتا ہے۔"

مریض نے کہا۔ "میں آئندہ احتیاط رکھوں گا مگر آج دیکھ لیجئے۔"

ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا، "مجھے دیکھنے میں کوئی عذر نہیں۔ مگر دیکھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اسلئے کہ نقل و حرکت کے بعد آپ کے تمام نظام میں ایک ہیجانی کیفیت ہوگی اور اس ہیجانی کیفیت میں کچھ سمجھ نہ سکوں گا۔"

ہم نے ڈاکٹر صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا "چلنے پھرنے سے تو واقعی ضعف معدہ نہایت خطرناک ہوجاتا ہے۔ اکثر آنتیں الٹ جاتی ہیں اور معدہ کا منہ پھر جاتا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "جی ہاں میرے پاس ابھی چار دن پہلے ایک مریض تھا اس نے چلنا پھرنا نہیں چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ضعف نے پیٹ کی دق کی شکل اختیار کرلی ہے اب وہ مہلک پیچش شروع ہوگئی ہے جس کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں ہے۔ میں ان کے سلسلے میں اسی لئے ڈرتا ہوں۔ حالانکہ پھر میرے لئے دقت ہو جائے گی کہ وقت نکال کر ان کو دیکھنے جاؤں اسلئے کہ آجکل تو مریضوں کی کثرت کی وجہ سے وقت ہی نہیں ملتا۔ صبح چھ بجے کا نکلا ہوا۔ اب آیا ہوں اور اب پھر جاکر غالباً رات کو نو دس بجے چھٹی ملے گی۔ مگر جسطرح بھی ہوگا، ان کو دیکھوں گا۔ مجھ کو تو ان کا علاج کرکے یہ بتانا ہے کہ ذرا سی بات کو یہ ڈاکٹر محض فیس وصول کرنیکیلئے کسقدر خوفناک ثابت کرتے ہیں۔ آپ کو ذرا سخت قسم کا ضعف معدہ ہے اس کو دق تجویز کردیا ہے۔"

مختصر یہ کہ اس مریض کو ڈاکٹر صاحب نے یوں ہی ٹالدیا معلوم نہیں کہ پھر اُس نے ڈاکٹر صاحب کو گھر پر بلایا یا نہیں۔ بہرحال اب ڈاکٹر صاحب ہمارے پڑوسی نہیں ہیں۔ اسلئے کہ مکاندار سے

پھولوں کی کاشت

گلاب

گلاب کا پھول کسی تعارف وتشریح کا محتاج نہین اس کے بغیر گلشن کی زینت ناممکن ہے اسکا حسن اور خوبی رنگ و بو لاجواب ہے گلاب صانع قدرت کا نادر عطیہ ہے۔ ملکۂ گل کے خطاب سے اسے مخاطب کیا جاتا ہے۔ درحقیقت اسے اپنی خوبصورتی سے دنیا کے پھولون پر فوقیت حاصل ہے تمام مہذب قومین گلاب کی کاشت مین دلچسپی لیتی ہین۔ انگریز خواتین اپنے باغیچے مین قسم قسم کے خوشنما پھول تیار کرتی ہین۔ شیراز مین تو گلاب کے پودے گھر گھر پائے جاتے ہین۔ ایرانی گلاب کی کاشت مین بہت محنت کرتے ہین اسلئے وہان کے پھولون پر ایک دل آویز جوبن نظر آتا ہے۔

مین نے جو کچھ الزمات اس حسین پھول کی کاشت کے بارے مین بہم پہونچائی ہین۔ تحریر کرتی ہون اور امید کرتی ہون کہ پیاری مستوراتی بہن اپنے اپنے ذاتی تجربات سے ناواقف بہنون کو مستفید فرماتی رہینگی۔

اگر گلاب کے پودے زمین مین لگائے جائین تو زیادہ پھلتے پھولتے ہین خوب بڑے بڑے اور بکثرت پھول دیتے ہین۔ لیکن بوجہ قلت زمین گملون مین بھی لگانا پڑتے ہین۔ البتہ یہ گملے عام گملون سے قدرے بڑے ہوتے ہین۔ کیاری کی مٹی ایک فٹ گہری کھود کر پھینک دین اور اس مین ساحل دریا کی مٹی پھیلا دین۔ کھیتون کی زرخیز مٹی بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ لیکن بعض حالات

آخر نبھ نہ سکی اور ڈاکٹر صاحب ایک کم کرایہ کے مکان مین رہنے پر مجبور ہوئے۔ ان کا مکان اب ایک گلی مین ہے جس کے دروازہ پر سائن بورڈ مع ڈگری کے ٹنگ رہا ہے اور وہ ٹوٹا ہوا موٹر کھڑا ہے جس سے محلہ کے بچے کھیلتے ہین۔

مین اسطرح کی مٹی حاصل نہین ہو سکتی تو ایک حصہ بالو ریت ایک حصہ کھاد اور دو حصہ عمدہ مٹی خوب اچھی طرح ملالین اور پھر یہی مٹی کھاد مین ملادین

گملون مین مٹی ڈالنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے ان کے سوراخ پر ایک ٹھیکری اسطرح رکھدی جائے کہ فالتو پانی باہر نکل سکے۔ پھر مذکورہ بالا طریقہ سے تیار کردہ مٹی ان مین بھیلا دین۔

گلاب کی داہین اور قلمیں دیسے تو سال بھر لگ سکتی ہین۔ لیکن عموماً ماہ نومبر اور ماہ فروری مین لگائی جاتی ہین۔ نومبر مین لگائی ہوئی داہین آخر مارچ تک ہری ہو جاتی ہین اور فروری مین لگائی ہوئی داہین اوائل برسات مین پتے اور شاخیں پھوٹ آتی ہین۔ جب داب لگائی جائے تو اُسکے صبح و شام دو وقت پانی دینا چاہیے لیکن واٹر کین سے آہستہ آہستہ پانی ڈالنا چاہیے تاکہ داب کے اردگرد سے مٹی ہٹ نہ جائے۔ جگ سے پانی ڈالنا مضر ہے۔ کیونکہ اس طرح پانی زور سے گرتا ہے۔

گلاب کے بیجون سے بھی پودا اُگ سکتی ہے بیج برسات کے دنون مین بوئے جاتے ہین اور ماہ اکتوبر یا نومبر تک اُگ آتے ہین۔ بیج بونے سے پہلے۔ اُن کا بیرونی قدرتی غلاف چیر کر پھینک دینا چاہیے۔ اندر سے جو بیج نکلین وہ ایک ہی گملے مین بو دین۔ جب کچھ بڑے ہو جائین تو ان پودون کو الگ الگ گملون مین لگا دین۔ چند ہی مہینون مین پھول دینے لگین گے۔ لیکن میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ ان سے بڑے بڑے پھول پیدا نہین ہوتے۔ خواہ بیج بہت عمدہ قسم کے ہون اسلئے اغلباً گلاب کی کاشت بذریعہ بیج بہت کم عمل مین آتی ہے۔

موسم سرما مین گلاب کے پودے کو صرف ایک دفعہ پانی دینا چاہیے اور موسم گرما مین دو وقت طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد۔ دہوپ مین پودے کو پانی از حد مضر ہے پانی سارے پودے پر چھڑک دینا چاہیے تاکہ گرد و غبار دور ہو جائے۔ گلاب کے پودے کو خوب دہوپ لگنی چاہیے تاکہ پودا طاقتور ہو۔ البتہ گرمیون مین اسے سخت دہوپ اور لو سے بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہفتہ مین ایک دفعہ پودے کی زمین کھود کر نرم کرنی لازم ہے لیکن احتیاط مقدم ہے تاکہ اسکی جڑون کو ضرب نہ پہونچے اس کے بعد پودے کو چند گھنٹے پانی نہین دینا چاہیے تاکہ سورج کی شعاعیں اچھی طرح طاقت دے سکین۔

گلاب کی شاخون کو اکتوبر یا نومبر مین تراش دینا

چاہیئے -

عورت کی صنعتی زندگی

ہمارا بدنصیب ملک جہاں اور باتوں مین دیگر ممالک سے پیچھے ہے وہان صنعتی زندگی بھی یہان کی حد درجہ ناقص اور ناقابل اطمینان ہے۔ ملک کی وسعت اور خام اشیا کی کثرت تو اس بات کی مقتضی تھی کہ ہندوستان کی صنعت تمام دنیا مین سب سے افضل ہوتی لیکن معاملہ برعکس کیون ہے۔ اسکی وجوہ کثیر ہین لیکن یہان ان وجوہ سے بحث کرنا مقصود نہین ہے۔ محض چند سطحی امور کا ذکر ہی معاملہ کی صورت کو کسی قدر بے نقاب کردے گا ملک کی اس صنعتی ابتری کی ایک حد تک ذمہ دار غیر ملکی حکومت ہے جس کے زیر غور اپنی قوم کا مفاد پیش پیش رہتا ہے۔ دوسری خرابی سرمایہ کی کمی ہے۔ ملک کی دولت زیادہ تر دفینون اور زیورات کی قسمون مین ہے۔ اور باوجود سونا اور چاندی کے فراوانی کے ملک اُن سے کوئی فائدہ حاصل نہین کرسکتا۔ اور وہ مٹی سے بھی بدتر ہین۔ لیکن ان اسباب سے بحث کرنا مقصود نہین ہے۔ ہمارے نقطۂ نظر سے جو بات سب سے زیادہ قابل غور ہے۔ وہ ملک کی صنعتی زندگی مین عورتون کی پوزیشن ہے۔ قطع نظر صنعت وحرفت کے کسی ملک کی ترقی

۴۴

چاہیے۔ اسطرح پودا دیدہ زیب نظر آتا ہے اور پھول بھی خوب دیتا ہے۔ اگر پودا چھانٹا نہ جائے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور پھول نہین دیتا۔ کھاد بھی وقتاً فوقتاً پودے مین ڈالتے رہنا چاہیئے۔ گلاب کی مٹی ہمیشہ برسات کے دنون مین تبدیل کرنی چاہیئے - ورنہ پودا مرجھا جاتا ہے۔

موسم گرما کے چند خوبصورت پھولونکی نسبت جو کچھ مجھے معلوم ہے انشاء اللہ بشرط زندگی پھر کبھی لکھون گی۔ یون تو ہمارے یہان سب کو پھولون سے محبت ہے لیکن میرے بھائی کو تو پھولون کی کاشت مین انتہا درجے کی دلچسپی ہے اور ان کی معلومات اس فن مین بہت ہی وسیع ہین مجھے امید ہے کہ وہ بھائی صاحب کی فرمائش پر پھولونکی کاشت بارے مین کچھ نہ کچھ بوقت فرصت مستورات مین ضرور تحریر کرین گے۔

ارجمند بیگم

کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کی معاشرتی، سیاسی اور صنعتی زندگی میں عورت مرد دوش بدوش ہوں۔ اس نظریہ کی اہمیت پر زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی. کیونکہ یہ ایسی حقیقت ہے جو دنیا کے سامنے موجودہ صدی میں بالکل بے نقاب ہو رہی ہے۔ قطع نظر ان ممالک کے جو بام ترقی پر پہنچے ہوئے ہیں اور جن کے عروج کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ ان ممالک کی بیداری کی تاریخ میں بھی جو عالمگیر جنگ کے بعد اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں یہی حقیقت نمایاں ہے اور عورت و مرد کی پوزیشن میں جو نمایاں فرق ہندوستان اور دوسرے غیر آزاد ممالک میں نظر آتا ہے۔ وہاں اسکا وجود ہی نہیں ہے، ہندوستان کی سیاسی اور معاشرتی زندگی میں تعلیم اور ترقی کی برکتوں کی وجہ سے کسی قدر امید افزا صورت نظر آ رہی ہے۔ لیکن صنعتی پہلو تو بالکل ہی تاریک ہے تعجب ہے کہ ہندوستانی جو یوروپین ممالک اور بالخصوص انگلستان کی ہر جا و بیجا تقلید کے لیے بیچین نظر آتے ہیں۔ کیوں اسطرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر خوب عیاں ہے کہ انگلستان کی بہترین سیاسی قابلیت ذالی عورتیں صنعتی گوشوں سے آئی ہے۔

ملک اس خامی کا الزام مردوں سے زیادہ عورتوں پر ہے۔ وہ عورتیں جو تعلیم کی برکتوں سے بہرہ ور ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ میم صاحبہ کہلائی جانے لگیں اور ملک کے اعلےٰ معاشرتی طبقے میں ان کی پوزیشن قبول کر لی جائے اعلےٰ سے اعلےٰ خدمت پر جو تیار ہوں گی۔ تو وہ جلسوں میں تقریر کرنا۔ انعامات تقسیم کرنا اور ریزو لیوشنوں کی تحریک یا تائید ہوگی آل انڈیا ویمنس کانفرنس کی رودادوں کے دفتر کے دفتر دیکھ جائیے لیکن حقیقت یہی ہوگی، جو میں بیان کر چکی ہوں ملک کی ترقی کا سب سے زیادہ دارومدار صنعتی ترقی پر ہے، لیکن ہماری بہنوں نے: جو خدمت اس سلسلہ میں کی ہے۔ وہ ہنوز پردۂ خفا میں ہے، میں خود اپنی صنف کو اس لیے زیادہ مورد الزام ٹھیراتی ہوں، کہ جب عورتیں ان تمام حقوق اور مراعات سے بہرہ ور ہونا چاہتی ہیں۔ جن سے آجتک صرف مرد ہی فائدہ اٹھاتے چلے آتے ہیں، تو ضروری ہے کہ اُن ذمہ داریوں کو بھی قبول کریں جو آجتک مردوں کے لیئے بار دوش رہیں،

غور کیا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ ملک میں مزدور آبادی کی ایک بہت بڑی تعداد عورتوں پر مشتمل ہے، کیونکہ مزدور کی عورت اُس کے دوش بدوش

کام کرتی ہے اور خاندان کے ذریعہ پرورش ہوتی ہے، علاوہ اس محنت کے جو اس سے کارخانون مین لیجاتی ہے، گھر کی روزانہ اور معمولی کاروبار کا بوجھ بھی اس کے کمزور کاندھون پر ہے، دوسرے صنفی ممالک مین بھی صورت حال ایسی ہی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وہان حکومت سرمایہ دار اور خود مزدور طبقہ مردون کے ساتھ ساتھ عورتون کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کی طرف خصوصیات کے ساتھ متوجہ ہے اور ان خامیون اور مصیبتون کا نام بھی نہین ہے، جو اس ملک کی عورتون کے حصہ مین آئی ہین۔

ضرورت ہے اور بہت شدید کہ صنعتی حلقون مین بچون کی تعلیم کا انتظام کیا جائے ان حلقون مین تعلیم مفت اور جبریہ قرار دیجائے پانچ برس کے سن سے ۱۴ برس تک تعلیم کا جبریہ ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ اس کے بعد بچون کو ان ذمہ داریون کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ جو سن شعور کے بعد انسان پر عائد ہوتی ہین، عورتین اور بالخصوص لڑکیان زیادہ تر نصف وقت تک کام کرتی ہین۔ لہذا اس کیلئے تعلیم حاصل کرنے کے اوقات بہت کافی ہین، ان لڑکیون کا شادی کے سن تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ بہت سی خرابیان جو مزدور طبقہ مین پائی جاتی ہین محض تعلیم کی کمی کیوجہ سے ہین۔ صنفی حلقون مین معاشرتی زندگی کی اصلاح کیطرف جو پہلا قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔ صرف تعلیم ہی کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ مین جو مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ وہ نصاب کا ہے، یون تو یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ ہمارا موجودہ تعلیمی نصاب بالکل ہی ناقص اور ناقابل عمل ہے، لیکن قطع نظر اس امر کے کہ ان صنفی حلقون کے اصولون مین تعلیمی نصاب کی ترمیم لازمی ہے، کیونکہ تعلیم کا مقصد یہان اہل قلم اور تقریر کرنے والی عورتین پیدا کرنا نہین ہے۔ بلکہ صنفی زندگی کے لوازمات سے آپ کو آگاہ کرنا ہے۔ معمولی ادب تاریخ وجغرافیہ کے علاوہ حساب حفظان صحت کے اصول اور پھر صنعتی تعلیم پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتون کے لئے صنعتی حلقون مین خاص مواقع بہم پہونچائے جائین۔ جن سے مزدور عورتین فائدہ اٹھا سکین، بہت سے کام ایسے ہین کہ عورتین بغیر مردون سے بہتر انجام دے سکتی ہین۔ لہذا عورتون کو ان کامون کی طرف زیادہ متوجہ کیا جائے اور کام کے اوقات اور کام کرنے کی جگہ مین عورتون کا خاص خیال کیا جائے، ہندوستان کی موجودہ اخلاقی پستی سے قطع نظر کر کے بھی ضروری ہے کہ عورت اور مرد کو مخلوط طور پر نہ رکھا جائے۔

عورتون کے لئے خاص سکشن علیحدہ کردیئے جائین جہان وہ آزادی سے کام کرسکین ۔ معاشرتی اصلاحات کے سلسلہ مین بچپن کی شادی، پردہ کی شدت، ذات پات کے جھگڑے ایسے اہم مسائل ہین جو کم و بیش ہندوستان کے ہر حصہ مین اہم تصور کئے جاتے ہین سارداایکٹ کے شرائط کیوجہ سے بچپن کی شادیون کا جہانتک انسداد ہو رہا ہے وہ کچھ زیادہ اطمینان بخش نہین ہے صنعتی حلقون مین اسکا انسداد بہت سہولت اور خوبی کیساتھ ہوسکتا ہے۔ اگر سرمایہ دار اسطرف توجہ کرین اور ان لڑکیون کو جن کی شادی ۱۴ برس سے قبل ہو جائے ۔ ان کو کام نہ کرنے دین یا مزدوری مین کمی کردین ۔ لیکن سرمایہ دار مزدورون کی بھلائی کیطرف کیوجہ توجہ کرنے لگے ۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ پیشہ ور مزدورون کی جماعتین جنکو ٹریڈ یونین کہتے ہین۔ اگر اپنے ممبرون مین صرف ان لوگون کو داخل کرین جو سارداایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہین، لیکن صورت بھی مشکل ہے کیونکہ اس سے ان جماعتون کی قوت پر اثر پڑیگا لیکن اگر وہ ان معمولی حقوق و مراعات مین جو عام ممبرون کو حاصل ہوتی ہین ۔ اگر بچپن کی شادی کرنے والون کے ساتھ کمی کردین تو ایک صورت اس سے اس اصلاح کی نکل سکتی ہے پردہ کی شدت کا سوال صنعتی حلقون مین بالکل ہی نہین ہے ذات پات کے جھگڑون کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم کی برکتین عام ہو جائین گی اور ان حلقون مین ان خرابیون کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے

دوسرا سوال صنعتی حلقون مین عورتون کے سیاسی حقوق کا ہے ۔ اس مسئلہ مین صرف ایک پہلو ہے۔ اور وہ یہ کہ عورتون کو عام طور پر حق رائے دہندگی دیدیا جائے ۔ اس مسئلہ پر کسی مزید بحث کی ضرورت نہین ہے ۔ کیونکہ ملک مین پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ اس مسئلہ پر کافی بحث ہو چکی ہے ۔ مین بھی گول میز کانفرنس کے پہلے اجلاس کے موقعہ پر اخبار ریاست دہلی ۔ کی مختلف اشاعتون مین اپنے خیالات کا اظہار کر چکی ہون ۔

ہندوستانی مزدور عورتون مین بالخصوص اور دیگر ممالک مین بالعموم یہ شکایت پائی جاتی ہے کہ انھین پابندی اوقات کا خیال نہین رہتا ہے اس کمزوری کا اثر بڑی حد تک مزدور عورتون کی صلاحیت پر پڑتا ہے اور اس سے صرف وہی متاثر نہین ہوتین ۔ بلکہ اسکا اثر سرمایہ دارون اور جنس کے خریدارون پر بھی پڑتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بہت اہم ہے ۔ اسکی کمزوری کی وجہ بالعموم عورتون کی تعلیمی پستی اور بالخصوص خانہ داری

کی ذمہ داریاں ہیں۔

دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً ان عورتوں کے رہنے کی جگہ کارخانوں سے دور ہوتی ہے، کارخانوں کے قرب میں مزدوروں کے مکانات کا بندوبست کیا جائے تو یہ شکایت ایک بڑی حد تک دور ہو سکتی ہے۔

بچپن کی شادیوں کا اثر بھی مزدور عورتوں کے کام کرنے کی صلاحیت پر کافی پڑتا ہے۔ چونکہ ان کی شادیاں قبل از وقت ہو جاتی ہیں۔ اسلئے وہ کسی کام میں مہارت حاصل نہیں کر سکتیں، ان کو کام سیکھنے کے تھوڑے دنوں بعد وہ مجبور ہو جاتی ہیں کہ کام چھوڑ دیں یا اپنے وقت اور صلاحیت کا کافی حصہ خانداری کی ذمہ داریوں پر صرف کریں۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ مزدور عورتوں کو شادی کرنے سے روکا جائے برخلاف اس کے اگر عورتوں کو صنعتی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے عام اور صنعتی تعلیم کی طرف متوجہ کیا جائے اور ہندوستان کے مروجہ سن شادی کو دو عابڑھا دیا جائے تو مزدوری کی صلاحیت بڑھجاویگی اور صنعتی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہو جائیگا اور مزدوروں کی مدنی بہت بڑھجائے گی تعلیم کی کمی صحت کی خرابی اور پابندی اوقات سے لاپرواہی ایسی خرابیاں ہیں جن پر سب سے پہلے توجہ کرنا چاہیئے اور جن کا انسداد ملک کی صنعتی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیگا۔

صنعتی زندگی میں تربیت یافتہ عورتوں کے داخل ہونے سے تعلیمی سہولتیں نئے خیالات اپنے پیر پر کھڑا ہونیکی صلاحیت اور اخلاقی احساس کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

موجودہ صورت میں چونکہ عورتیں عام طور پر باپ یا شوہر کے لئے بار دوش رہتی ہیں اس لئے ان میں خیالات اور افعال کی آزادی پیدا ہی نہیں ہو سکتی ہے اور جب تک عورت اپنے بازوں کے استعمال کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کریگی۔ اس کی ترقی ناممکن ہے۔

مشرف جہان

سُلطانہ

سلطانہ اپنے شوہر اور بچون کیساتھ آرام سے زندگی بسر کر رہی تھی دنیا کے رنج و غم سے بالکل آزاد تھی مگر ظالم فلک کجرفتار کو یہ کب منظور تھا کہ سلطانہ ہمیشہ خوش خرم رہے۔ احمد سعید (سلطانہ کے شوہر) گھر کے رئیس تھے۔ جائداد کے مالک تھے۔ مگر طبیعت کچھ ایسی فضول خرچ پائی تھی۔ کہ خدا کی پناہ۔

جب تک والد زندہ رہے دم بند رہا مگر اُن کی آنکھ بند ہوتے ہی بھرم کھل گیا۔ ایک جلسہ شروع ہوگیا گھر عشرت خانہ بنگیا۔

پہلے اُن کا کوئی دوست نہ تھا اب ہر طرف سے دوست نکلنے شروع ہوگئے ہر وقت دیوان خانے مین جلسہ جمع رہتا۔ احمد سعید کچہری چلے گئے تو سلطانہ کو ہدایت کر جاتے کہ آدمی بیٹھے ہین پان وغیرہ بھیجتی رہنا۔ چند ہی روز مین سعید دوستون کی محبت مین بیوی بچون سے نفرت کرنے لگے۔ اندر آنا جانا ترک کر دیا۔ باہر ہی رہتے کھانے کے وقت درجنون دوست دسترخوان پر ہوتے۔ احمد رفیق (سعید کا بچہ) کو بھی گود مین نہ لیتے وہ بیچارا باپ کی یاد مین ہر وقت روتا۔ مگر سعید آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اگر کبھی رفیق باہر چلا جاتا تو بہت خفا ہوتے ایکدفعہ سلطانہ سے ناراض ہوکر کہا کہ رفیق کو باہر مت جانے دیا کرو شور مچاتا ہے۔ دوستون کو تکلیف ہوتی ہے۔

سلطانہ کو یہ سنکر بہت رنج ہوا کہ دوستون کی محبت مین رفیق کو ایسا سمجھنے لگے۔ خیر۔ سلطانہ بہت احتیاط رکھتی کہ رفیق باہر نہ چلا جائے۔ ایک ایک دفعہ اتفاق سے سلطانہ کسی کام مین لگ گئی اسے خیال نہ رہا رفیق وہ پونے دو برس کا ناسمجھ بچہ تھا۔ باہر چلا گیا۔ اسوقت سعید تاش کھیلنے مین مشغول تھے۔ رفیق باپ کو دیکھکر ابا ابا پکارنے لگا سعید نے آکر اسکے زور سے ایک چپت رسید کیا بچہ بلبلا اٹھا اور یہ کہتا اندر بھاگا کہ ابا اب نہین آونگا سلطانہ بچے کی آواز سنکر دوڑی آئی اور اسے گود مین اٹھا لیا۔ دیکھا تو گال پر انگلیون کے نشان پڑ گئے تھے۔ تڑپ گئی۔ پیار کیا دودھ پلایا بچہ دودھ پی کر جو سویا تو اسقدر بخار ہوگیا کہ سلطانہ گھبرا گئی نیند مین بچہ چونک چونک کر کہتا ابا اب نہین آونگا سلطانہ

بہتیرا پیار کرلی۔ آواز دیتی کہ بٹیا مین ہون مگر اسے ہوش نہ آتا تھا۔ جوان کی آواز پہچانے۔ سلطانہ کے نوکر بہت تھے۔ مگر اب وہ اُس کے کہنے مین نہ تھے اسلئے سلطانہ مجبور تھی کس سے دوا منگاتے پڑوس ہی مین ڈاکٹر کا مکان تھا۔ مگر دوا کون لاتا شاہدہ بھی سوگئی تھی۔ آپ جانہ سکتی تھی۔ آخر تمام رات بچے کو گود مین لئے بیٹھی رہی اور دعا مانگتے مانگتے صبح کردی دن نکلا۔ شاہدہ اٹھی تو سلطانہ نے کہا بٹی بھیا کو بخار آگیا ہے۔ ذرا ڈاکٹر کے گھر سے دوا لے آؤ۔ اُس نے کہا امی جان ابھی تو مین اٹھی ہون۔ آپ کہہ رہی ہین دوا لے آؤ۔ آخر غفور سے کیون نہین منگا لیتن۔ آپ اس سے کام کیون نہین لیتین۔ پہلے بھی تو وہ بھی کرتا تھا سلطانہ نے کہا۔ بیٹی اگر غفور لا دیتا تو تم سے کیون کہتی نہین لاتین تو نہ لاؤ۔ دیکھین گے بھیا کے ساتھ کون کھیلے گا۔ آخر شاہدہ دوا لے آئی شام کو خدا خدا کرکے بخار اترا

شراب تاش

سعید نے شراب اور ناچ گانے مین ساری جائداد ختم کردی۔ جب دوستون نے دیکھا کہ اب میان مٹھو کے پاس کچھ نہین رہا۔ ننگے لچے رہگئے تو ایک ایک کرکے سب نے آنا بند کردیا۔

اب سعید کی آنکھ کھلی تو میدان صاف تھا۔ سلطانہ یاد آئی اسلئے کہ شراب کی طلب نے بےچین کیا۔ خیال ہوا کہ سلطانہ سے زیور وصول کرے۔ سعید شرابی تھا۔ بدقماش ہزار ہزار تھا مگر شریف تھا۔ اسکی شرافت نے جوش مارا اور اندر جانے سے روکا۔

اب اندر جاتا تو کس منھ سے سلطانہ سے آنکھ ملاتا بات کرتا۔ شاہدہ کو پیار کرتا رفیق کو گود مین لیتا تو کس برتے پر۔ اُسے اس دن کی بات یاد آگئی جب رفیق کو مارا تھا۔ اسکا یہ کہنا ابا اب نہین آؤنگا یاد آکر دل کے ٹکڑے کر رہا تھا۔ اسکا دل بھر آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کہہ رہا تھا رفیق باہر آئے تو مین اُس کے قدمون مین گردن پیار کرون بےقصور مارا تھا۔ اسکا دل پھٹا جا رہا تھا۔ وہ دیوانون کی طرح اپنا وہ ہاتھ جس سے مارا تھا۔ چبا رہا تھا۔ پاگلون کیطرح کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ اسکی زبان لرز رہی تھی۔ بات نہ نکلتی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس ظالم ہاتھ نے معصوم رفیق کو مارا تھا۔ اور یہ کہہ اپنا ہاتھ زمین پر دے مار رہا تھا۔ جب اُس کے ہاتھ کو تکلیف ہوئی تو ذرا ہوش آیا۔ اُس کے دل نے کہا اب یہان تمھارا کام نہین۔ بس جدھر کو منھ اٹھا چلدیا۔

جب سلطانہ کو کسی ملازم سے معلوم ہوا کہ میان کے دماغ پر کچھ اثر ہوگیا تھا اور گھر سے کہین نکل گئے

توسلطانہ پر ایک بجلی سی گری اور چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی مگر آہ اسکی چیخ سننے والا سوائے دو معصوم بچون کے اور کوئی نہ تھا۔ بہت دیر بعد اسے ہوش ہوا تو اپنے کو زمین پر پڑا پایا بمشکل تمام اٹھی۔ باہر کے آدمیون کو ڈھونڈھنے کے لئے بھیجا آپ منھ ہاتھ دھو وضو کر نماز پڑھی اور دیر تک رو رو کر دعا مانگتی رہی۔ ملازمون نے آکر جواب دیا کہ کہین نہین ملے کئی دن برابر تلاش ہوتی رہی کچھ پتہ نہ چلا۔

سلطانہ نے گھر کی حالت دیکھی تو جعیش گاہ بنی ہوئی وہان اب ایک تنکا بھی نہ تھا۔ چونکہ مہینہ ختم پر تھا اسلئے جنس بھی ختم ہوگئی تھی۔ اب کرتی تو کیا کرتی نوکر الگ جان کو آرہے تھے۔ روز کے خرچ مین جو اُس نے پس انداز کیا تھا۔ وہ نوکرون کی تنخواہ دیکر رخصت کیا اب فکر ہوئی کہ کیا کرے۔ اتفاق سے شاہدہ کے پاس دو روپئے تھے۔ وہ اس سے لیکر ایک روپیہ کا سودا منگایا۔ اور ایک کا کپڑا اور ریشم منگایا اور دو ٹیبل کلاتھ کاڑھ کر پڑوس کے لڑکے کے ہاتھ بازار مین بکوائے۔ اسقدر نفیس کام کیا تھا کہ ہاتھون ہاتھ چار روپیہ مین بک گئے اسطرح اُس نے اپنا اور اپنے بچون کا پیٹ پالنا شروع کیا جب کچھ روپئے جمع ہوگئے تو اُس نے سوچا اب اس شہر مین رہنے سے کیا فائدہ۔ دہلی چلی گئی۔ وہان دستکاری کارخانہ کھولدیا۔ رفتہ رفتہ اس مین ترقی ہونے لگی۔ اس زمانہ مین بریلی مین اگریکلچر اینڈ انڈسٹریل نمائش ہوئی اس مین سلطانہ نے بھی بہت سی مصنوعات بھیجین۔ ان پر سونے کا تمغہ انعام ملا۔

ایک دن کارخانہ کی ملازمہ نے آکر اطلاع دی کہ آپ کے اشتہار کو دیکھکر ایک شخص ملازمت کیلئے آیا ہے۔ سلطانہ نے کہا بلاؤ اور اٹھکر ملاقات کے کمرے مین چلی گئی کمرہ مین پردہ پڑا ہوا تھا۔ آپ پردے کے پیچھے بیٹھتی تھی۔ دوسری طرف مرد بیٹھتے تھے ان سے بات کرلیتی تھی وہ بھی صرف اسحالت مین جب کوئی ایسا ہی ضروری کام ہو۔ جیسے کارخانہ مین کسی ذمہ داری کے کام پر کسی کو مقرر کرنا۔ ورنہ بے ضرورت وہ اپنی آواز بھی غیر مردون کو نہ سناتی تھی امیدوار ملازمت کمرے مین داخل ہوا۔ سلطانہ نے کوئی سوال کیا۔ اور اُس کے جواب مین اُس شخص کی آواز سنتے ہی چونک پڑی۔ دل دھڑکنے لگا۔ پھر کچھ پوچھا پھر وہی لب لہجہ۔ اب سلطانہ کو چکر سا آنے لگا مگر سنبھل گئی۔ اور نام پوچھا۔ جواب ملا۔ احمد سعید سلطانہ کانپتے ہاتھون سے برقعہ پھینک کر پردہ ہٹا اپنے کھوئے ہوئے شوہر کے قدمون مین گر پڑی۔ احمد سعید نے صرف اتنا کہا سلطانہ مین اس قابل نہین ہون اور دونون ملکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ بہنون دستکاری

خواتین ہند کے مطالبات

ہندوستانی خواتین کیا چاہتی ہین؟ اسکا جواب آپ کو ان عورتون سے ہرگز نہین ملسکتا جو گھرون کی چار دیواری مین مقید ہین اُن کے نہ جذبات ہین نہ حسیات اُنکی نہ کوئی تمنا ہے نہ آرزو، ان کی نہ کوئی حسرت ہے نہ کوئی خواہش وہ آپ کے ہاتھ مین ایک آلہ ہین، آپ جو حکم دین گے اسکے سامنے وہ بلاچون وچرا سر تسلیم خم کرینگی۔ وہ جانتی ہین کہ ان کو بچپن مین والد کی، جوانی مین شوہر کی، اور بڑھاپے مین فرزند کی اطاعت کرنا ہوگی۔ وہ آزاد نہین ہین، ان کے پیرون مین صدہا بیڑیان ہین اور صدیون سے تکلیف برداشت کرتے کرتے دکھ سہتے سہتے ان مین اسقدر قوت تحمل پیدا ہوگئی ہے کہ اگر کوئی ان کے سر پر اب مصیبت کا پہاڑ بھی ڈھادے تو وہ "اُف" نہ کرینگی ان مین خود اعتمادی کا شائبہ بھی نہین، ایک بچہ بھی انھیں جہان چاہے لیجا سکتا ہے۔ جن مردون کے دماغ مین عالم نسائیت کا تخیل صرف ایسی ہی خواتین تک محدود ہے انھیں حق پر نہین کہا جاسکتا۔

لوتھین کمیٹی نے سفارشات کی ہین کہ تعلیمیافتہ خواتین کو بھی حق رائے دہندگی دیا جائے۔ قرطاس ابیض نے عورتون کو بحیثیت ماؤن اور دوسری قابلیتون کی بنا پر حقوق دیئے اور تعلیمی قابلیت پر زور نہین دیا۔ اگر تعلیمی معیار بلند رہتا تو جدید مجلس قانون ساز کے جدید انتخابات کی فہرست ووٹران مین عورتین کثیر تعداد مین نظر آتین۔ بہرکیف جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا دیکھنا یہ ہے کہ زندگی کا وہ کون شعبہ ہے جس مین ہندوستانی عورت کے حقوق کی پامالی نہین ہوتی؟ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے اور غور کیجیے آپ کو زندگی کے ہر ہر شعبہ مین اپنی بہنون کے گلے کند چھریون کے نیچے ملینگے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ ان کے لبون پر جنبش بھی نہ دیکھیے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر ہندوستانی عورتیں یہ زبون زندگی کبتک گذارین؟ کبتک وہ مردون کا آلۂ کار بنی رہین، اور کبتک اُن کا دل، دماغ، ہاتھ پیر سب آپ کے عیش و آسایش پہنچانے کیلئے استعمال کئے جاتے رہین؟ ہندوستانی عورتین اگر اس بھاری جوئے کو جو انکی گردن پر رکھا ہوا ہے اور اس رسن کو جو اُن کے گلون مین پھندا لگائے ہوئے ہے علیحدہ کرکے گلوخلاصی کرنا چاہتی ہین تو اُن کے لئے واحد علاج یہ ہے کہ اپنی تنظیم کرین اور عوام کو اپنی دکھ بھری داستان سنا کر ہمنوا بنائین، ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک مین تعلیم نسوان کا عام رواج ہو اور تعلیمیافتہ خواتین اپنی جاہل بہنون میں بیداری پیدا کرین۔ مردون کا یہ الزام کہ تعلیمیافتہ

خواتین امور خانہ داری سے کوئی دلچسپی نہیں لیتیں، محض غلط و بے بنیاد ہے واقعات شاہد ہیں کہ تعلیمیافتہ بیبیوں نے خراب سے خراب گھروں میں پہنچ کر ان کو سنوار دیا بچوں کی تعلیم و تربیت میں سلیقہ ظاہر کیا جو اس سے پہلے غیر تعلیمیافتہ خواتین سے کبھی ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیوی کی تعلیم کا زن و شوہر کے تعلقات پر خوشگوار اثر نہیں پڑتا اور اکثر تعلیمیافتہ میاں بیوی چند روزہ اور عارضی مسرت کی زندگی کے بعد ایک دوسرے سے منافرت کرنے لگتے ہیں بعض حالات میں ممکن ہے یہ صحیح ہو لیکن چند افراد کی مثالوں سے آپ کلیہ نہیں بنا سکتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعلیمیافتہ عورت و مرد کی شادی کا انجام اندوہناک ہوتا ہے۔ تعلیمیافتہ عورت کے سر پر سینگ نہیں ہوتے جس سے وہ ہر اس شخص کو جو اس کے سامنے آئے مجروح کرنا چاہتی ہو وہ اسی طرح شائستہ، کم سخن، متین و سنجیدہ ہے بلکہ کہیں اس سے زاید جیسی آپکی "گونگی بیگم" صاحبہ ہیں۔ اسکو گھر بار سے انس، بھائی بہنوں عزیز و اقربا کا بھی پاس و لحاظ ہے۔ شوہر کی بھی کماحقہ عزت اس کے دل میں ہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ وہ معاشرتی کنیزی ہرگز برداشت نہیں کر سکتی، اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روپیہ پیسہ کپڑے، لتے رکھے ہے وہ شوہر یا کسی اور کی دست نگر رہے وہ مساوات کے برتاؤ کا مطالبہ کرتی ہے اور رسم و رواج کی قربانگاہ پر اپنی زندگی بھینٹ پڑھانا نہیں چاہتی۔

ہندوستانی عورتیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی قابلیت کے مطابق نام و نمود بھی چاہتی ہیں، وہ شادی کو اپنی زندگی کا نصب العین خیال نہیں کرتیں اس میں شک نہیں کہ شادی ہر لحاظ نظر سے ایک ضروری اور لابدی چیز ہے، لیکن اگر شادی کے بعد ان پر ناروا قیود عاید کیئے جائیں گے اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے جائیں گے تو کیا آپ ایک لمحہ کیلئے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ شادی کرنا قبول کریں گی؟ ہرگز نہیں، آپ اپنی معاشرت کی اصلاح کیجئے اپنے رسم و رواج کو تعلیم کی روشنی میں ترمیم کیجئے اور اپنے موجودہ نظام معاشرت میں شادی کو "قید" کا مترادف نہ بنائے کبھی آپنے یہ بھی غور کیا ہے کہ یہ نئی تعلیم یافتہ خواتین ازدواجی زندگی سے کیوں اجتناب کرتی ہیں؟ اسمیں ان بیچاریوں کی کوئی خطا نہیں اور اس کا یہ مطلب کبھی نہ سمجھئے کہ وہ آزادی میں تعیش پرستی چاہتی ہیں۔ ہرگز نہیں ہندوستانی عورتیں شرم و حیا کی چٹان ہیں، دنیا کا کوئی ملک، عالم کی کوئی قوم، شرم و حیا، عصمت و عفت پاکدامنی و استقلال کی اتنی مثالیں نہیں پیش کر سکتیں جتنی کہ ہندوستان۔ ہندوستانی عورتیں بے حیائی میں مغربی معاشرت کی تقلید کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں، لیکن وہ ایسی شادی سے جس میں اسکی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اپنے گلے میں خود اپنے ہاتھ سے پھندا بھی نہیں لگا سکتی ہے۔

اس موقعہ پر نکتہ چینی دلچسپی سے خالی نہیں کہ جو لوگ عورتوں کے کنوارپن کو مذموم خیال کرتے ہیں۔ وہ شاید ان کے مطالبات کو سمجھنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے، زندگی کا نقشہ جنگ روز بروز بدلتا جا رہا ہے، وہ دن گئے جب ایک کماتا تھا اور دس کھاتے تھے اب ایک کو کھلانے کے لئے دس کمانے والے درکار ہیں ایسی حالت میں اور کچھ انقلابات زندگی کی وجہ سے اگر عورتوں میں اپنے مستقبل کے متعلق کچھ بیداری پیدا ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں اس دور انقلاب میں عورتوں کی زندگی بھی انقلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی عورتیں اپنی بہنوں، بھائیوں، ماؤں اور پڑوسیوں کی صدق دل سے خدمت کرنا چاہتی ہیں وہ اپنے ملک قوم کی فلاح و بہبود میں حصہ لینا چاہتی ہیں جو لوگ دختران ہند کے تغیر طبع پر غور کریں گے اور ان کو دقیانوسی رسم و رواج کی زنجیروں میں بدستور جکڑا رہنے کی کوشش کریں گے۔ وہ نہ صرف اپنے پیر پر کلہاڑی ماریں گے۔ بلکہ خواتین کی اور آئندہ ترقیوں کے راستے کو بھی مسدود کر دیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ بیداری کے آثار صرف ہماری تعلیمیافتہ بہنوں میں پائے جاتے ہیں اور غیر تعلیمیافتہ خواتین اسی طرح قعر ذلت میں پڑی ہوئی ہیں لیکن یاد رکھئے اب اس نے انقلاب سے ان کو عرصہ تک محفوظ رکھا نہیں جا سکتا۔ یہ قانون قدرت ہے کہ جو جاگتا ہے وہ اپنے آس پاس کے رہنے والوں کو بھی جگاتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق پورا طبقہ نسواں جاگ رہا ہے اس میں شک نہیں کہ تعلیمیافتہ خواتین کی تعداد ابھی ملک میں بہت کم ہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہے اسکو آسانی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس کے ساتھ عورتوں کا پورا گروہ ہے۔ اس کے مطالبات پر ہر ہندوستانی کا سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا فرض ہے۔

گذشتہ دس سال کے اندر ہماری تعلیمیافتہ ملکی بہنوں نے اپنی تھوڑی بہت تنظیم کی ہے اور اس طرح انھوں نے اپنی جاہل بنات وطن کے سامنے قابل تقلید مثالیں پیش کی ہیں، ان میں خود غرضی نہیں، ریا نہیں، گندم نما جو فروشی نہیں، ان میں اقلیت اور اکثریت کا سوال نہیں، مذہبی عصبیت نہیں، اور آخر میں رنگ و نسل کی تفرقہ اندازیاں نہیں، ہندو اور مسلمان عورتیں ایک مشترکہ محاذ قائم کر چکی ہیں۔ اور وہ مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنے مشترکہ مفاد مثل شادی بیاہ، طلاق، مہر و حقوق وراثت وغیرہ جیسے مشترکہ مسائل پر غور کرتی ہیں۔ ممکن ہے کہ آج ہمارے بھائی ہمارا مسخر اڑائیں۔ لیکن ان

کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ دن دور نہیں جب ہم صرف اپنی بہنون کو ہی نہین بلکہ ملک و قوم کو ایسا بنا لینگے جیسا بنانے کی ہم متمنی ہین۔

ضرورت ہے کہ ہماری بہنیں زمانہ کی رفتار کو پہچان کر عورتون کے جذبات سے ہمدردی رکھیں۔

ہندوستان مین جو بیداری کا سمندر موجزن ہے اسکو اب کوئی طاقت روک نہین سکتی ہے۔ ترقی کے تموج سے متاثر ہونا بھی عورتون کے لیئے ناگزیر ہے اور عورتون کو بیدار ہونے سے روکنا ہے۔ قانون قدرت سے مقابلہ کرنا ہے ہمارے وہ بھائی جو اس بات کی کوشش کرین گے۔ کہ عورتین اپنے لیتہا لیشت کے خواب غفلت مین بدستور مدہوش رہین اور آزادی و مساوات کے طلوع ہوتے ہوئے آفتاب ضیا بار کی شعاعون کو دیکھ کر بھی بیدار نہ ہون۔ ان کو سخت ناکامی ہوگی۔ عورتین اب ایک لمحہ بھی محو خواب نہین رہ سکتین وہ بیدار ہوگئی ہین اور اپنی سوتی ہوئی بہنون کو بیدار کر رہی ہین۔ لہذا ہمارے بھائیون کو چاہیئے کہ تخریبی مساعی کے سلسلہ کو زیادہ دنون تک قایم رکھنے کے بجائے عورتون کے مطالبات کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ان کو پورا کرنے مین معین ہون اور ان کے حوصلون کو بڑھائین تاکہ وہ ہندوستان کی تعمیر قومیت مین نمایان حصہ لے سکین۔

(شمیم جالندھری)
(الزہرہ)

افکار ثریا

نصیب مین جو اسیری ہو اسکو کیا کیجے
قفس کا کنج ہو اور اس میں بس گھٹا کیجے

نہ شکوہ کیجئے اُن سے نہ کچھ گلا کیجے
لکھا ہوا اپنے مقدر کا جو بھرا کیجے

نہ پوچھیے کہ گذرتی ہے دل پہ ہجر مین کیا
سوائے شکر کے سجدون کے اور کیا کیجے

وفا سے جسکو غرض ہو نہ پاس الفت کا
تو کس امید پہ پھر عرض مدعا کیجے

قفس مین خاک ہون اب دلوالے اسیرون کے
سوائے اس کے ہے کیا؟ بس کہ ورد کا کیجے

نہین ہے کیف کوئی عشق کے فسانہ مین
گر کہے جو ثریا تو سن لیا کیجے

(سرور بیگم ثریا بادرہ اسٹیٹ) (الزہرہ)

زندگی کا سب سے زیادہ مسرت انگیز لمحہ

جہان چار ہمجولیاں ملکر بیٹھیں وہاں تکلفات کا کیا ذکر. بلقیس باجی نے جیسے ہی گلگشت کا ارادہ کیا. سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے. بچے کچھ تو گول کمرے میں کھیل رہے تھے. کچھ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے سے سو گئے منصور اور زبیدؔ نے ضد کی تو انھیں جاپانی موٹر سے بہلا دیا اور یہ مختصر سا قافلہ قہقہوں کے ساتھ ساتھ پائیں باغ کی سمت چل دیا ننھی ننھی بوندیاں گر رہی تھیں شبنم کیطرح پیاسی زمین اور گل و گیاہ میں جذب ہو رہی تھیں. "پی کہاں" کی صدائیں اور کوئل کی "کوکو" آج غم انگیز کیوں ہونے لگی ہے؟ آج ہر طرف مسرت تھی مسرت ہی مسرت. "بلقیس باجی" ہاں ہاں کرتی رہیں ــــ لیکن یہ تو نقار خانہ تھا. یہی طے ہوا کہ خاردار باڑہ سے گذر کر پائیں باغ میں پہونچا جائے. سب توبہ ہزار دقت نکل گئیں لیکن سکندر آپا کا "موٹاپا" باز نہ آیا. تین مرتبہ اٹکیں اور بچیں. آخر ایک گستاخ کانٹا دامن گیر ہو ہی گیا. اور جارجٹ کی نئی ساڑی اس ہنگامہ کی پہلی قربانی سمجھی گئی. آپا کھسیانی تو ہو ہی رہی تھیں. سلطانہ کے اس فقرہ نے "روتی کیوں کیوں ہو. ہم دولھا بھائی سے اور منگوا دینگے" غضب ہی کر دیا. جھنجھلا کر لپکی ہی تھیں کہ زمین نے بھی دغا کی اور چاک چاک ساری پر سبزی مائل مٹی کے نقش و نگار بن گئے. پھر کیا تھا. قہقہہ سے ہنگامہ برپا ہو گیا. اور آج کے پروگرام میں نہایت بے تکلفی سے "کیچ" کا استعمال بھی شروع ہو گیا. معلوم ہوتا تھا کہ دنیا بھر کی بے نیازی، بے پروائی اور مسرت ہمیں بخش دی گئی ہے ادھر کسی نے بات کی ہمجولیوں نے ہنسنا شروع کیا. پھر کھسیانے پن کے مظاہرہ اور قہقہوں سے اُن کا استقبال. ساجدہ کو شرارت جو سوجھی تو لکیں جلو پر چڑھنے. دو فیٹ ہی گئیں ہونگیں کہ زبیدہ نے پکڑ کر کھینچ لیا پھر کیا تھا، بے تکلف دھما چوکڑی ہونے لگی. اور بلقیس باجی کا یہ کہنا "بیر ہماری جیتے گی. ارے تو بہ. نہ معلوم یہ سلسلہ کبتک رہتا کہ ماما دوڑی ہوئی آئی بدحواس اور زرد. سب لوگ گھبرا گئے. کمبخت کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی. بہ مشکل ایک اخبار دکھایا. ایک جگہ سرخ نشان لگا ہوا تھا. میں نے جو پڑھا تو سناٹے میں رہ گئی لکھا تھا. ..... "انکم ٹیکس افسر کی موٹر کو حادثہ. سواریاں شدید مجروح ہوئیں".

(باقی صفحہ ۴۳۱ پر)

"چنچنے کی بیماری"

چونکہ صنفِ نازک کا تعلق بچوں سے بکثرت ہے لہذا میں خود کوشش کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ سب بہنیں بچوں کے امراض سے واقف ہوں تاکہ ان کی صحت کی کافی نگرانی ہو سکے — یہ دیکھکر مجھے بیحد مسرت ہوئی کہ "مستورات" کے بہت سے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اصولِ صحت کے آسان مضامین لکھے جائیں اور میں انشاء اللہ اس پرچہ کے ذریعہ سے خود ایسی معلومات حاصل کرونگی اور کوشش کرونگی کہ اپنے تجربات اور معلومات کو سب بہنوں تک پہنچاؤں — بچوں کے امراض عموماً جداگانہ ہوتے ہیں اور یہ بیماری خاص طور پر بچوں سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ کیڑے (چن چنے) قدیم زمانہ سے دنیا کے ہر خطہ میں پائے جاتے ہیں اور ان کا وجود کسی جگہ کی آب و ہوا پر منحصر نہیں ہے مگر اتنا غنیمت ہے کہ یہ سوائے انسان کے اور کسی جانور میں نہیں پائے جاتے — یہ کیڑے پاخانہ کے مقام میں اور آنتوں کے دوسرے حصوں میں رہتے ہیں ان کی لمبائی ۲ سے ۱۰ ملی میٹر اور قطر ۲ سے ۵ ملی میٹر تک ہوتا ہے۔ یہ کیڑے بے شمار انڈے دیتے ہیں اور ان انڈوں سے بکثرت بچے نکلتے ہیں۔ اس وقت مریض کو شدید خارش ہوتی ہے یہ بچے جلد ساکت گول کیڑے بنجاتے ہیں اور بعدہٗ دو کھلیاں بدلکر چنچنے ہو جاتے ہیں۔ اس دورِ زندگی کے کل ہونے میں تقریباً دو ماہ لگ جاتے ہیں — یہ کیڑے اکثر پاخانہ کیساتھ باہر نکل جاتے ہیں یا رانوں میں رہ جاتے ہیں مگر لڑکیوں کے پیشاب کے مقام تک رینگ کر پہنچ جاتے ہیں اور مہلک بیماریوں میں معصوم بچوں کو مبتلا کر دیتے ہیں۔ اگر بچے اپنی انگلیوں کے ذریعہ انھیں منہ تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ معدہ تک پہونچکر نشو نما پاتے ہیں اور آنتوں میں سوزش پیدا کر دیتے ہیں۔ آنتوں کا آخری حصہ اکثر سوج آتا ہے اور بہت کھجانے سے داد بھی ہو جایا کرتی ہے — یہ کیڑے ناک کے اندر بھی داخل ہو جاتے ہیں اور ناگوار سوزش پیدا کرکے بچوں کو سخت پریشان کرتے ہیں اور کبھی کبھی مہلک بھی ثابت ہوتے ہیں — یہ بچوں کے علاوہ سن رسیدہ لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور ان میں بہت سی چھوت کی بیماریاں اور زہریلا مادہ پیدا کر دیتے ہیں۔ بلکہ ورمِ ضمیمہ جسے انگریزی میں اپنڈی سائٹس کہتے ہیں۔ وہ بھی انکے بڑی آنتوں میں پہونچ جانے سے پیدا ہو جاتی ہے جو کہ نہایت ہی مہلک مرض ہے اور بغیر جراحی طریقہ اختیار کئے نہیں اچھا ہوتا — ان سے بچنے کیلئے چند باتوں کا خیال رکھا جائے تو بچے اس تکلیف سے محفوظ رہ سکتے ہیں — اول تو یہ کہ ایسے مریض بچے دیگر بچوں سے علٰحدہ رکھے جائیں اور اسکے بیٹھنے میں احتیاط رہے — دوئم یہ کہ مریض بچے کے کپڑے صاف ستھرے رہیں اور شب میں دوسرا کپڑا پہنایا جائے جو کہ دوسرے روز گرم پانی میں ڈالدیا جائے — یہ یقیناً ایک متعدی مرض ہے کیونکہ یہ خاندانی مرض بھی گنا جاتا ہے اور مردوں کے بہ نسبت عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اسکی وجہ سوائے اسکے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ بچے زیادہ تر اپنی ماں اور بہنوں کے پاس رہتے ہیں — سوئم یہ کہ بچوں کا پاخانہ فوراً الگ کر دیا جائے۔ سوتے وقت مریض بچوں کے ہاتھ ناپاک ہونے سے جہانتک ممکن ہو بچائے جائیں نیز فوراً پاک کرنے کی کوشش کی جائے اور حسبِ ذیل علاج کرنے سے خارش میں بھی کمی ہوگی اور انشاء اللہ مرض بھی دور کا ہوگا (باقی آئندہ)

بزم مستورات

پیاری ایڈیٹر صاحبہ۔ آپکے فرمانے کے مطابق مین اب تک مستورات کی توسیع اشاعت مین حتی الامکان کوشش کرتی رہی ہون مستورات کی سادگی اور دلچسپی میری مددگار ہے اور خالدہ بہن کی مدد سے چند بہنیں مستورات کی خریداری پر آمادہ ہوئی ہین ۔ اُن کے پتہ ارسال کر رہی ہون ۔ وی پی ارسال فرما دیجیے ۔

آپکی بہن
بیگم سلطانہ ارشد لاہور

(پچھلے صفحہ سے)

جسوقت سوزش اور خارش بچے کو محسوس ہوا اسوقت صابن کا صاف کرنیسے چھینپے مرجاتے ہین اور باہر بھی نکل جاتے ہین۔ سینئنو میکا کا عرق اور کینو پوڈیم کا روغن بعض اوقات چھینپون کے دفع کرنے مین بیحد کارآمد ثابت ہوئے ہین۔ علاوہ ان کے کسی ڈاکٹر سے صلاح لیکر ان کا علاج کرنا چاہیے اور کوئی خاص خاص قسم کا مرہم بھی لگانا چاہیے۔ کیونکہ یہ ناپاک کیڑے بہت ہی سخت جان ہوتے ہین۔

(از منا بیگم بنارسی .. اہلیہ محمد سرفراز احمد صاحب بی اے علیگ)

بلقیس باجی سلام ۔ میرٹھ سے میری ایک سہیلی کا خط آیا ہے کہ وہان کوئی یہودی خاتون آئی ہین جنھون نے چند گھرانون مین سلنے کی مشین پر اعلیٰ قسم کی کشیدہ کاری کی تعلیم دی ہے ۔ میرے لئے یہ بالکل نئی بات ہے کیا کوئی مستوراتی بہن ان خاتون کا پتہ بتا سکتی ہین یا کوئی اور ایسا ذریعہ جس سے مین یہ کام دیکھ اور سیکھ سکون ۔

ساجدہ خانم پٹنہ

(باقی ام صفحہ سے)

بات یہ تھی کہ ماموں جان پٹنہ مین انکم ٹیکس افسر تھے۔ اور خبر مین لکھا تھا کہ انکی موٹر کسی درخت سے ٹکرا گئی۔ سواریان سخت مجروح ہیتن۔ یہ خبر سنتے ہی ساری مسرت فنا ہو گئی جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو، جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ بھائیجان جوابی تار دے چکے تھے۔ دادی امان مصلے پر گڑگڑا رہی تھین ۔ ہر ایک کی آنکھین پر آب بچے گھبرا گھبرا کر پوچھتے تو انھیں بہلا دیا جاتا۔ دعائین منتین سب کچھ ہو چکا سانس بھی بہ مشکل آ ئی اور جواب پر آنکھین لگی ہوئی تھین یکایک بھائی جان اندر ۔ اور جیسے بجلی گر گئی ۔۔۔۔

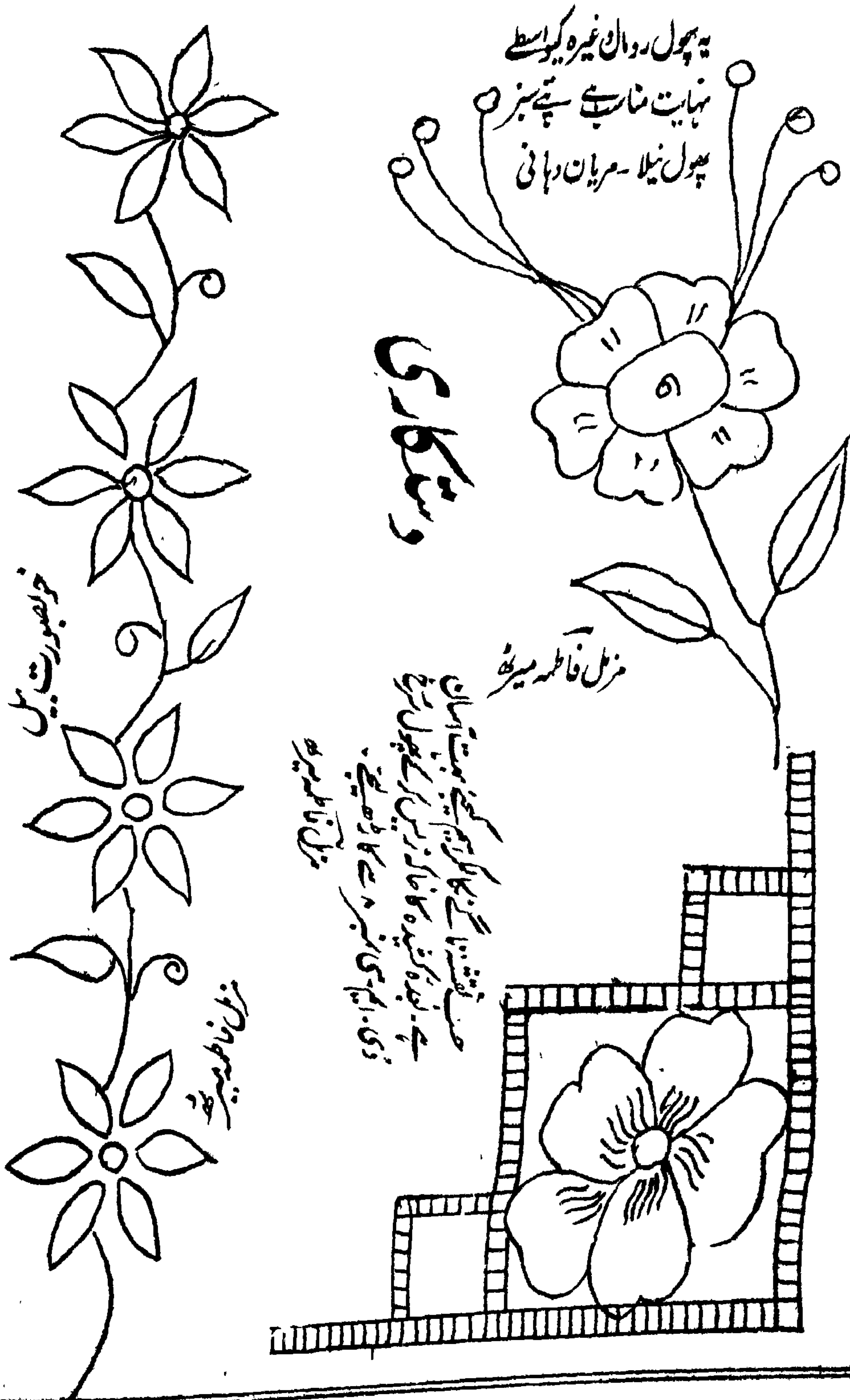
میری زبان سے بے اختیار نکلا ۔ "خدایا خیریت ہو"

لیکن انکی پیشانی مسرت سے چمک رہی تھی ۔

سب کی جان مین جان آ گئی۔ بات یہ ہے کہ کسی صاحب نے ماموں جان کی موٹر طلب کی تھی اور ماموں جان پاکوئی اور اس مین حادثہ کے وقت موجود نہ تھے ۔ "یہ تھا ہم سب کی زندگی کا سب سے سنسنی انگیز لمحہ"

(ایڈیٹر)

دستکاری


یہ پھول رومال وغیرہ کیواسطے
نہایت مناسب ہے پتے سبز
پھول نیلا - مریان دہانی
مرسلہ فاطمہ میرٹھ
خوبصورت بیل
مرسلہ فاطمہ میرٹھ

جامِ جہان نما

دو مہینہ مین چین کا کچومر نکال دیا جائیگا جنگ وسعت اختیار کرتی جا رہی ہے

ٹوکیو ۹ ستمبر چین و جاپان کا جھگڑا روز بروز ایک وسیع تر جنگ کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے چینی جہازون کو مفلوج کرنے کے بعد اب غالباً جاپان اپنی توجہ کائنن ہانکاؤ ریلوے کی طرف مبذول کرے گا جو شمالی اور جنوبی چین کے درمیان آمد و رفت اور بار برداری کا واحد ذریعہ ہے۔ سواٹو پر بھی جنگی جہازون نے حملہ کیا اور ہوائی جہازون کے ذریعہ بمباری کی جا رہی ہے شنگھائی مین چینی ہوائی جہازون نے بھی حملہ کیا جنھون نے حملہ آورون کو گولیون سے نیچے گرانے کی کوشش کی۔

جاپانی پارلیمنٹ مین ترجمان حکومت نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت کو امید ہے کہ جاپان دو مہینہ کے اندر چین کا کچومر نکال دیگا۔

شہنشاہ حبش تخت و تاج سے دست بردار نہین ہونگے

لندن۔ ۸ ستمبر حبش کے سفارتخانے نے رائٹر کو یہ اعلان کرنے کا اختیار دیا ہے کہ شہنشاہ حبش کا یہ مطلق ارادہ نہین ہے کہ وہ تخت حبش کے متعلق اپنے دعوے یا اپنے ملک کے لئے حصول آزادی کی جد و جہد کو ترک کر دین۔ ان کو یقین ہے کہ جمعیت اقوام کی امداد سے بالآخر ان کے ملک کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔

اس بیان مین بھی کوئی صداقت نہین ہے کہ شہنشاہ موصوف اپنی جائے قیام کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہین۔

پانی پت کے قریب مسجد پر لٹھ بند ہندوؤں کی چڑھائی نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں پر خونریز حملے

پانی پت ، ستمبر ۔ پانی پت سے چھ میل کے فاصلہ پر ہندو اور مسلمانون مین شدید ہنگامہ ہو گیا اس جگھ کا نام بہاور ہے ۔ فساد کی وجہ یہ ہوئی ۔ دو مسلمان جن کے خلاف ہندو مندر کے نقصان پہونچانے کے الزام مین مقدمہ چل رہا تھا ۔ عدالت نے بری کردیا اس پر ہندو غضبناک ہو گئے مسلمان مسجد مین نماز پڑھ رہے تھے کہ ہندوؤن کے ایک لٹھ بند مجمع نے مسجد پر حملہ کر کے عین نماز مین مسلمانون کو زدو کوب کرنا شروع کردیا ۔ بارہ کے قریب مسلمان شدید مجروح ہوئے ۔ جن مین سے چار مسجد ہی مین نازک حالت مین پڑے ہوئے ہین ۔ اُن کے بچنے کی کوئی امید نہین ۔ ۰۰ ہندوؤن اور ۱۶ مسلمانون کا چالان ہو گیا ۔

گاندھی جی بوچڑخانہ کھولنے کے خلاف ہین

دہلی ۔ ۰ ستمبر مہاتما گاندھی نے لالہ دیش بندھو جی گپتا کے تار کے جواب مین مندرجہ ذیل تار دیا ہے ۔

مین یقیناً لاہور چھاؤنی مین بوچڑخانہ کھولنے کے خلاف ہون ۔ جیسے مین دوسرے تمام بوچڑ خانون کے خلاف ہون اگر مسلمانون نے ہندوؤن اور سکھون کا ساتھ دیا تو لاہور کا بوچڑخانہ نہین بن سکے گا ۔

دریائے گنگا مین کشتی الٹ گئی ۔ ایک دیسی کشتی جو ۲۵ سواریون کے ساتھ دریائے گنگا کو عبور کررہی تھی ۔ مقامی ڈسٹرکٹ بورڈ کے سامنے بیچ منجدھار مین جا کر الٹ گئی ۔ پولس مسافرون کو بچانے مین کامیاب ہو گئی ۔

ہندوستان کے مشہور و قابل مصنفین کی کتابیں اور اصلاحی ناول

نام کتاب	نام قصہ یا تاریخ	قیمت مجلد	نام کتاب	نام قصہ یا تاریخ	قیمت مجلد
انقلاب ایران	ناول	عمہ	گلاب و چنبیلی	ناول	عمہ
جنگ احد	"	۶ر	مراد نامراد	"	۳ر
الیوم النشور	"	۴ر	لکشمی	"	۵ر
انتقام فطرت	"	۶ر	ہتکھڑیاں	"	۱۰ر
دیورانی جیٹھانی	"	۸ر	انتقام ناکام	"	۵ر
گل انصاف	"	۴ر	اسرار مصر	"	عمہ
تہذیب دسترخوان	کھانے کی کتاب	عہ	جنگ بدر	"	۸ر
دولت عثمانیہ	تاریخ	۱۲ر	موروثی ہیرے	"	۱۲ر
دختر فرعون حصہ اول	تاریخی ناول	[illegible]	دختر فرعون حصہ دوئم	تاریخی ناول	[illegible]
پرواز خیال	"	۵ر	ماہ پروین	"	۱۴ر
قانون حکومت	قانون کی کتاب	۸ر	صلیب کا درخت	مفید طلب کتاب ہے	۱۲ر
نور الدین جہانگیر	تاریخ معدلت	۵ر	یادرفتگان	قابل قدر کتاب ہے	۵ر

بھابی جان

ایک نصیحت آموز اور دلچسپ مختصر ڈرامہ مولفہ ایم اے قریشی

قیمت تین آنے

مستورات بکڈپو

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۵۰۰

قیمت فی پرچہ ۳ر

پرنٹر و پبلشر حبیب بلقیس بیگم نے مستورات پریس میں چھپوا کر شایع کیا

شریف بیبیوں کا اخلاقی مذہبی و تعلیمی

پندرہ روزہ

مستورات

مدیرہ
حبیب بلقیس بیگم

قیمت فی پرچہ ۳/

مستورات سے

ایریل کا مستورات حاضر ہے گذشتہ پرچوں میں کئی غلطیاں رہگئی تھیں جو کہ میری غیر حاضری اور مصروفیتوں
سے دفتر والوں نے دیکھی نہ تھیں اور اسی طرح سے پرچہ تیار کر کے بھیج دیا حسب ذیل غلطیاں ہیں انکی تصحیح
(۱) تاریخ غلط پڑی تھی جسکی وجہ سے چٹین لگانا پڑیں (۲) صفحات غلط اور بے ترتیب تھی (۳) مضامین
ب ہو گئے تھے - خیر جو کچھ ہوا بنظر عفو دیکھا جائے - خدا کا شکر ہے کہ مستورات کا سلسلہ پھر شروع
اس غائبانہ مدد میں حقیقتاً ان بہنوں کا ہاتھ ہے جنھوں نے پیشگی بے عذر چندہ دیا - اور اسیطرح
دوسری بہنوں سے امید ہے کہ وہ اپنا اپنا چندہ بھیجکر اسکی بنیاد کو مضبوط کریں گی - میری تو آخری
شش رہے گی کہ پرچہ وقت پر نکلتا رہے - آپ کو اختیار ہے خواہ چندہ دیں یا نہ دیں - اب مضمون نگار
ں کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنے مضامین بھیجکر مجھے زیر احسان کریں اور پرچہ کی شان دوبالا کریں
دگار کا شکر و احسان ہے کہ پریشانیوں سے نجات ہوگئی - مگر اب بھی اکثر مخالف گھٹائیں آکر چھا جاتی
بہن دعا کریں کہ مالک حقیقی بقیہ حصہ عمر کا چین سے کاٹ دے تاکہ آپ لوگوں کی کچھ نہ کچھ خدمت کر سکوں
ن شیم صاحبہ جالندھری جو کہ زہرہ رسالہ کی اڈیٹر ہیں سنا ہے کہ بہن موصوفہ نے ایک ایسا اسکول کھولا ہے جس میں
یاہ شدہ اور غیر شادی شدہ لڑکیاں و بیبیاں تعلیم پاتی ہیں اور ادیب فاضل کے امتحانات دیکر نکلتی ہیں - ایسی
تعداد ان بہنوں کی ہے جنھوں نے بچوں والی بی بی والے شوہر کو اپنا کر لیا ہے اور بڈھے شوہر نئی بیوی کے
ہیں انکے تعلیم کے واسطے اس اسکول میں داخل کرتے ہیں سنا ہے کہ اسمیں ایک نہایت خوبصورت دنیئے فیشن
دہ بہن جالندھر کے ایک قریب کے گاؤں دھوگڑی سے ادیب فاضل کے واسطے داخل ہوئی ہیں وہ بھی ایک
والے اور ۹ بچوں کے باپ والے شوہر پر قبضہ کئے ہوئے ہیں پہلی بی بی غریب شوہر کی زندہ چتا پر جل رہی ہیں

ممّی کی سرگذشت

گذشتہ سے پیوستہ

پروفیسر ہنفیس نے ممی کو جو ایک بچے سے زیادہ وزنی نہ تھا تابوت میں سے اٹھایا اور اسکی پٹیوں کو آہستگی سے اور نہایت چابکدستی و کمال نرمی کے ساتھ کھولنا شروع کیا۔ پہلے انھوں نے ممی کا بیرونی غلاف اتارا جو کھجور کی شراب میں تر کیا گیا تھا۔ اور چاروں طرف سے بندھا تھا اور پھر چوڑی پٹیاں جو جسم کے اردگرد ادھر ادھر بندھی ہوئی تھیں کھولیں۔ اس کے بعد ایک باریک اور تپلی پٹی کا سرا ہاتھ میں لیا۔ جس کے بے شمار بندھنوں میں وہ مصری دوشیزہ بندھی ہوئی تھی اور اسکو کوئوے کی شکل میں لپیٹ کر شہر مردگان کے چابک ترین مسالہ گر کی طرح کھولنے لگے جیوں جیوں نفیس پٹیاں کھولتے گئے۔ ممی کا جسم بھی اپنی پوشش سے علیحدہ ہوکر ایک ان گھڑ مرمر کے پتھر کی طرح جو بت تراش کے ہاتھوں خوشنما مجسمہ بن جاتا ہے زیادہ نازک اور خوبصورت ہوتا گیا۔ اس پٹی کے کھولنے کے بعد ایک دوسری پٹی نظر آئی جو زیادہ تپلی تھی اور لاش پر زیادہ مضبوطی سے بندھی ہوئی تھی۔ بناوٹ اور باریکی میں یہ کپڑا تنزیب اور آب رواں سے کم نہ تھا۔ اور جسم کے ہر نشیب و فراز کو ہاتھ اور پیر کی ایک ایک انگلی اور چہرہ کے ہر عضو کو جو کچھ نظر آرہا تھا نہایت عمدگی سے لپیٹے ہوئے تھا۔ خوشبودار مسالوں کی وجہ سے جنمیں اسکو ترکیا گیا تھا۔ پٹی کچھ سخت ہوگئی تھی۔ اور پروفیسر کی انگلیوں میں آکر اس میں سے چرچراہٹ کی آواز آتی تھی۔ گویا کوئی ہاتھ میں کاغذ وبارہا ہو یا پھاڑ رہا ہوں۔ اب پٹیوں کی صرف ایک تہ

باقی رہی - پروفیسر مفیس اس قسم کے کاموں سے بخوبی واقف تھے - مگر ان کا ہاتھ بھی ایک لمحہ کیلئے رک گیا - بظاہر اسکی وجہ یا تو لاش کی حرمت ہو سکتی تھی اور یا وہ احساس تھا جو لفافہ چاک کرتے وقت یا کوئی دروازہ کھولنے قبل یا اس پراسرار سے پردہ ہٹاتے ہوئے جس کے معلوم کرنے کے لئے انسان بے چین ہو اسکے دل میں پیدا ہوتا ہے - اگر پروفیسر مفیس نے اس وقفہ کی وجہ سے اپنی تکان بتلائی - اس میں شک نہیں کہ انکی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا جس کے پونچھنے کا انھیں مطلق خیال نہ رہا - لیکن حقیقت میں تکان کو اس سے کوئی نہ واسطہ تھا - کانچ کی طرح باریک اور شفاف کپڑے میں سے لاش نظر آرہی تھی اور اندر کا کچھ زردوزی کام بھی ہلکا ہلکا چمک رہا تھا

بالآخر یہ آخری پٹی بھی کھولدی گئی اور وہ کمسن نازنین اپنے خوبصورت جسم کی اچھوتی عریانی میں نظر آئی - صدہا سال گذر جانے کے باوجود اس کے جسم کے آثار چڑھاؤ میں وہی گداز شگفتگی اور اس کے عمدہ خط و خال میں وہی تناسب و نزاکت موجود تھی - اسکے لیٹنے کا ڈھنگ بھی اور میتوں سا نہ تھا - بلکہ اس میں مجسمہ کی بنائی ہوئی ہنسی کی ادا پائی جاتی تھی گویا حنوط کرنے والوں نے اس نازک اندام کو موت کے تشنج سے بچانا اور لاش کی بے لوچ سختی اور کرختگی کو کم کرنا چاہا تھا

اس عجیب و غریب نظارہ حسن کو دیکھکر ایونڈیل اور مفیس دونوں کی زبان سے بے اختیار صدائے تحسین نکل پڑی - کوئی یونانی یا رومی مجسمہ اتنا خوبصورت نہ تھا - مصری معیار حسن کی امتیازی خصوصیات نے اس خوبصورت جسم میں جو اس حیرت انگیز طور پر محفوظ رکھا گیا تھا - ایک نرالی ادا پیدا کردی تھی جو قدیم سنگ مرمر کے مجسموں میں نہیں پائی جاتی - یعنی لانبے ہاتھ - پتلے خنابی پیر عقیق کی طرح چمکتے ہوئے ناخن و پتلی کمر - چھوٹی اور اوپر کو اٹھی ہوئی پستانیں گویا کہ حبابہ صندل چادر سے ڈھکے ہوں - ذرا باہر کو نکلا ہوا کولھوں کا آثار چڑھاؤ گول رانیں اور کسی قدر لمبی ٹانگیں جو

خوبصورتی اور نزاکت میں ان ملبچے گانے والیوں کی تھیں۔ جو تھیبز کے زمین دوز محلات کی دیوار پر ناچی دعوتوں کی تصویروں میں نظر آتی ہیں۔ بدن سے ابھی بچپن اور کمسنی ظاہر ہوتی تھی۔ تاہم اس میں کمال شباب کی وہ ساری صفات باقی تھیں۔ جن سے مصری فن کی انتہائی ملاحت اور لطافت ظاہر ہوتی تھی۔ خواہ غلام گردش کی دیواروں پر وہ تصویریں بنائی گئی ہوں یا سنگ رماق پر بہت تحمل اور جانکاہی کے ساتھ نقش کی گئی ہوں۔ عموماً وہ ممیاں جو رال اور رخام شورہ سے بھری جاتی ہیں۔ آبنوس کے بنے ہوئے سیاہ مجسموں کے مشابہ ہوتی ہیں ڈھل سڑ نہیں سکتیں۔ لیکن بظاہر جاندار نہیں معلوم ہوتیں۔ وہ خاک ہوجانے سے محفوظ رہتی ہیں مگر اکڑ اکڑ اکر ایک ایسی بدقطع ہیئت اختیار کرلیتی ہیں کہ دیکھنے سے کراہیت اور خوف معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس نازنین کی لاش کو بحد احتیاط کے ساتھ ایسے اہتمام اور ترکیبوں سے محفوظ کیا گیا تھا۔ کہ بہت عرصہ دراز تک اصلی حالت میں باقی رہے۔ اسی لیے گوشت میں لوچ ہے جلد کی طبعی و اصلی ترکیب اور جسم کا فطری رنگ باقی تھا اسکی گندم گوں جلد فلورنس کے نئے تانبے کی مانند سنہری اور گہری تھی جیسے زمانہ حال کے لوگ جارجین اور ٹیشین کی تصویروں میں قدر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ یہ کندنی رنگ درحقیقت اس سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ جو اس نازنین کا اسکی زندگی میں ہوگا۔ وہ مردہ نہیں۔ بلکہ سو رہی تھی۔ پپوٹے اب بھی لانبی پلکوں سے آراستہ تھے اور ان میں سے آنکھیں جو زندگی کی نمناک چمک اب بھی دکھا رہی تھیں۔ اپنی سرمہ کی لکیروں میں سے چمک رہی تھیں۔ جو دیکھتا بس یہی کہتا کہ اب چند ہی لمحوں میں یہ دوشیزہ اپنی تین ہزاریوں کی نیند سے جیسے چند گھڑی خواب کے بعد بیدار ہونے والی ہے۔ نازک اور ستواں ناک اب بھی سیدھی تھی

رخسار سرتیان کی مدور سطح کے مانند گول تھے اور ان میں ایک حلقہ تک نہ تھا دہانہ جس میں سرخی کی ایک ہلکی سی لہر تھی اب بھی اپنی اصلی حالت پر تھا دریوں پر جو عشق و وصل

نے سے چہرہ میں لذت نشاط تھی۔ ایک عجیب حسرتناک مسکراہٹ تھی جسمیں فراحت، حزن اور جاذبیت تھا۔ وہی تبسم دلربائی پرلہر بھری مسکراہٹ ایسی تھی۔ جو ان قابل پرستش حسینوں کے ہونٹوں کی تشکیل قصہ لوڈ نیز گیسو بینا ظرف کے ڈھکنوں پر بنی ہیں۔ اسی قدر دلفریب و دلکش بنائی ہیں۔

پیشانی کے گرد جدید معیار حسن کے مطابق نیچی اور ہموار تھی۔ سیاہ چمکیلے بال بیشمار زلفوں میں پھولوں کی طرح لگی تھیں۔ دونوں شانوں پر پڑے تھے۔ بیس طلائی الپنیں زلفوں میں اور ان کے روشن رنگ سیاہ بادلوں میں جو اسقدر گھنے تھے کہ مصنوعی ہونے کا گمان ہوتا تھا چمک رہے تھے۔ ڈھال کی شکل کے دو بڑے بڑے گول بندے گندم گوں رخسار پر اپنی آب و تاب دکھلا رہے تھے۔ ایک بیش بہا ہار جس میں سونے اور جواہرات کے دیوتاؤں کی مورتی اور تعویذوں کی تین لڑیاں تھیں۔ اس دلفریب ممی کی گردن پر پڑا تھا۔ دو اور ہار جن میں موتی سونے اور لاجوردا اور عقیق کے نہایت خوشنما پھول تھے ذرا نیچے سینہ پر پڑے تھے۔ اسی نمونہ کی سونے اور جواہرات کی پیٹی کمر میں بندھی ہوئی تھی۔ سونے اور عقیق کے دانوں کا ایک دوہرا دست بند بائیں کلائی پر تھا اور بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی میں انگوٹھی کی جگہ ایک بہت مختصر سا طلائی مینت کاری کا بھونورا نہایت خوبصورتی اور کاریگری سے زرین تاروں سے بندھا چمک رہا تھا۔

لارڈ ایونڈیل اور پروفیسر رنیس محو تماشا تھے اور ایک ایسے انسان کو اپنے روبرو دیکھکر جسکا تعلق اس زمانے سے تھا جب کہ تاریخ کا بچپن تھا اور قصے اور روایات جمع کیے جا رہے تھے۔ ان کے دماغ میں عجیب و غریب خیالات چکر لگا رہے تھے۔ یہ دونوں اس لاش کے سامنے

عظمت ہوئے تھے جو اپنے زمانۂ حیات میں حضرت موسیٰ کی ہمعصر تھی تاہم جوانی کا نادر حسن بعینہٖ قائم رکھے تھے جس کے عطر میں بسے ہوئے نرم نازک ہاتھوں پر شاید کسی فرعون نے بوسہ دیا ہو۔ جسکی لانبی زلفیں تو وقت سے زیادہ پائدار، در گرانیت کی عمارتوں زیادہ مستحکم تھیں۔ اس خوبصورت مردہ لڑکی کو دیکھکر نوجوان لارڈ کے دل میں وہی خیال گزرا جو زمانہ ماضی کی کسی مشہور حسین عورت کا مجسمہ یا تصویر دیکھ کر اکثر پیدا ہوتا ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ تین ہزار برس قبل پیدا ہوا ہوتا تو اس بے مثال حسن کی جس کو عدم تک نے زنگ میں ملانے سے انکار کر دیا تھا۔ پرستش کرتا اور اسی کا دم بھرتا۔ اس کے دل کی یہ بات شاید اس نازنین کی بےچین روح کو معلوم ہو گئی ہو۔ جو اپنے جسم کو اس حالت میں دیکھکر پریشان و مضطرب اوپر پھر رہی تھی۔

پروفیسر اس قسم کے شاعرانہ جذبات سے بری تھے۔ وہ اس دوران میں جواہر کا جائزہ لیے رہے تھے۔ مگر انھیں لاش سے آزار نہ تھا۔

لارڈ ایونڈیل نے تاکید کر دی تھی کہ ممی کو اس پس ماندہ زینت سے محروم نہ کیا جائے عورت کے زیور اتارنا خواہ وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو اسکو دوبارہ مارنا ہے۔ یکایک ان کو ممی کی کمر کے پاس بازو سے دبا ہوا ایک لپٹا ہوا پیپرس (پارچہ) نظر آیا۔

"یہ ضرور ماتمی رسموں کی ایک نقل ہے جو اندرونی تابوت میں رکھی جاتی ہے اور مردہ کی دولت و رتبہ کے لحاظ سے لکھی جاتی ہے"۔ انھوں نے کہا۔

پروفیسر نے بہت احتیاط سے اس نازک پیپرس کے دستہ کو کھولا۔ مگر پہلی ہی سطر دیکھکر ٹھٹکے۔ کیونکہ اسمیں تجہیز و تکفین کی عام شکلیں اور نشانات نہ تھے۔ انھوں نے جانے مقررہ ...

جنازہ کی علامتی شکلوں اور تصویروں کو تلاش کیا جو اس قسم کی تحریریں شروع میں ہوتی ہے مگر بے سود۔ نہ کہیں آسیرس کے متونام لکھے ہوئے نظر آئے نہ کہیں روح کا پاسپورٹ ملا اور نہ وہ عرضی جو آمنطی کے دیوتاؤں کو پیش کی جاتی ہیں۔ انھوں کے نقش و نگار بالکل مختلف حالات تبلا رہے تھے جنکا تعلق انسانی زندگی سے معلوم ہوتا تھا نہ کہ روح کے سفر آخرت سے باب اور فقرے سرخ حروف میں لکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے تاکہ باقی تحریریں جو سیاہ حروف میں تھی امتیاز ہو سکے اور نگاہ خاص خاص واقعات کی طرف متوجہ ہو چند نقوش اوپر کی طرف بنے ہوئے تھے۔ جن سے کتاب کی سرخی اور کاتب کا نام جس نے لکھا یا نقل کیا تھا ظاہر ہوتا تھا۔ اتنا تو پروفیسر مفیس نے اپنی ذہانت سے پہلی ہی نظر میں معلوم کر دیا

پروفیسر مفیس لارڈ الونڈیل کو اس تحریر اور دوسری ممیوں کی تحریروں میں فرق بتاتے ہوئے کہنے لگے۔

واقعی ہم لوگوں نے حضرت آرگرایس کو ٹھگ لیا۔ یہ پہلا اتفاق ہے کہ ایک قدیم مصری مسودہ میں مذہبی کلموں کے علاوہ اور بھی کوئی چیز لکھی گئی ہو۔ ان حروف و تصاویر کا حل کرنا اب مجھ پر فرض ہو گیا۔ خواہ اس کام میں میری آنکھیں جاتی رہیں اور میری ڈاڑھی اتنی لانبی ہو جائے کہ تین مرتبہ اپنی میز کے گرد لپیٹنی پڑے۔ ہاں اے پُر اسرار مصر میں تیرے راز ہائے سربستہ معلوم کروں گا۔ ہاں او مردہ نازنین میں تیری رام کہانی ضرور پڑھوں گا۔ کیونکہ اس پارچہ میں جسے تو نے اب تک اپنے سینہ سے دبا رکھا تھا۔ ضرور تیرا افسانہ درج ہے اور تب مجھے انتہائی عظمت فنا موری حاصل ہو گی۔ اور میں شمپولین کی برابری کروں گا اور لیپسس تو حسد سے جل مریگا۔"

(باقی آئندہ)

چتا کے انگارے

(امرناتھ صاحب جوہری، بی اے ماخوذ زمانہ)

شفق کی سرخی اناساگر جھیل کے خاموش پانی کو طرح طرح کے رنگوں میں تبدیل کر رہی تھی۔ سامنے دور تک پہاڑوں اور ٹیلوں کے دلاویز سلسلے میں سورج کی آخری شعاعیں چمک رہے تھے۔ پیڑوں کے سایہ آہستہ آہستہ لمبے ہوتے جا رہے تھے کبھی کبھی کسی چڑیا کا چہچہانا سنائی دیتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا قدرت کی تاریکی کے اتھاہ سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھی۔ اور فضا اختتام زندگی کا روپ بھر رہی تھی۔

گلاب کے پھول کے مانند دو بچے ابھی تک جھیل کے کنارے کھیل رہے تھے۔ دونوں عمر کے اُس حصے سے گذر رہے تھے۔ جب دنیا کے جذبات کا تھوڑا تھوڑا علم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایک عجیب قسم کی برقی قوت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ کشور کی عمر تقریباً تیرہ چودہ سال کی تھی۔ سروج کی گیارہ کے قریب دونوں نے دنیا میں آنکھ کھولتے ہی۔ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ زندگی کے آفتاب کی پہلی سنہری کرنوں کی گنگا میں دونوں گانٹھ جوڑ کر نہائے تھے۔ وہ زمانہ بھی کتنا مبارک تھا، نفس کی آلائشوں کے پاک، زندگی کی ڈرامائی حقیقتوں سے دور دونوں نے شاید کبھی ایک دوسرے کو اپنے سے الگ نہ دیکھا تھا

مگر یہ خواب فانی تھا، سماج کے تنگ دائرے میں جہاں ہر وقت زندگی اور موت کی بازیاں لگی رہتی ہیں۔ اِن تمام باتوں کے لئے جگہ نہ تھی۔ زندگی کے قانون و قواعد ان بچوں پر بھی نافذ ہونے لگے اور آج اسی بات کو سوچکر دونوں متفکر تھے۔ سروج کو حکم ملا تھا کہ اُسے اب گھر سے باہر نہ نکلنا چاہیئے۔ کیونکہ اب بڑی ہو گئی ہے۔ کشور کو تنبیہہ کی گئی تھی۔ کہ وہ اب کھیل کود چھوڑ کر اُسے پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے یہ بات دونوں نہ سمجھ سکے، مگر اُن کے لئے سمجھنے کیلئے تھوڑے ہی کہی گئی تھی؟

سروج نے کاغذ پھاڑتے ہوئے کہا "اب میں کبھی ناؤ نہ بناؤں گی"، اور چپ چاپ کشور کے پاس آ بیٹھی۔

کشور کیا کہتا۔ حسرت سے سروج کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اس کا بس چلتا تو وہ زندگی بھر سروج کے ساتھ کاغذ کی ناؤ بنا کر کھیلتا۔ کچھ سوچ کر اس نے کہا "سروج! جب تم کہیں چلی جاؤ گی، تو مجھے بالکل ہی بھول جاؤ گی۔"

سروج نے تجاہل عارفانہ کے ساتھ کہا "کہاں چلی جاؤں گی؟"

کشور نے اس کے جذبات پڑھنے کی کوشش کی اور کہا "تم اتنا بھی نہیں جانتیں سروج!"

"ہش" اس نے کہا "میں کہیں نہیں جاؤں گی"۔ اور ہنس کر کشور کے ہاتھ پکڑ لئے۔ "تم بڑے شریر ہو ایسی باتیں کہتے ہو۔"

اور اپنی آنکھوں میں سو سو بوتلوں کا نشہ لئے ہوئے۔ وہ کشور کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی۔ دیوتا مسکرا دیئے۔

(۲)

سروج کے رخساروں پر سولہ بہاروں کی لالی چمکنے لگی۔ دنیا اور دنیا کی فضا بدل گئی سروج اب بڑی ہو گئی۔ بچپن کی باتیں بھی ہوا ہو گئیں۔

اس عرصہ میں اس نے ایک مرتبہ بھی کشور کو نہ دیکھا۔ کشور کی محبت اس کے سینہ میں دفن ہو گئی اور وہ پورے انہماک کے ساتھ دنیا کے کاموں میں لگ گئی تھی۔

ایک دن اس نے سنا کہ اسکی شادی ہو گئی ہے۔ گھر میں چہل پہل شروع ہو گئی، دور دور نیوتے جانے لگے۔ سب کے چہروں پر خوشی و مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ بھابیوں اور بہنوں کی خوشی کا کیا کہنا گویا انہیں کا بیاہ رچایا جا رہا ہے۔

لیکن سروج کو یہ دھوم دھام پسند نہ آئی " بیاہ ہوگا "۔ کس کے ساتھ ؟ "کیوں ؟" ۔ آخر ایسی جلدی کیا ہے !" اور پھر کشور ؟

اب نہ معلوم کشور کی یاد چور کی طرح آگئی جبکہ اسے وہ پانچ برس کے عرصہ میں بھول گئی تھی ، وہ پھر ایسی تازہ ہوگئی گویا کل ہی کی بات ہے ۔ سروج سوچتی کہ یہ کیا بات ہے ؟ اس کے دلمیں سیکڑوں سوالات اٹھتے تھے ۔ سیکڑوں بھولی ہوئی باتیں یاد آتی تھیں ۔ اور اب اُسے کشور اور اپنی ماں اور بہنیں سب کو چھوڑنا ہوگا ۔ اُس نے سوچا کہ میں وہاں کیسے رہ سکونگی ۔ اسکی نظر میں شادی موت کے مانند معلوم ہورہی تھی ، مگر اسکی وجہ کیا ہے ، اسے وہ نہ سمجھ سکی ۔

اور کشور اُس سے ملنے کیوں نہیں آیا ، وہ جارہی تھی ۔ اتنا بڑا دُکھ سہہ رہی ہے اُبھر بھی کسی کو اُس پر رحم نہیں آتا ۔ ماں شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے ۔ سہیلیاں مذاق اڑاتی ہیں ۔ کشور کہاں گیا جس سے سب باتیں کہہ کر وہ اپنے جی کے بوجھ کو ہلکا کرتی ، لیکن وہ کہاں تھا ؟

آنیوالی جدائی کے خیال نے اُس میں کشور کے لیئے اور بھی محبت پیدا کردی ۔ تکلیف کے وقت ہم اپنے دشمن سے بھی محبت کرنے لگتے ہیں ۔ لیکن سروج نے سوچا کہ وہ کشور کو بھول جائے گی اور اس سے صرف ظاہری تعلق رکھے گی ۔ اور اگر کبھی کشور آئے گا ۔ تو وہ منہ چھپا کر بھاگ جائے گی ۔ اس خیال نے اُس کے دلمیں ایک قسم کی قوت ارادی پیدا کی اور اس قوت ارادی کے ساتھ ساتھ ۔ محبت سے کھیلنے کے منصوبے اسوقت وہ یہ نہ سمجھ سکی کہ یہ منصوبے اُس کے قوت ارادی کو جلا کر راکھ کردیں گے ، اگر راکھ اور مٹی سے ہی تو مورتیاں بنتی ہیں ۔

(۳)

وہ خاوند کے گھر آئی ۔ دنیا کے رنگین خوابوں کی رانی بنکر ، کسی بہشتی حور کی مانند آنکھوں کو چکا چوند کرنے کیلئے نرالی روشنی میں ناچتی ہوئی ۔ اور اُس کے ساتھ ہی جذبات کا ایک ناپیدا کنار سمندر اس کے دل کی گہرائیوں

میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں امیدوں خواہشوں اور ارمانوں کے ختم نہ ہونے والے ہنگامے برپا تھے۔ مگر اُس نے اِن سب کو اپنے خاوند کے چرنوں میں ڈال دیا اور خود ایک گنہگار قیدی کی طرح اسکی آنکھوں میں سماگئی۔

اس کا خاوند شیام جی کالج کا طالب علم تھا۔ اُس نے بھی ادب کا مطالعہ کیا تھا اور ناولوں کی ہیروئینوں کو اپنی محبت کا معیار بنایا تھا۔ اُس ملاح کے مانند جو دن بھر سفر سمندر کا کرکے شام کو ساحل زمین پر قدم رکھتا ہے۔ تو اپنے کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب آدمی تصور کرتا ہے شیام بھی اپنے دلی ارمانوں کو سروج کی صورت میں مجسم دیکھکر مست ہوگیا، اُس نے سمجھا، اسکی فتح ہوئی ایک وارفتہ مزاج بندۂ عشق کی طرح اُس نے اپنا سب کچھ سروج کو دیدیا۔ لیکن سروج اُسے منظور نہ کرسکی۔ وہ تو اپنا سب کچھ پہلے ہی کشور کو نذر کرچکی تھی۔

شادی کے کچھ مہینے تو بڑے آنند سے گذرے شیام نے ہر طرح سے سروج کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن جتنی اسکی محبت بڑھتی گئی، اتنی ہی سروج پیچھے ہٹتی گئی۔ اپنی غلطی اور ناقابلیت کا اُسے تھوڑا تجربہ ہوا۔ اُسے معلوم ہوا کہ خاوند کی محبت سانپ بن کر اسے ڈس لے گی اور پتھر کی چٹان بنکر اُسے کچل دے گی

اسے اپنے اوپر غصہ آیا۔ شیام کی محبت دیکھکر اُس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگے وہ سوچتی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کیوں مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں؟ میرا جسم تو اُن کا ہو ہی چکا۔ مگر دل ...... آخر وہ دل کے اتنے طلبگار ہی کیوں ہیں؟

شیام ایک آدرش نوجوان تھا۔ اپنی نیک چلنی، خوش اخلاقی اور اعلیٰ ذہانت کیوجہ سے وہ کالج کا ایک مشہور و نیک نام طالب علم تھا۔ اُس نے ہندی لی تھی، اُسے کتب بینی کا اسقدر شوق تھا کہ ہر وقت ہندی ادب کی خوشہ چینی کرتا رہتا تھا۔ اِن کتابوں کے علاوہ اُسے اور کسی چیز کا شوق نہ تھا وہ فرسٹ

ڈویژن میں بی اے میں پاس ہوا۔

اُسے دیکھکر سروج سروج کے قلب مضطر میں طوفانی جذبات کا تلاطم برپا ہونے لگتا۔ ہائے وہ کتنا ۔۔۔۔ نیک ہے۔ دنیا کے کسی مکر و فریب اور جھوٹ کو جانتا ہی نہیں ہے۔ ندی کی لہرن کی طرح نرل، تپائے ہوئے سونے کی طرح۔ کندن لیکن اس پر بھی وہ اس سے محبت نہ کر سکی، وغا دے سکتی تھی۔ مگر یہ بھی نہ دے سکی۔ اسکا جی چاہتا تھا سر پھوڑ کر جان دیدے۔

اس خیال نے دماغ میں جاگزین ہوکر سروج کی زندگی تلخ کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی تندرستی بگڑنے لگی چہرہ پیلا پڑنے لگا۔ پاگلوں کی طرح وہ اکثر اوقات سارے واقعات بھول جاتی تھی تھوڑے ہی دنوں میں شیام کو معلوم ہوگیا کہ اسکی بیوی تپ دق کے آخری درجے سے گذر رہی ہے۔ شیام نے سر پیٹ لیا۔

(۴)

اجمیر کالج سے اعزاز کے ساتھ بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری لیکر کشور نے الہ آباد یونیورسٹی میں ایم۔ ایس۔ سی کلاس میں نام لکھایا۔ جن دنوں وہ اجمیر میں پڑھتا تھا اُسکے دلمیں کئی مرتبہ سروج سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔ شیام اُس کا دوست تھا۔ اور گو اُس نے اُسے کئی بار بلایا۔ پھر بھی سروج سے ملنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسکا دل ٹوٹ چکا تھا۔ جسوقت سروج کی شادی ہو رہی۔ اسوقت کشور ناسا گر جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ کہ آج میری دنیا سونی ہوگئی۔ آج سے میرے سارے ارمان ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئے۔

اس درمیان میں بہت سی باتیں ہوئیں۔ بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔ گردش روزگار نے شیام کا بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اسشہر میں اسکے جو مکانات تھے نذر آتش ہوگئے اور اُسے مالی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر اس عرصہ میں پوشیدہ طور سے اس کے پاس ہر مہینے روپئے آجاتے تھے اُسے

تعجب کے ساتھ ساتھ ندامت بھی ہوتی تھی۔ مگر وہ اس کا تدارک نہ کر سکا۔ بعض لوگ اس بات سے واقف تھے۔ صرف شیام ہی نہیں جانتے تھے۔

جب سروج کی سہیلی نے ایک دن اُس سے سارا حال کہا تو اُسکی گردن بار احسان سے جھک گئی۔ برسوں کے بھولے ہوئے جذبات ابل پڑے۔ کشور کی آنکھوں میں پھرنے لگی، اور ایک رات کو دنیا کے تمام اصولوں کے خلاف ورزی کر کے سماج کو ٹھکرا کے۔ اُس نے کشور کو خط لکھ ہی دیا۔
خط دیکھکر کشور کا دل خوشی سے بیتاب ہو گیا۔ اور وہ سروج اب اتنا اچھا لکھنے لگی ہے۔ اُس کے پاس سروج کے بچپن کی ایک کاپی رکھی تھی۔ اس کو اُس نے نکال کر دیکھا۔ اور وہ ایک بار وہ پھر وقت کے اس بحر بے پایاں کو پار کر کے اتنا سا گر جھیل کے کنارے پہونچ گیا۔ سروج نے اپنے خط میں کشور کو بلایا تھا۔

اس مرتبہ جب گرمیوں کی چھٹی میں شیام نے اُسے منصوری بلایا۔ تو وہ انکار نہ کر سکا۔ شیام نے لکھا تھا کہ سروج کی حالت بہت خراب ہے، ہم لوگ یہاں اکیلے ہیں، اگر تم آجاؤ تو اچھا ہے۔

(۵)

سروج کی چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ جسوقت کشور نے کہا۔ "سروج تم کب سے بیمار ہو۔" اسوقت سروج چپ چاپ سر جھکائے آنکھ بند کئے پڑی تھی۔
کشور کی آواز سنکر چونک پڑی گویا خواب سے جاگی۔ پھر کشور کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگی۔ بولی کیا سچ مچ آگئے؟ میں نے تو تم سے ملنے کی امید ہی چھوڑ دی تھی۔ اچھی طرح ہو"؟
شیام اسوقت ڈاکٹر صاحب کو بلانے گئے تھے۔

سروج کا سوال سنکر کشور کے دل میں برچھی سی چبھی۔ ایسا معلوم ہوا کہ سیکڑوں بچھوؤں نے کاٹ ۔ اپنی بے پروائی اور خود غرضی پر افسوس ہوا۔ آنکھوں میں آنسو جھلکر راکھ ہو گئے

سنبھل کر بولا " تم کب سے بیمار ہو سروج ؟ مجھے کیوں نہ اطلاع دی ؟"
سروج ہنس پڑی۔ ہڈیوں کے ڈھانچے میں موتی چمک اُٹھے۔
کشور نے لمحہ بھر کیلئے آنکھیں بند کرلیں، ہائے سروج کا وہ رنگ روپ کہاں گیا" پھر کسی نے دل کو مسوس کر کہا۔ کشور اُس کے لئے تمھیں گنہ گار ہو تمھیں نے سروج کی یہ حالت تباہ دی ہے۔ کشور کا سر خود بخود ندامت سے جھک گیا۔
سروج نے کہا " سچ کہتی ہوں کشور، اگر تم ہماری مدد نہ کرتے تو میں نہ بچ سکتی ......"
کشور نے اُسے روکتے ہوئے کہا " ان باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ کسکی دوا کر رہی ہو؟"
جم دوت کی،
ٹھیک اسی وقت شیام اور ڈاکٹر کمرہ میں داخل ہوئے۔

(۹)

تین مہینہ کی دن رات خدمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سروج اچھی ہو چلی۔ اب وہ تھوڑا تھوڑا گھوم پھر بھی آتی تھی۔ تھوڑا بہت پڑھنے بھی لگی تھی۔ کشور اُسے نئی نئی کہانیاں سناتا۔ اخبار وغیرہ کی خبریں بھی بتا دیتا۔ یہ تین مہینے پھر ایک دوسرے کو نزدیک لے آئے۔
ایک دن سروج گھوم کر آئی تو کشور کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ شائد کچھ سوچ رہا تھا۔ اس روز سروج کچھ تھکی ہوئی تھی۔ آتے ہی پلنگ پر لیٹ گئی۔ کچھ اداس بھی تھی۔ بولی تم آج باہر نہیں گئے؟
کشور اس وقت قدرتی مناظر دیکھنے میں اتنا منہمک تھا۔ کہ اُس نے سروج کا سوال سنا ہی نہیں،
پھر یکایک چونک کر بولا " تم کب آگئیں۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوا۔"
سروج نے کچھ سوچکر کہا۔ اب تو تعطیل ختم ہو رہی ہے۔ تم کالج نہ جاؤ گے ؟"
کشور نے کہا چلا جاؤں گا۔ پھر اسکی طرف ایک نگاہ ترحم سے دیکھکر بولا۔ تو ایسی کیا جلدی ہے۔"

"میرے لیے اپنا ہرج کیوں کرتے ہو؟"

"میں یہ سوچ رہا تھا سروج کہ گھر میں تمہارا علاج ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔ میرے کالج کی تم پروا نہ کرو۔"

"تب؟"

"اور شیام کا جانا بھی ضروری ہے۔ اُن کی بھی اب چھٹیاں ختم ہو گئیں ..... میری رائے یہ ہے کہ ... اگر تم یہیں کچھ دن اور رہو ..... اور ..... "

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کشور؟"

شیام بھی اسی وقت آ گئے۔ بولے "گھر سے خط آیا ہے ..... مگر سروج کی طرف دیکھ کر چونک پڑے بولے "آج تو تم بہت تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہو ....."

پھر کشور کی طرف دیکھ کر بولے "کشور بھیا تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ تمہیں نے مجھے جیون دان دیا ہے۔ تم نے سروج کی جتنی سیوا کی ہے، اتنی کوئی سگا بھائی بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں تمہارا قرض کئی جنم تک نہ چکا سکوں گا۔"

اُس نے اتنا کہا اور فرطِ عقیدت سے اُن کی آنکھیں بھر آئیں۔

منصوری چھوڑنے سے ایک دن پہلے سروج نے کہا "کشور نہ جانے پچھلے جنم میں میں نے کون سے پاپ کئے تھے۔ جن کا ڈنڈ مجھے یہاں بھوگنا پڑا۔ پھوٹی قسمت لے کر آئی تھی۔ جبھی تو کسی کو سکھ نہ دے سکی۔"

کشور نے کہا "ایسا نہ کہو سروج ......"

لیکن سروج نہ مانی۔ آج وہ سب کچھ کہہ ڈالے گی۔ زندگی میں آہ پھر کبھی موقعہ ملا یا نہ ملا۔ بولی اگر تم نہ آتے تو میں زندہ بھی رہتی، اسمیں مجھے شک ہے ..... ایک بات پوچھوں "بتاؤ گے"

"پوچھو!"

"تم مجھے بالکل بھول گئے تھے؟ پانچ برس ہو گئے تم نے ایک دفعہ بھی خبر نہ لی"

کشور سر جھکائے کھڑا تھا۔ سروج نے کہا "خیر اس بات کو جانے دو۔ مگر یہ تو بتاؤ کشور کہ کیا تم نے مجھ سے کبھی پریم کیا تھا؟"

"تم اسکو کیوں پوچھتی ہو سروج؟ کیا تم نہیں جانتیں؟"

"جانتی ہوں تب ہی پوچھ رہی ہوں، سنو کشور تم مجھے بھول جاؤ، ہمیشہ کے لئے ہیری محبت دل سے نکالکر پھینک دو۔ سمجھ لو کہ میں کبھی تھی ہی نہیں...... میرے لئے اتنا کشور؟"

کشور کا گلا خشک ہو گیا۔ جسم میں عجیب قسم کی سنسناہٹ محسوس ہوئی۔ آخر بڑی دقت سے بولا۔

"ایسا کیوں کروں سروج؟" اور پھر مسکرانے کی کوشش کی

سروج بولی "اسلئے کہ تم دیوتا ہو۔ اور میں پاپن ہوں، میں نہیں چاہتی کہ تمہاری ساری سیوا اور تپسیا کو ضایع کر دوں۔ کشور اس بیماری میں جس لگن سے تم نے میری سیوا کی ہے اور جس آتمک پریم کو نبھایا ہے کیا میں اسے نشٹ ہونے دونگی، مرجاؤنگی پر ایسا ہونے نہ پائیگا"

سروج اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑتی ہوئی بولی، تم دیوتا ہو۔ میں تمہاری پوجا کرونگی آرادھنا کرونگی۔ لیکن پریم نہ کر سکوں گی"

کشور حیرت سے سروج کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ صرف اتنا ہی کہا "تمہارا حکم سر آنکھوں پر" اور دونوں ہاتھوں سے منھ ڈھک کر دوسرے کمرے میں ایک آرام کرسی پر گر پڑا۔

دوسرے دن وہ الہ آباد چلا گیا۔

(۷)

پانچ مہینہ بعد۔ ——

سب کچھ ختم ہو چکا تھا، سروج کی زندگی کی چنگاری بجھ چکی تھی...... سروج کی چتا پھونک کر وہ کھڑا ہوا تھا، سامنے ازا ساگر جھیل کا پانی خاموشی سے بہہ رہا تھا، کچھ چنگاریاں چمک چمک کر انسانی زندگی کا مذاق اڑا رہی تھیں۔

کشور سوچنے لگا اور ماضی کا پردہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا...... اس نے دیکھا...

"ازا ساگر جھیل کے کنارے دو بچے کھیل رہے تھے۔ سروج نے کاغذ پھاڑتے ہوئے کہا، اب میں کبھی ناؤ نہ بناؤنگی......

اس نے کہا سروج جب تم کہیں اور چلی جاؤ گی تب تو مجھکو بالکل ہی بھول جاؤ گی......؟

سروج نے کہا کہاں چلی جاؤنگی؟"

تم اتنا بھی نہیں جانتی سروج؟

"ہش"، اس نے جواب دیا کہ میں کہیں نہ جاؤنگی...... تم بڑے شریر ہو ایسی باتیں کہتے ہو......"

چتا کے انگارے اسوقت بھی ہنس رہے تھے۔

لباس اور صحت

یورپ کا مشہور فلاسفر سپنسر لکھتا ہے Spencer سپنسر کے فلسفیانہ نظریہ کی زبردست حمایت
یورپ کا موجودہ زنانہ لباس کر رہا ہے مشرق کی پردہ دار مستورات جسم کو لباس کے پردہ میں رکھنا
چاہتی ہیں۔

لیکن مغرب کی پردہ دار خواتین چہرے کے ساتھ روز بروز جسم کو بھی بے پردہ کرتی جاتی
ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض حلقوں میں اسکی کوشش ہو رہی ہے کہ اس روزافزوں
بے حیائی کو قانون حکومت کی مدد سے روکا جائے۔

حال میں لندن کے علمی رسالہ پاپولو سائنس شٹنگر توجہ اس جانب مبذول ہوئی ہے۔ اس
سلسلہ میں ڈاکٹر تھرک مارٹن کا حسب ذیل بیان شایع کرتا ہے۔

نوعمر لڑکیاں جو میرے مطب میں موسم سرما میں آتی ہیں۔ انکی ترتیب تعداد بغیر کسی مجبوری
کے محض اپنی خوشی سے نیم برہنہ حالت میں ہوتی ہے۔ جب میں ان نوعمروں کو جاڑوں کی ٹھنڈی
ہوا میں سڑکوں پر ننگی گردنوں کے ساتھ دیکھتا ہوں تو اپنے ذہن میں اندازہ کرنے لگتا ہوں کہ انکی
کتنی بڑی تعداد اپنے تئیں مرض دق کے لئے تیار کر رہی ہے۔

میں وغیرہ متعدی امراض حلق و گردن کے اعصاب میں ہوا لگتے رہنے سے پیدا ہو جاتے ہیں
اور زیر ناف پچھلے جسم کے ناکافی لباس سے فقر الدم و دیگر امراض اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔"
ایک دوسرا مضمون نگار لکھتا ہے " ہمارے جو سپاہی گولوں اور گولیوں کی بارش

سے واپس آتے ہیں۔ ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مگر کیا وطن میں ہم ان کا ایک شدید تر خطرے سے مقابلہ کرائیں گے۔ یہ خطرہ ہر وہ عورت ہے جو اپنے گھر کو چھوڑ کر ایک نیم برہنہ حالت میں جلسہ دعوت یا رقص میں شرکت کرتی ہے۔ مردوں کے طباع ان چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان کی زبان سے یہ کہلانا چاہتے ہیں۔ کہ نیک چلنی کی کوشش بے سود ہے۔ درآنحالیکہ ہماری خواتین کا لباس جامۂ تہذیب سے باہر ہوتا ہے۔

یہی مضمون نگار آگے چل کر اپنے چند دید واقعات بیان کرتا ہے۔

گذشتہ ہفتہ میں ایک شب کو میں ایک تھیٹر کا مشہور تماشہ دیکھنے گیا۔ ہم سے اگلی قطار میں ایک خاتون تشریف رکھتی تھیں۔ جن کے بال تازہ ترین فیشن کے مطابق نہایت حسن وخوبی سے آراستہ تھے اور ان چمکتے ہوئے سیاہ بالوں میں ایک کنگھی گھسی ہوئی تھی جس میں الماس جڑے ہوئے تھے۔ ہم لوگ یعنی پچھلی قطار والوں کے لئے صرف یہی کنگھی اسکی نیابت کر رہی تھی۔ ....

یہ خاتون نہایت بالا تھیں۔ ایسی کہ ان کے شانے کرسی کی پشت سے بقدر دو انچہ یا زائد کے اوپر نکلے ہوئے تھے۔ لیکن ان شانوں یا بازوؤں پر کپڑے کی ایک چٹ تک نہ تھی گویا پیچھے سے دیکھنے والوں کے لئے اس خاتون کا جسم بالکل برہنہ تھا۔ اور اس کا اثر کسقدر ترغیب دہ تھا۔"

دوسرا مشاہدہ:-

شادمانی فتح کے جلسہ رقص میں میں نے ایک نوجوان خاتون کو دیکھا۔ جسکی عمر ۱۸ سال سے زائد نہ تھی۔ اس کا چہرہ خوبصورت و معصومانہ تھا۔ لیکن لباس ایسا تھا۔ جو بجز ایک زن بازاری

اور کسی کا نہیں ہے۔ اس کا سایہ ٹخنہ تک تھا۔ بالائی لباس کا سامنے کا حصہ تو غنیمت تھا۔ لیکن دونوں پہلو بالکل عریاں تھے۔ اور پشت کی جانب سے اس نازنین کا سارا جسم کمر سے لیکر گردن تک کپڑوں کے بار سے ایسا آزاد تھا۔ کہ گویا خاتون حمام میں ہے۔"

یہ وبا ہندوستان میں بھی سرایت کرتی جاتی ہے اور یوروپین تمدن کی وسعت وترقی کے ساتھ ساتھ اس میں بھی ترقی ہونا لازمی ہے۔ ایسی حالت میں مسلمان جدید التعلیم خواتین کی حالت کس درجہ دردناک ہوگی۔

لاہور کی بعض جدید التعلیم خواتین کی نسبت نہ معلوم ہوا ہے کہ انکی بہترین کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے انداز و لباس سے کم ازکم ایک بدحیثیت کرسچین معلوم ہوں۔ افسوس! یورپ کے ظاہری تمدن کی ہم تقلید کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے متعلق وہاں کے معزز مسلمین اور ارباب فکر کے خیالات بھی سن لینا چاہئیں۔

(صفحہ ۲۲ کے آگے)

کوئی نہ کوئی دعا ضرور پڑھتے تھے۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ الحمد للہ الذی اطعم من الطعام وسقیٰ من الشراب وکسا من العریٰ وہدیٰ من الضلالۃ وبصر من العمیٰ علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلاً الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت رسالتمآب کی غذا

آپ کا معمول تھا کہ جب کھانا آتا۔ تو نہ عیب نکالتے اور نہ کسی خاص غذا کے فراہم کرنے کی زحمت گوارا فرماتے۔ جب پاک اور اچھی غذا سامنے لاکے رکھی جاتی تو اُسے ضرور تناول فرماتے اور کسی کھانے کو بُرا نہ کہتے۔ جی چاہتا تو کھا لیتے اور نہ جی چاہتا تو چھوڑ دیتے۔ حلوا اور شہد اکثر نوش فرماتے ہر روز ایک پیالہ پانی شہد کا پیتے۔ جسے مزا لے لے کے اور جرعہ جرعہ کرکے پیتے تھے۔ پھر اس کے بعد پڑے رہتے۔ یہاں تک کہ کھل کے بھوک لگتی۔ تب پانی یا روغن کے ساتھ تھوڑی سی جو کی روٹی ملاحظہ فرماتے صاحب سفر السعادت کے بیان کے موافق صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آپ نے مندرجہ ذیل جانوروں کا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے۔

اونٹ۔ بھیڑ۔ مرغی۔ مرغاب۔ خرگوش۔ مچھلی اور ایک جانور جسے عنبر بحری کہتے ہیں ان کے علاوہ آپ نے کھجور اور چھوہارا ملاحظہ فرمائے ہیں اور دودھ کبھی پانی ملا کے اور کبھی خالص نوش فرمایا ہے۔ روٹی چھوہارے کے ساتھ کھائی ہے اور سِرکے اور صاف کی ہوئی چربی سے ملا کے بھی تناول فرمائی ہے۔ اور جس پانی میں کھجوریں یا چھوہارے بھگوئے گئے تھے اسکو کھیر کے ساتھ ملا کے کھایا ہے۔ بھیڑ کی بھونی ہوئی کلیجی ابلا ہوا گوشت۔ پکی ہوئی لوکی پنیر اور شوربے میں توڑی ہوئی روٹی۔ یعنے ثرید روغن زیتون کے ساتھ روٹی مسکہ کے ساتھ چھوہارے اور تربوز کے ساتھ کھجوریں ملاحظہ فرمائی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی بھی حلال و طیب غذا ہوتی آپ نہ پھیرتے اور کچھ نہ ملتا۔ تو صبر فرماتے۔ حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے شکم مبارک میں پتھر باندھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ دو دو اور تین تین مہینے گزر جاتے اور گھر میں چولھا نہ جلتا کھانے کے بعد

(ز ق نمبر ۲۱ جلد)

ہندوستانی چرخے

ایک پنجابی بہن

ہندوستان میں ایک زمانہ وہ تھا کہ چرخہ اور چکی ہر ایک کے ضروری اثاثۂ البیت میں داخل تھا۔ غریب عورتیں، چکی و چرخہ کی بدولت اپنا گذارہ۔ بچوں کی پرورش اور کنبہ کا لین دین سبھی کچھ کرتی تھیں۔ متوسط الحال گھروں میں چکی کم مگر چرخہ ضرور ہوتا تھا۔ عورتیں اور لڑکیاں گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر چرخہ کاتی تھیں اور گھر بھر کے لیئے اوڑھنے اور پہننے اور جہیز اول کے کپڑے جاجم، چاندنی۔ اسی چرخہ کی بدولت تیار کرتی تھیں۔ اُمرا کی عورتیں ضرورت کے وقت نہیں تو شغل بے شغلی اور دل بہلاؤ کے لیئے کسی نہ کسی وقت چرخہ لے بیٹھتی تھیں۔ تنزیب کے سوت کے لچھے اور ہزار سے دو آٹھ سوتار اور ہزار تار کا تانا امرا کے گھروں میں ہی تیار ہوتے تھے۔ عمدہ سے عمدہ جوڑی کے تھان اور باریک سے باریک ململیں ہمارے ملک کے جولاہے اسی سوت کے بنتے تھے۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ کہ ولایت سے مشین کے بنے ہوئے کپڑے ہندوستان میں آنے لگ گئے۔ تو ہندوستانی چرخوں کا رواج ماند پڑنے لگ گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں نام کا چرخہ رہ گیا۔ جو اب محض ایک ضرب المثل یا کہاوت مشہور ہے۔ بیوہ اور بے وارث عورتوں کی مزدوری کا ذریعہ آٹا پیسنے کی مشینیں نکل آئیں تو آسودہ حال اور تعلیم یافتہ مزدوروں نے پسائی کے کام شروع کر دیئے اور یہ کام بھی غریب عورتوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ہمارے دیکھنے کی بات ہے کہ ہندوستان میں بیاہ شادی کے

وقت بڑی چھان بین اسبات کی ہوئی تھی۔ کہ لڑکی کو کاتنا۔ پینا۔ سینا۔ پرونا اور کھانا پکانا بھی آتا ہے یا نہیں یہ ہنر شریف لڑکیوں کے لیے بڑے ضروری خیال کیے جاتے اور ان کے بغیر لڑکیاں بے ہنری سمجھی جاتی تھیں۔ لڑکیوں کی تربیت پر تمام سمجھدار مائیں اس امر کا خاص طور سے اہتمام کرتی تھیں کہ لڑکیوں کو غیر ضروری ہنر ضرور ہی سکھائے جائیں۔ اسی کی یہ برکت تھی کہ گھر کی ضروریات اور امورات خانہ داری میں عورتوں کی محنت و مزدوری کئے بغیر مردوں کے برابر کنبہ کی ضروریات کے متکفل ہوتے تھے اور مردوں کا آدھا حصہ عورتوں میں بٹ جاتا تھا کہ صرف انھیں ہنروں کے سبب عورت گھر کے خاص معاملات میں مردوں کی شریک غالب تھیں۔ ولایتی چیزوں میں داخل ہوئے اور عورتوں کے ہنروں اور دستکاریوں میں کمی آنی شروع ہوئی۔ تو سارا بوجھ مردوں کی کمائی پر پڑا اور عورتوں کو بے شغلی ہوئی۔ تو عورتوں کیلئے شغل اور کام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسکا علاج تجویز کیا گیا تعلیم کو اگرچہ اسوقت تعلیمیافتہ کے خیال میں تو عورتوں کی تعلیم کی ضرورت اسلئے بیان کی جاتی ہے کہ وہ تعلیمیافتہ عورتیں مردوں کے ساتھ تمدن اور معاشرت کو نباہ نہیں سکتیں لیکن درحقیقت یہ صرف انکی بے شغلی اور بیکاری کا علاج ہے۔ ورنہ ہندوستان کی معاشرت میں عورتوں کا ابتک کوئی معتدبہ فائدہ نظر نہیں آیا۔ نہ آئندہ ہونے کی توقع ہے اور اسی لئے بڑے بڑے دوراندیش مدبروں کی اب بھی یہی رائے ہے کہ عورتوں کو پرانی دستکاریوں اور ہنروں میں مصروف کر دینا موجودہ زمانہ کی کتابی تعلیم سے کہیں زیادہ مفید اور کارآمد اور اصلاح معاشرت کا بہترین طریقہ ہے۔

مستورات بکڈپو کا نایاب زنانہ لٹریچر دیکھئے

یو۔پی میں صرف ایک مستورات بکڈپو ہی ایسی ہے جہاں پر زنانہ لٹریچر کی بہت سی کتابیں تیار کی گئی ہیں اور کئی زیر طبع ہیں مسز محمد احمد صاحبہ انصاری مرحومہ جنکو کہ مشہور اور دلچسپ نایاب قلم باغبان ہے کئی مرتبہ کی تصنیف کردہ کئی دلچسپ نایاب قلم ہیں ان کو ضرور منگوا کر پڑھئے۔

کرنل لطافت حسین خاں کی بہترین اور سچا دلچسپ قصہ "انتقام فطرت" ہے

جوہر حسینی صاحب ایم اے کی "تاریخی ناول بغداد کا چاند" دیکھئے۔ زنانہ لٹریچر کی فہرست معہ قیمت حسب ذیل ہے۔

بغداد کا چاند۔ ایک مشہور اور تاریخی ناول قیمت ۱۲؍

انتقام فطرت:۔ مصنفہ کرنل لطافت حسین سچا افسانہ دیکھنے کے لائق قیمت چار آنے ۴؍

نورالدین جہانگیر:۔ جہانگیر کے زمانہ کا انصاف پسند نظارہ دیکھئے مصنفہ مولوی مشتاق حسین خاں قیمت ۱؍

بھابی جان:۔ مصنفہ ایم اے فریدہ ایک نصیحت آموز ڈرامہ قیمت ۲؍

سلمہ:۔ مصنفہ ایم اسلم بہترین نصیحت آموز نماز روزہ کی ہدایت کرنے والا قیمت ۲؍

سوزنا مصنفہ مسز محمد احمد انصاری مرحومہ نصیحت آموز ڈرامہ قیمت ۲؍

کسان کی لڑکی:۔ ایک مرتبہ دیکھکر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا مصنفہ مسز انصاری صاحبہ قیمت ۴؍

اختر آرا بیگم۔ مصنفہ مسز محمد احمد انصاری۔ کچھ مستورات میں شائع ہو چکا ہے اخلاق و ہنرمندی و نیک چلنی کے بہترین نظارہ دکھائے ہیں۔ منگوائیے مصنفہ مسز انصاری صاحبہ قیمت ۸؍

آنکھوں کی حفاظت:۔ مصنفہ ڈاکٹر حبیب احمد خان لودی قابل دید کتاب اس رسالہ میں آنکھوں کی حفاظت کے لئے پوری باتیں دی ہیں قیمت ۲؍

گھریلو دوائیاں

آنکھوں کی حفاظت: مدھم یعنے کمزور روشنی میں ہرگز ہرگز نہ لکھو نہ پڑھو۔ اور نہ کوئی ایسا کام کرو جس میں نظر بہت لگانی پڑے۔ کیونکہ اس سے آنکھیں بہت تھک جاتی ہیں۔ اور چونکہ ایسی روشنی میں جبتک کتاب کو آنکھوں کے قریب نہ رکھا جاوے پڑھا نہیں جا سکتا۔ اس سبب سے علاوہ دوسرے نقصانوں کے انسان نزدیک نظری کا عادی ہو جاتا ہے۔

یعنی اسکی بصارت ایسی کمزور ہو جاتی ہے کہ دور کی چیزیں اُسے دکھائی نہیں دیتیں غرض کمزور روشنی میں پڑھنا لکھنا نہایت ہی مضر ہے۔ افسوس ہے کہ مدارس بعد کے کمرے ایسے بنے ہوئے ہیں کہ ان میں سویرے کو بہت جلد (خاصکر موسم سرما میں) روشنی مدھم پڑجاتی ہے آنکھوں کو بہت تیز روشنی سے بچاؤ بہت تیز روشنی خاصکر جب آنکھوں پر اچانک آن کر پڑے تو بہت ہی نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر تم بے خبر بیٹھے ہوئے ہو اور سامنے سے کوئی دوسرا آدمی آئینہ کے ذریعہ سے روشنی کی تیز شعاعیں دفعتاً تمھارے اوپر ڈالے تو آنکھیں کیسی چکاچوند ہو جاتی ہیں۔ اور طبیعت کیسی گھبرا جاتی ہے۔ یہی تیز روشنی جب ایک عرصہ تک آنکھوں پر اثر کرتی ہی تو بصارت کو سخت نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ تو تمھارا روزمرہ کا مشاہدہ ہوگا کہ جب صبح کو سوکر اٹھتے ہو تو فوراً آنکھیں کھولکر دیکھنے نہیں لگجاتے۔ بلکہ کچھ دیر مستاتے ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے۔ تب جاکر نظر جمانے کے قابل ہو جاتی ہے۔

باورچی خانہ

لال مرچ اور لہسن کا علیحدہ اچار نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ آموں کے اچار میں ڈالدیا جاتا ہے۔ مرچیں ثابت اور لہسن کی پھانکیں چھیلکر ڈالی جاتی ہیں۔

کشمکش ۔چھوہارا۔ بانس۔ سیاہ مرچ۔ پیاز۔ بیر۔ کروندا۔ گوبھی۔ وغیرہ اشیاء کا اچار عرق لیموں یا سرکہ میں ڈالا جاتا ہے۔ جسکی ترکیب بالکل سادہ ہے لیجئے سرکہ یا عرق نعناع یا عرق لیموں کو بوتل میں ڈالکر اشیاء مذکورہ بالا میں سے جسکو چاہو اسمیں ثابت ڈالدو اور بقدر ذائقہ نمک بھی ڈالدو۔ ۲-۳ روز میں اچار تیار ہوجائے گا۔ چھوہارا چونکہ جلد گل جاتا ہے اسلیئے اسکو جلد استعمال کرلینا چاہیئے لہسن جو ایسے کام میں لایا جاتا ہے وہ بالکل ہرا اور کچا نرم ہونا چاہیئے جسمیں ابھی ریشہ نہ پڑا ہو۔ لال مرچیں بھی اسی اچار میں بڑی عمدگی سے ڈالی جاتی ہیں۔

لیموں کا اچار :۔ تیل میں اس کا اچار آم کیطرح ڈالا جاتا ہے اور سرکہ یا خود اس کے عرق میں پیاز کی طرح ڈالتے ہیں۔

شلغم اور گاجر کا اچار :۔ ان دونوں کا اچار گو الگ الگ ڈالا جاتا ہے۔ مگر ترکیب دونوں کی ایک ہی ہے۔ عمدہ گاجریں لیکر ان کے قتلے کر ڈالو اور نمک و قدرے مرچ لال رائی چھڑک دو اور برتن کا منھ قدرے بند کرکے دو تین روز رکھ چھوڑ دو جب کچھ کھٹاس پیدا ہوجاوے تب قدرے اور پانی ملادو۔ چند روز میں یہ پانی نہایت تیز ہوجاوے گا۔ اگر اچار کو خشک رکھنا ہو تو پانی مت ڈالو۔ بالکل اسیطرح شلغم اور مولیوں کا اچار ڈالا کرتے ہیں۔

جام جہاں نما

(از مسٹر آصف علی بیرسٹر ایٹ لا (دہلی)

وزیری لیڈر فقیر صاحب ایپی کے حالات

فقیر ایپی کا پورا نام حاجی مرزا علی خان صاحب آف ایپی ہے ان دنوں وزیرستان میں اسے سب سے زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہے۔ مرزا علی ٹوچی ایجنسی (ضلع وزیرستان میں) واقع موضع ایپی میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ضلع بنوں کے کسی مقام پر تعلیم پائی۔ بنوں میں کئی لوگ ایسے ہیں جو ذاتی طور پر اسے جانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اُسے دیکھا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ فقیر ایپی کا قد میانہ ہے ڈاڑھی چھوٹی اور رنگ زرد وہ انتہائی خاموشی پسند ہے اسے دیکھنے پر یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کوئی سپاہی ہے۔ کیونکہ وہ دیگر وزیریوں کی طرح بندوق اپنے پاس نہیں رکھتا۔ وہ اپنا زیادہ وقت خدا کی یاد میں بسر کرتا ہے۔ اسکی عمر کے متعلق لوگوں کے مختلف بیانات ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسکی عمر ۴۵ سال کی ہے اور بعض کہتے ہیں ۵۴ سال کی۔ لیکن شکل وصورت سے وہ ۵۴ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتا ہے۔

خیال ہے کہ اُس نے ایسے آدمی بھی اپنے پاس رکھے ہیں جنکی شکل وصورت اس سے ملتی جُلتی ہے۔ کئی بار یہ سننے میں آیا کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر دیکھا گیا۔ ان پڑھ اور نیم تعلیم یافتہ لوگ اُسے ولی سمجھتے ہیں۔

اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ معجزے کر سکتا ہے اس کے معجزوں کے متعلق افسانے وزیرستان کے طول وعرض اور زبان زد عام ہے۔

ایک بیان یہ ہے کہ وہ اسوقت پیدا ہوا جبکہ ٹوچی ایجنسی قائم کی گئی اور اُس نے برطانوی قبضہ

کے ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیئے ۱۸ روز تک اپنی ماں کا دودھ نہ پیا یہ کہانی کسی قدر مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ وزیرستان میں کئی لوگ اسے درست مانتے ہیں۔ اس کے بچپن اور لڑکپن کے متعلق کہانیاں بڑی عجیب وغریب ہیں سنہ ۱۹۳۶ء میں اسے شہرت حاصل ہوئی جبکہ اس نے صوبہ سرحد کی کانگریس تحریک سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے وزیرستان میں تحریک شروع کی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دل ودماغ کی غیر معمولی خوبیاں رکھتا ہے۔ اور پیدائشی لیڈر ہے۔ گو سپاہی نہیں۔ لیکن اس کے پاس ایسے تجربہ کار سپاہیوں کا گروہ ہے جو گوریلا جنگ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ایک بیان کے مطابق اس کے سپاہیوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ نہیں۔ لیکن وزیرستان اور نواحی علاقوں میں اسے اسقدر اثر ورسوخ حاصل ہے کہ وہ قلیل عرصہ میں بھاری لشکر جمع کر سکتا ہے۔ وہ لوٹ مار، اغواء اور قتل کے خلاف ہے اور اس نے اس بارہ میں اپنے پیروؤں کو سخت ہدایات دے رکھی ہیں اگر کوئی شخص ان ہدایات کی خلاف ورزی کرے تو اسے سخت جھاڑ بتائی جاتی ہے یا اس کے خلاف سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس اسلحہ بارود اور رسد کی بھاری تعداد ہے۔ بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ اس کے طاقتور حامی ہیں اور کہ وہ اٹلی وغیرہ سے کارتوس منگواتا ہے۔ اسکی کرامات اور معجزوں کے متعلق اسقدر قصے مشہور ہیں کہ بعض اوقات یہ بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ کوئی فرضی شخصیت تو نہیں ہے۔

مثلاً عام طور پر خیال پایا جاتا ہے کہ جب کبھی وہ انگریزی فوجوں کے نرغہ میں آجاتا ہے تو قدرت کے عناصر اسکی امداد کرتے ہیں اسکی طرف سے لڑتے ہیں اور نہ ہی بم اور نہ ہی مشین گنوں کی گولیاں اسپر اثر کرتی ہیں۔ جاسوس عطر میں زہر ملا کر لاتے ہیں۔ لیکن فقیر ایپی کو اپنی روحانی قوت پر کامل بھروسہ ہے۔

بزم مستورات

مکرمہ محترمہ ایڈیٹر صاحبہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بکڈپو میں کوئی کتاب دستکاری نمونوں کی ہے کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ اس کتاب میں کتنے نمونے ہیں اور کیا قیمت ہے۔ براہ کرم اس کا جلد جواب دیجئے گا تاکہ میں بہت جلد منگوا لوں۔

خاکسار جہاں آرا

پیاری اڈیٹر صاحبہ۔ بعد آداب کے عرض ہے کہ میری لڑکی جس کی عمر ۱۰ برس کی ہے۔ قریب ایک سال سے بیہوشی کے دورہ کے مرض میں مبتلا ہو گئی ہے۔ میں کئی مرتبہ اس کو دورے اٹھتے ہیں۔ اور کئی کئی گھنٹہ بے ہوش رہتی ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہسٹریا ہے۔ ہسٹریا کا بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ براہ کرم کوئی بھائی یا بہن کوئی ایسی دوا بتلائیں جس سے میری بچی اچھی ہو جائے

خاکسار والدہ جمیلہ

محترمہ رضیہ بیگم کی خدمت میں گذارش ہے کہ کشیدہ کاری گلدستہ مستورات تیار ہو چکی ہے۔ اور اسکی قیمت ۸ روپے فی کتاب ہے ہر قسم کے نمونے اس میں موجود ہیں

اڈیٹر

پیاری اڈیٹر صاحبہ۔

بعد آداب کے عرض ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپکی بکڈپو میں گلدستہ مستورات کے نام سے ایک کتاب کشیدہ کاری کے نمونوں کی چھپی ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ کتاب تیار ہو چکی ہے یا نہیں۔ اگر تیار ہو گئی تو اسکی قیمت کیا ہے۔

خاکسار رضیہ

موسم

۹ر اپریل۔ سات بجے صبح آجکل گرمی و سردی میں آخری کشمکش ہو رہی ہے۔ صبح کو خوشگوار ٹھنڈی ہوائیں لوریاں دیتی ہیں۔ صبحدم نسیم نکہت بیز کے روح پرور جھونکے چلتے ہیں تو دماغ میں از سر نو تری و تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہی تو اعجاز بہار ہے ع

بہار آئی ہے، رت بدلی ہے غنچے مسکراتے ہیں + ہوا جنگل میں منگل کھیت ہرے لہلہاتے ہیں

پرندے آشیانوں میں خوشی سے چہچہاتے ہیں

۲ر اپریل سات بجے صبح آج خنکی نہیں بلکہ اچھی خاصی سردی ہو رہی ہے۔ سردی جان کی باسی کڑھی میں اُبال آ رہا ہے۔ غالباً کہیں اولے پڑے ہیں۔ مطلع صاف، صبح دلکشا اور فضا شگفتہ ہے، ہوا سنک رہی ہے اور نسیم سحرگاہی کے خوشگوار مگر چٹکیاں لینے والے جھونکے نکہت بیزیاں کرتے ہوئے چل رہے ہیں۔ فصل بہار ہے۔ دنیا کی ہر چیز میں از سر نو روح پیدا ہو رہی ہے اور ابھی کیا ہے چند روز میں دیکھ لیجئے گا کہ کائنات کیا رنگ لاتی ہے۔ کیونکہ ؎

بارگاہِ حق سے حکم کن فکاں ہونے کو ہے   یہ جہان کاف دلوں پھر سے جواں ہونیکو ہے
از سر نو ہوگی تکوینِ قوانین حیات   شیوۂ پارینہ بے نام و نشاں ہونیکو ہے

۳ر اپریل۔ سات بجے صبح مطلع ہمارے دل کی طرح سے بالکل صاف ہے۔ صبح روشن اور فضا شگفتہ ہے۔ بادِ صبا کے نکہت بیز جھونکے مصروف خنک خرامی ہیں۔ جس طرف دیکھو کائنات کا رنگ بدلا اور نکھرا نظر آتا ہے ذوق نظارہ چاہیئے دیکھنے والے کو ہر چیز میں کسی کا جمال جہاں آرا دکھائی دیتا ہے۔ بقول حضرت سیماب ؎

جب سے وہ جلوۂ ہمہ گوں جان و تن میں ہے   ہر انجمن کا رنگ میری انجمن میں ہے
قدرت میں ہو اگر ہمہ گیری خیال کی   خلوت میں بھی وہی ہے جو کچھ انجمن میں ہے

بغداد کا چاند

رجسٹر نمبر ۵۸۲ ے

اغراض ومقاصد

ا ۔ ہندوستان کی نسوانی صحافت کو بلند کرنا ۔

۲ ۔ ہندوستانی تعلیم یافتہ خواتین میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ ساتھ مذہبی احساس پیدا کرنا ۔

۳ ۔ ہندوستان کی وہ بُری رسوم جو مسلم خواتین میں غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہو گئی ہیں ۔ انھیں دور کرنا ۔

۴ ۔ مشہور مسلمان بیبیوں کے سوانح حیات پیش کرنا جن سے موجودہ نسل میں حرکت اور جوش عمل پیدا ہو

۵ ۔ عمدہ اخلاقی دلچسپ فسانہ ۔

۶ ۔ بچوں کی تربیت کے صحیح اصول پر بہترین مقالے لکھنا

۷ ۔ ہندوستان شریف بیبیوں کی طرز زندگی اور گھروں کی اصلاح کرنا

۸ ۔ مختلف دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کی ترویج کرنا ،

۹ ۔ رسالہ کی ہر اشاعت میں کشیدہ کاری کے بہترین نمونے پیش کرنا ۔

۱۰ ۔ حفظان صحت پر آسان اور بہترین مضامین لکھنا ۔

۱۱ ۔ حقوق و مفاد نسواں کی حفاظت کرنا ۔

قواعد وضوابط

(۱) "مستورات" ہر انگریزی مہینے کے وسط اور پہلے ہفتے میں شایع ہوگا (۲) ، سالانہ چندہ عام خریداروں سے مع محصول ڈاک ہے ، مُدہ سالہ سے صہ اور بیرون ممالک سے پچیس روپے غیر مستطیع طالبعلموں سے بشرط تصدیق عاہ (۳) مستورات میں عشقیہ غزلیں شایع نہ ہونگی ۔ البتہ پاکیزہ نظمیں اور عمدہ مضامین شکریئے کے ساتھ شایع لئے جائیں گے (۴) سیاسی مضامین اور دل آزار تحریریں کسیطرح بھی قابل قبول نہ ہونگی (۶) ، جواب طلب امور یا مضمون کی واپسی کیلئے ٹکٹ آنا ضروری ہے (۷) ، مضامین نظم و نثر میں ایڈیٹر کو ترمیم و اصلاح کا پورا حق ہوگا (۸) ، تین خریدار دینے والی خواتین اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ چھ مہینہ تک مفت جاری رہیگا اور پانچ خریدار دینے والے اصحاب کی خدمت میں رسالہ ایک سال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہیگا ، اور دس خریدار دینے والے بزرگ و معزز خواتین رسالے کی معاون سمجھی جائیں گی اور رسالہ بھی ایک سال تک بلا قیمت بھیجا جائے گا (۹) ترسیل زر ہمیشہ ایڈیٹر کے نام ہونی چاہیئے ۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمائش	ایک مرتبہ	تین اشاعت	چھ اشاعت	بارہ اشاعت
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ : فحش اور مخرب اخلاق اشتہارات شایع نہ کئے جائیں گے ، اجرت اشتہار پیشگی لیجائیگی ، زیادہ مدت کیلئے خط وکتابت سے اجرت طے کر لیجئے

منیجر رسالہ مستورات " پریڈ کان پور ! "

ٹائٹل پیج کے اندرونی صفحات پر فی اشاعت چھ روپیہ فی صفحہ ۔ (صفیہ بیگم)

پرنٹر و پبلشر نے اپنے مستورات پریس کانپور میں چھپوا کر دفتر رسالہ مستورات کانپور سے شایع کیا ۔

ہندوستانی بہنوں کا اخلاقی، مذہبی، تعلیمی و تمدنی

پندرہ روزہ

مستورات

مدیرہ
حبیب بلقیس بیگم

قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

جلد ۱ سنہ ۱۹۴۱ء نمبر

نمبر سلسلہ	نام مضمون	نام مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	مستورات سے	ایڈیٹر	۲
۲	پیغمبر اعظم	حضرت ابوالاسرار رفیقی	۴
۳	مہمانی اور میزبانی	ہمشیرہ مقبول احمد	۷
۴	تصویرات		۹
۵	رباعی	از جناب امتیاز علی خاں صاحب صفت گونوی	۱۲
۶	ماں کا خط بیٹی کے نام	ایک ماں	۱۷
۷	بچپن کی شادی	مسز اینی بیسنٹ	
۸	پیڑے و مونا	جمال آرا بیگم	
۹	منشی فاضل کا امتحان	ثریا جبیں	
۱۰	بزم مستورات		
۱۱	دسترخوان		
۱۲	دستکاری		
۱۳	متفرق		

مستورات سے

پندرہ جنوری کا پرچہ حاضر خدمت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ سنہ ۱۹۴۱ء کا دوسرا پرچہ ہے گذشتہ پرچہ میں گو کہ تاریخ اور صفحہ وغیرہ بالکل غلط تھے۔ مگر پرچہ شایع نہیں ہوا تھا میں نے تو اب مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جس طرح بھی ہوگا مستورات کو برابر نکالا کرونگی۔ مولوی صاحب کے فتوی ضرور بہنوں کی نگاہ سے گذرے ہوں گے۔ فرمائیے کیا رائے قائم کی ہے مولوی صاحب کی رائے ٹھیک ہے یا میرا لکھنا۔ یہ ضرور ہے کہ علم حدیث و فقہ میں میں مولانا کی برابری نہیں کر سکتی مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ ہمارے پاک مذہب اسلام میں عورتوں کا جتنا مرتبہ و حقوق و عزت ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے اور اسلام نے ہرگز عورتوں کو ناقص العقل کا خطاب نہیں دیا۔ خیر اب میں بہنوں کی رائے کی منتظر ہوں۔

ایکی مرتبہ ۲۵ و ۲۶ دسمبر کو آل انڈیا انجمن ترقی اردو کے دوسرے سالانہ جلسہ کی کانفرنس کانپور میں ہوئی۔ اور اس کے صدر فخر قوم عالیجناب سر عبد القادر بالقابہ تھے اور استقبالیہ کمیٹی کی پریسیڈنٹ بیگم صاحبہ اعزاز رسول تھیں۔ اسی کانفرنس کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا مشاعرہ بھی ہوا۔ جس کی صدارت عالی جناب نواب جمشید علی خاں صاحب آف باغپت نے فرمائی دو دن کانپور میں بڑی چہل پہل رہی۔ میں بھی دو دن برابر اجلاس و مشاعرہ میں شریک ہوئی۔ بیرونجات سے بہت سے شعرا تشریف لائے تھے۔ مگر افسوس کہ حضرت جوش ملیح آبادی۔ حضرت جگر مرادآبادی اور حضرت ساغر نظامی بوجوہ چند نہ آسکے مگر صوبہ اور شہر کے بہت سے مخلص اور علم دوست بھائیوں سے ملاقات کی مسرت حاصل ہوئی۔ مشاعرہ اور کانفرنس بہت کامیاب رہے مگر افسوس کہ مشاعرہ میں دو ایک کالج کے طلبا نے خواہ مخواہ کا شور غل مچا کر اکثر شعرا پر آوازے کس کر بزم مشاعرہ میں غیر دلچسپی پیدا کر دی۔ لیکن مشاعرہ پھر بھی کامیاب رہا

یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ اس کانفرنس کا بانی کون تھا؟ اس کے بانی ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب قبلہ ہیں۔ جنھوں نے اردو کی خدمت میں اپنی زندگی ختم کردی۔ اور یہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اردو کو اور اردو کانفرنس کو اتنا کامیاب دیکھتے ہیں۔

مولوی صاحب قبلہ مجھے معاف کریں اگر میں ان سے کچھ عرض کروں وہ یہ کہ مولوی صاحب قبلہ کو یہ تو ضرور معلوم ہوگا کہ ہمارے

طبقہ نسواں میں بھی چند ہستیاں ایسی ہیں جو ادیبہ اور شاعرہ ہیں۔ ایسے نادر موقع پر جبکہ ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں سے صاحبان تشریف لائے تھے۔ تو طبقہ نسواں کی طرف کیوں نہ توجہ کی گئی۔ تاکہ ہماری بہنیں بھی کانفرنس اور مشاعرہ میں شریک ہو کر محظوظ ہوتیں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ مولوی صاحب قبلہ اس بزم میں مستورات کی طرف بھی توجہ کر کے انھیں مدعو کریں گے

آخر میں دعا ہے کہ پروردگار عالم مولوی صاحب قبلہ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔ جس سے یہ اردو کا چمن آباد رہے۔
ماہر القادری صاحب حیدرآبادی مشاعرہ میں تشریف لائے تھے، صاحب موصوف نے ایک بہت اچھا سلام پڑھا تھا میں صاحب موصوف سے استدعا کروں گی کہ مستورات کے واسطے وہ اگر سلام عنایت فرمادیں تو عنایت ہوگی اور ہمیشہ کے لئے بھی گذارش ہے کہ وہ مستورات کو نہ بھولیں۔
انجمن ترقی اردو ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کا صرف یہی ایک مقصد ہے کہ زبان اردو کو ترقی ہو۔ اور اردو کل ہندوستان کی زبان ہو جائے۔ مولوی صاحب قبلہ کی خدمت ایک اور عرض ہے کہ جس طرح جناب نے مردوں کے واسطے کتابیں تیار کی ہیں اسی طرح اگر عورتوں اور بچیوں کے واسطے بھی ان کے مذاق اور دلچسپی کی کتابیں مرتب کر کے یا کرا کے اس سلسلہ کو بھی شروع کر دیں تو نہایت اچھا اور مفید ہو۔ تاکہ فرقہ نسواں اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھے۔ میرے خیال میں ہم سب کو مل کر مولوی صاحب سے پر زور اپیل کرنا چاہیئے۔ اور ہر زنانہ رسالہ اور اخبار کو بھی مولوی صاحب سے استدعا کرنی چاہیئے۔ میرے خیال میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ عورتیں بھی اس انجمن کی ممبرن کر شراکت حاصل کریں۔ اور سب سے پیشتر میں اپنا نام پیش کرتی ہوں اور مولوی صاحب قبلہ کی خدمت میں التماس کرتی ہوں کہ انجمن کے پراسپکٹس بھیج کر مجھے ممنون فرمائیں۔ تاکہ میں اپنی ممبری کا چندہ ارسال کروں۔ آخر میں میں یہ بتانا چاہتی ہوں۔ کہ انجمن ترقی اردو کا صدر دفتر پہلے اورنگ آباد دکن میں تھا اور اب دہلی میں ہے۔ اور دہلی میں مولوی صاحب انجمن کی اپنی عمارت بنوانا چاہتے ہیں۔ جس کے واسطے صاحب موصوف نے ایک فنڈ تعمیر انجمن ترقی اردو کے نام سے کھولا ہے اور ایک روپیہ سے لیکر حسب حیثیت ہر شخص یا ہر بہن دے سکتے ہیں۔
اگر اس کے متعلق کوئی صاحب کچھ دریافت کرنا چاہیں تو اس پتہ دریافت کرلیں۔ جناب عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو۔ دہلی

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

(از ابوالاسرار رمزی۔ اٹاوی۔ جودھپور)

اسوۂ حسنہ کا تصور

اثرِ تصورِ پاک سے، کسی نوبہارِ جمال کے
طبقاتِ مطلعِ نور ہیں، کرۂ جہانِ خیال کے

چمنِ حیات میں تازگی، نفس و نظر میں بہار ہے
ہے عیاں تبسمِ زندگی، وہ بہار ہے وہ نکھار ہے

مرے تن میں روح و دماغ میں کہ سرود و نمو کی باغ ہیں
جو نفس نفس میں ہے بانسری تو نظر نظر میں چراغ ہیں

وہ معلمِ عرب و عجم، کہ جہاں پہ جس نے کیا کرم
وہ امیرِ قافلۂ اُمم، مری روح جس کے تہِ قدم!

میں اسی کا زمزمہ گاؤنگا، میں اسی کا حال سناؤنگا
جو حیاتِ پاک کا عکس ہے وہ نظارہ تم کو دکھاؤں گا!

خلقِ عظیم

زنِ بولہب کا شعار تھا یہ ردیہ لیل و نہار تھا
رہِ مصطفٰے میں بکھیرنا خس و خار اس کا شعار تھا!

وہ کسی مرض میں تھی مبتلا گئے دیکھنے اسے مصطفٰے
بکشادہ خاطری یہ کہا "کرے تندرست تجھے خدا"!

کسی دشمنِ سیہ بخت نے کیا وار جسمِ حضور پر
اسے اپنے قبضہ میں کر لیا وہیں تیغ چھین لی دفعۃً کر

یہ کرشمہ دیکھ کے ڈر گیا، وہ دفورِ رعب سے گر پڑا
یہ عدو کے ساتھ سلوک تھا کہ حضور نے نہ عوض لیا،

حلم و نمونۂ تبلیغ

کبھی اوجھڑی اونٹ کی لا کے ڈالی بوقتِ سجدہ گردن پاک پر
کبھی چہرہ خون میں بھر دیا، تو گرا دیا کبھی خاک پر

وہ جفا و جور وہ آفتیں، نئی روز روز شرارتیں
وہ مصیبتوں پہ مصیبتیں، وہ اذیتوں پہ اذیتیں

یہ تمام ظلم سہے مگر، کبھی قوم کو نہ برا کہا
نہ نزولِ قہر کی آرزو نہ دعائے بد کا خیال تھا

یہ نبیؐ کی سیرتِ پاک تھی یہ نبیؐ کا خلقِ عظیم تھا
جو خیال میں بھی نہ آسکے وہی ان کا لطفِ عمیم تھا

شخصیت و صفات

وہ وجیہہ تھے وہ عفیف تھے، وہ حلیم تھے وہ جمیل تھے!
وہ مجاہدوں کے امام تھے وہ مشیر تھے وہ عقیل تھے

وہ سخی بھی تھے وہ جری بھی تھے وہ ذکی بھی تھے وہ ذہین تھے!
وہ کریم تھے وہ شجیع تھے وہ خطیب تھے وہ امین تھے

حوصلہ، حکومت، جہاد اور زندگی

کبھی قافلوں میں شریک تھے کبھی تاجروں کے ہجوم میں
کبھی معرکوں میں وہ جلوہ گر کہ ہو چاند جیسے نجوم میں

وہ ستارگانِ سحر کی ضو میں جھکا ہوا سرِ عبدیت
جبلِ حرا کی نشیب میں وہ طویل سجدہ محویت

شب و روز شغلِ پیمبری وہ مجاہدات و بندگی
بڑے اہتمام کی سلطنت بڑے سوز و سازکی زندگی

نہ فراعنہ سے ڈرے کبھی نہ جبابرہ سے دبے کبھی
رہے حق و کفر کے معرکے نہ مقابلے سے ہٹے کبھی

کارنامے

وہ در و کاخِ کفر ہلا دئے، سرِ پُر غرور جھکا دئے
جو فجور و فسق سے تھے بھرے وہ رواج سارے مٹا دئے

قدمِ حضور پہ سب جھکے نہ صنم رہے نہ صنم کدے
نہ دلوں میں شیوۂ آذری نہ دماغِ کفر میں بت رہے

نہ وہ پتھروں کے خدا رہے نہ وہ نقش لات و منات کے
یہ کسی کی سیرتِ پاک تھی یہ تھے کارنامے حیات کے

فطانت

کسی مدرسے میں پڑھے کبھی نہ وہ جامعے میں گئے کبھی
مگر اس پہ ان کا یہ حال تھا کہ تھے روحِ قدس کے جانشیں

جو نکات زیرِ نظر رہے نہ تمام عمر سلجھ سکے — انھیں ایک لمحے میں حل کیا جنھیں فلسفی نہ سمجھ سکے

معجزات

کسی راہ سے جو نکل گئے تو ہوا الٹی سے مہک اٹھی — شجر و حجر نے کیا ادب تو جبین فلک کی بھی جھک گئی
کبھی عطر اڑتا مکاں سے کبھی جگنو نکے نور سے! — جو صحابہ آپ کو ڈھونڈتے تو فضائے مشکبو سو نکھتے
کبھی مسکرا دیئے زیرِ لب تو فضائیں روشنی ہو گئی! — جو خدا کے خوف سے رو پڑے تو جہاں میں تیرگی ہو گئی

تجلیِ عرفان وحکمت

کھلے راز ہائے نہفتہ کی جو کسی نے آپ سے گفتگو — زہے خوش نصیب وہ زندگی جسے تھی نصیب یہ آبرو
وہ حریم قدس کی جلوہ گاہ میں مستجاب ہی ہو گیا — جو کسی پہ کی نگہِ کرم تو وہ کامیاب ہی ہو گیا!

روحِ کونین

نہ تجلیوں میں بہا تھی نہ فروغ رنگ وبہار کو — لگے چار چاند حضورؐ سے حرمِ خدا کے وقار کو!!

ضرورتِ رشتہ

ایک سید صاحب سنی مذہب عمر ۳۲ سال کے واسطے ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ صاحب موصوف ایک اچھے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ مگر کچھ پڑھی لکھی امورِ خانہ داری اور سینے پرونے میں بھی خاص واقفیت رکھتی ہو۔ خط وکتابت صیغۂ راز میں رکھی جائیگی

سید قاسم علی صاحب جنرل مرچنٹ نرسنگھ پور۔ سی پی

مہمانی اور میزبانی

مہمانی اور میزبانی کی خوبیاں اور برکتیں ایسی صریح اور صاف ہیں کہ ان کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے لہذا میں نے چند بہنوں میں کچھ عادتیں دیکھی ہیں۔ اس لئے کچھ بیان کرنا چاہتی ہوں آپس میں ارتباط اور محبت بڑھانے کے واسطے یہ رسم بہت موثر ثابت ہوئی ہے اس رسم سے غیر بھی اپنے ہو جاتے ہیں اور جاری نہ رہنے سے قریب ترعزیزوں کی قدرتی محبت میں کمی آجاتی ہے بس جو شئے اس قدر مفید ہو مناسب ہے کہ وہ ہر ایک کرے لیکن جس طریقہ پر اس زمانے میں ہم لوگوں میں مہمانی اور میزبانی ہوتی ہے وہ کچھ مفید نہیں بلکہ اعتراض کے قابل ہے اور شبہ نہیں کہ موجودہ رسم و رواج کے سبب سے اکثر اوقات مہمان اور میزبان دونوں کو تکلیف ہو جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہماری بہنیں موجودہ طریقہ مہمانی اور میزبانی پر اور جس قدر اصلاحیں اس میں ممکن ہوں عمل میں لادیں۔ اب میں ان باتوں کو بیان کرنا چاہتی ہوں جو مروجہ طریقہ مہمانی اور میزبانی پر قابل اعتراض ہے سب سے بڑی غلطی جو اکثر مہمانوں کی طرف سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے میزبان کو پہلے سے اپنے آنے کی خبر نہیں کرتے حالانکہ اس بے خبر وارد ہونے سے میزبان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اور خود مہمان کو بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے علاوہ ازیں اس طرح بے خبر کسی کے مکان پر وارد ہونا خلاف تہذیب بھی ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ گھر والے کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں تو مہمان نو کی آمد ہوتی ہے اور اس وقت ایک تازہ تشویش پیش ہوتی ہے ادہر تو کھانے کا کچھ سرانجام نہیں ہوتا اور ادہر یہ خیال ہوتا ہے کہ مہمان کے واسطے کھانے میں کچھ دیر نہ ہو اور اگر کبھی رات کو بے وقت یہ مہمانداری پیش آگئی تو زیادہ مصیبت پیش آجاتی ہے۔ ۱۱ بجے ہوئے ہیں پچھلا پہر ہے سب لوگ اپنے آرام کی نیند لے رہے ہیں کہ یکایک دروازہ سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں "کواڑ کھولو، کواڑ کھولو" پھر سونے والے ایسے غافل سوتے ہیں کہ مشکل سے جاگتے ہیں۔ یہ دروازہ بہت فاصلہ پر ہے میں ایسی صورت میں بے اطلاع آنے والے مہمان گھنٹوں پکارتے ہیں اور چلاتے چلاتے اور کواڑ کھٹکھٹاتے اور زنجیر بجاتے گذر جاتی اور جب ان تمام مشکلات کے بعد کواڑ کھلے اور صاحب خانہ کو بھی بڑی بے لطفی کے ساتھ جگایا گیا تو خیال کرنا چاہئے کہ اس غریب پر اس وقت کیا گذرتی ہوگی پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ مکان مختصر ہے یا اس میں اور پہلے سے مہمان فروکش ہیں اور مکان میں زیادہ جگہ نہیں ہے یا وہ خود کسی ایسی تشویش میں ہے کہ اس کو اپنے مہمان سے باطمینان ملنے کی فرصت نہیں ہے ان تمام باتوں کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اپنے

آنے کی اطلاع بھی حتی الامکان کردیں کبھی اس بے اطلاع آنے کا یہ بھی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ مکان پر نہیں ملتا اور زیادہ افسوس اس وقت ہوتا ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی وہ بھی آپ کے تشریف لانے سے تھوڑی دیر پہلے فلاں مکان کی طرف روانہ ہو چکی ہیں پھر کیسی حسرت کے ساتھ وہاں سے واپس جانا ہوتا ہے اور یہ کافی سزا ہے جو بلا اطلاع آنے کی اس وقت آنے والے کو مل جاتی ہے اس بے خبر آنے کے علاوہ اور بھی خرابیاں بیان کرنے کے لائق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض میزبانوں کے مزاج میں اس قدر تکلف ہوتا ہے کہ ان کا مہمان بھی تنگ آجاتا ہے ان تکلفات کی وجہ سے کھانا اکثر دیر میں ملتا ہے اور تکلیف ہوتی ہے۔ ۲
اور میزبان کو زیادہ عرصہ تک اپنے عزیز مہمان کا قیام ناگوار معلوم ہونے لگتا ہے اور اس کے آنے کی ساری خوشی اس تکلف کی بدولت جاتی رہتی ہے۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

عزیز بہنو! میرا یہ مطلب نہیں کہ اپنے دوستوں کی مہمانی کے زمانے میں ان کی خوشی خاطر کے لئے مطلق توجہ نہ کی جائے بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ کیا جائے ایسے اعتدال سے کیا جائے جو آئندہ نبھ سکے۔ اور مہمان کے قیام سے سوائے خوشی کے دوسری بات پیدا نہ ہو ختم مضمون پر اس آخری مصیبت کا تذکرہ البتہ مناسب ہے جو مہمان کو رخصت کے وقت "آمدن بہ ارادت و رفتن بہ اجازت" سے پیش آتی ہے مہمان نے اب ڈرتے ڈرتے صاحب خانہ سے رخصت چاہی مگر صاحب خانہ نے صاف انکار کردیا مہمان ہر چند منت کرتا ہے اور اپنی سخت ضرورتیں بیان کرتا ہے مگر صاحب خانہ راضی نہیں ہوتے المختصر یہاں تک اس مہمان کو تنگ کیا جاتا ہے کہ وہ سخت رنج میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اپنے آنے پر نہایت افسوس کرتا ہے اور نہ دیر دیرش بر جان درویش کہکر ٹھہرنے پر مجبور ہوجاتا ہے پھر کیا ایسا قیام فریقین میں کچھ محبت بڑھا سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ برعکس اس کے دل کو رنجیدہ کردیتا ہے اور کوئی سخت بے حیا مہمان ہوا اور نالائق ہے اس نے مشفق میزبان کے اصرار پر کچھ خیال نہ کیا اور سمجھانے والوں کی بات بھی نہ مانی اور چلنے کا ارادہ مصمم کرہی لیا تو یہ مجال کی طرح اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا کہ کھانا کھا کر جانا ہوگا۔ اب میں اپنی بہنوں سے اس طریق مہمانی اور میزبانی پر انصاف چاہتی ہوں اور دریافت کرتی ہوں کہ آیا یہ طریقہ اصلاح کے لائق ہے یا نہیں کیا ایسے برتاؤ کی حالت میں مہمان خوشی سے اپنے دوست کے پاس آنے کا ارادہ کرے گا یہ کونسی آدمیت ہے کہ اپنے عزیز مہمان کی تمام ضرورتوں کی طرف سے آنکھیں بند کرکے قیام پر جاہلانہ اصرار کیا جائے عصمت (ہمشیرہ مقبول احمد)

خیرات

خواہی کہ خدائے بر تو بخشد　　با خلق خدائے کن نکوئی　　(سعدی)

حالانکہ آدمیوں کے گرد و پیش بہت سی اشیاء ہیں۔ جو کہ ان کی خیرات کی محتاج ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مال و دولت کے حاصل کرنے یا کسی بے فائدہ چیز کا افسوس کرنے میں گزار دیتے ہیں۔ یا جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے وہ ظاہری طور پر تو دنیا کی برائیوں اور بدتہذیبیوں پر نہایت افسوس کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ باطن ان کا دل غرور اور نمائش کے خواب دیکھ رہا ہے یا کسی خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف رہتا ہے

اور باوجود ان باتوں کے ان کے پاس ہی مصیبت و تکلیف کی چیخ پکار سنائی دیتی ہے جس کو ان کے کان تو سنتے ہیں مگر ان کے دلوں پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ وہ اس کو ایک کان سنتے ہیں اور دوسرے کان اڑا دیتے ہیں۔ ان کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ ان کے آگے خیرات کے کتنے مصرف موجود ہیں۔ ان کو دیکھنا چاہئے کہ کتنے غریب مزدور ہیں۔ جو کہ اپنا پسینہ بہانے سے روٹی کماتے ہیں۔ کتنے غریب قحط زدہ مزدور ہیں اور کتنے مفلس کسان ہیں جو سارا دن اپنی ہڈیوں کو پیتے ہیں اور جب کہیں رات کو جا کر انھیں روکھی سوکھی روٹی نصیب ہوتی ہے۔ ان کو خیال کرنا چاہئے کہ کتنے ان کے ابنائے جنس ہیں۔ جو کہ غلامی کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں ان کو اپنے ہم قوموں کی کم علمی کا خیال کرنا چاہئے۔ غرضکہ یہ اور اور ایسی بہت سی برائیاں ہیں۔ کہ جن کی طرف اگر انسان توجہ کرے تو لازمی امر ہے کہ ان میں ضرور کوئی نہ کوئی اصلاح کر ہی دے۔ اگر انسان

صرف اسی بات پر غور کرے کہ ان میں سے کن باتوں کی کتنی اصلاح ہوئی ہے اور کتنی کی گنجائش باقی ہے۔ تو یقین ہے کہ وہ اس سے بھی بہت کچھ فائدہ پہونچائے۔ بہت سے ایسے بھی حضرات ہیں۔ جو یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ ٹھیک اور بجا ہے اور بہت کچھ نیکی کی گنجائش ہے۔ مگر صاحب یہ تو بتائیے کہ ہم کریں تو کیا کریں۔ کتنے کام کرنے کے ہیں۔ کہ ہمارا دماغ چکر میں آگیا۔ یہ ہی نہیں سمجھ میں آتا۔ کہ کس کو شروع کریں تو مجھ سے اس کا جواب سنئے۔ کیوں صاحب۔ کیا کوئی بھی انسانی کام نہیں۔ کیا کوئی بھی ایسی خدمت نہیں جس میں آپ کو دلچسپی ہو۔ اور کوئی بھی ایسا خیرات کا کام نہیں۔ جو کسی خاص حالات کے باعث آپ کے کرنے کے لائق ہو۔

اگر کوئی ہے تو جلد اس کو شروع کیجئے۔ اگر نہیں تو بھی آپ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرکے نہیں بیٹھ رہنا چاہئے۔ بلکہ آپ کوئی سا بھی خیرخواہی انسان کا کام لیں۔ اس پر سوچیں۔ اور غور کریں۔ پھر دیکھیں کہ وہ آپ کے دل کو لگتا ہے یا نہیں۔ دیکھو ہم کیسی سرسری نظر سے اس ملک کے نقشے کو دیکھتے ہیں جس کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔

درآنحالیکہ ہمیں اس ملک کا نقشہ دیکھنے میں جس میں ہم سفر کر چکے ہیں۔ نہایت دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ اگر کسی مضمون پر غور و خوض کریں گے تو یقین ہے کہ آپ کو اس سے ایک قسم کی دلچسپی اور انسیت ہو جاویگی۔ کئی لوگ اپنے اوقات شطرنج اور چوسر میں گذار دیتے ہیں۔ اور اپنی ساری توجہ کو اس کی طرف منعطف کر دیتے ہیں تو کیا انسانی ہمدردی کا مسئلہ پانسوں کے داؤں اور گھوڑے کی چال سے بھی کم دلچسپ ہے۔ بعض ایسے بھی اشخاص

کام کریگا۔ اس کو خاطر جمع رکھنی چاہیئے۔ کہ جب مواقعہ انھیں پیش بھی آئیں گے۔ تو بھی وہ ان سے فائدہ نہ اٹھائیگا۔ دنیادار آدمی کہہ سکتا ہے کہ کیا یہ نیکی کے کام آدمی کو اس کے فرائض منصبی سے (جیسے کہ وہ کہتے ہیں) نہ روکیں گے؟ میں اس کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ وہ کیوں روکیں گے یقیناً قدرت نے ہماری روزی کمانے کو ایسا مصروفیت کا کام نہیں بنایا۔ کہ کسی نیکی یا خیرات کے کام کی فرصت ہی نہ رہے۔ اگر ایسا ہو بھی تو اگر انسان اس وقت کو جو وہ خیالی پلاؤ پکانے یا سوچنے میں کہ لوگوں کی اس کی بابت کیا رائے ہے۔ صرف کرتا ہے۔ خالی کردے۔ تو اس کے پاس کافی وقت نیکی کے کام کرنے کے لئے ہو جائیگا۔

جانوروں کے ساتھ مہربانی کرنا بھی ایک خیرات کے استعمال کا عمدہ طریقہ ہے۔ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ جانوروں کی روح بھی ان کے جسم کے ساتھ ہی تلف ہو جاتی ہے اور یہ کہ وہ پھر زندہ نہیں ہوں گے۔ تو ان کی زندگی کی اس قلیل مدت ہی کو ان کے ساتھ حلم سے کام لینے کی سفارش کرنی چاہیئے۔ بیچارے غریب کیڑے پانی کی سطح پر ہیں۔ کون ایسا بے رحم ہوگا جو ان کے ناچ کو بے ضرورت بند کردیگا؟ ایسے ہی خیالات ہمارے تمام جانداروں کی نسبت ہونے چاہیئے۔ ان جانوروں کے جو ہمارے قبضہ میں ہیں۔ ہم پر بہت سے فرائض ہیں۔ یہ ایسا واضح امر معلوم ہوتا ہے کہ اس پر زور دینا کچھ غیرضروری سا ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو جانوروں کے ساتھ اس قسم کی بے رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے

ہیں جو اپنے ابنائے جنس کی ضرورتوں اور تکالیف کو اگر نہایت ہی رنج کے ساتھ نہیں۔ تو پھر بھی تھوڑے افسوس کے ساتھ محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن حس اس قدر نہیں ہوتا۔ کہ ان کو فوراً اپنی ذات سے ان تکالیف کو دور کرنے کی ترغیب دے۔ ان کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ ان کی کوششیں کچھ دنیا کے بڑے مرض کو رد نصیحت کرنے میں مدد دینگی ۔ اگر کوئی بات ان کے ذہن میں آتی ہے تو وہ یہ کہہ کر خاموش ہو رہتے ہیں۔ کہ آپ ہی رفتہ رفتہ یا جب دنیا علم کی روشنی سے زیادہ منور ہو جائیگی تو یہ سب باتیں بھی درست ہو جائیں گی

الغرض وہ صرف ناظر بنے رہتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ اس بات کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کہ کوئی ایسا موقعہ آئے کہ ان کو بھی اپنی خیرات کے استعمال کا موقع ملے۔

لیکن نیکی کے بہت سے ایسے مواقعہ ہیں اور واضح ہیں۔ مگر ایسے نہیں ہیں جو ہمارے کرنے کے قابل ٹھیک طور پر ہوں۔ ہمیں ان کے استعمال کے لئے پہلے سے تیار رہنا چاہیئے۔ خیرات کے لئے طریقہ چاہیئے۔ یہ کسی طرح اچھی بات نہیں ہے۔ جیسے کہ ایک آدمی جس کا شکم پر ہو ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں لیٹ کر اپنا دل بہلانے کے لئے ان لوگوں کو دیکھے۔ جو دھوپ میں کام کر رہے ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ ہمیں جب نیکی کا کام شروع کرنا چاہیئے جب ہم میں اس کے کرنے کی طاقت موجود ہو۔ یقیناً آدمی کی خیرات اس کے دنیاوی جاہ و مرتبہ پر منحصر نہیں ہوتی ۔ ہر ایک آدمی آج نیکی کی بنیاد تو رکھ سکتا ہے ۔ اگر اس کو کر نہیں سکتا اور جو شخص اس بات کا انتظار کرتا ہے ۔ کہ جب اس کے پاس مال و دولت ہو گا۔ تو کوئی نیکی کا

ان کی قیمت ادا کرنے سے خدا کی مخلوق کو اذیت دینے کا بھی حق خرید لیا ہے۔ ہمیں کسی صورت جانور کے ساتھ بے رحمی کرنے کی اجازت دینی نہیں چاہیئے

اور اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ وہ ایسی حقیر چیزیں ہیں کہ ان کے ساتھ انسانی برتاؤ کی کوئی ضرورت نہیں تو یہ سخت اخلاقی اندھاپن ہے چند لمحے جو ہم ہر روز کوئی نیکی کا کام کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ وہی لمحے ایسے ہیں جو خدا کی نظر میں مقبول ہیں۔

مری سزا کا حساب کر دے

وہ سرخوشی دے کہ زندگی کو شباب سے بہرہ یاب کر دے
مرے خیالوں میں رنگ بھر دے مرے لہو کو شراب کر دے

حقیقتیں آشکار کر دے۔ صداقتیں بے حجاب کر دے
ہر ایک ذرہ یہ کہہ رہا ہے کہ آ مجھے آفتاب کر دے

کہو تو رازِ حیات کہدوں۔ حقیقتِ کائنات کہدوں
وہ بات کہدوں کہ پتھروں کے جگر کو بھی آب آب کر دے

ترے کرم کے معاملے کو۔ ترے کرم ہی پہ چھوڑتا ہوں
مری خطائیں شمار کر لے۔ مری سزا کا حساب کر دے

(از ابوالاثر حفیظ جالندھری)

مسز اینی بیسنٹ کے خیالات

مسز اینی بیسنٹ نے جو ہندو قوم کی ایک معتبر لیڈر اور معزز خاتون ہیں بچپن کی شادی پر اپنے خیالات یوں ظاہر کئے ہیں۔ بحیثیت قوم ہندوستان کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچپن کی شادی کی رسم کو توڑ دے۔ اور قدیم زمانہ کے زیادہ بہتر زیادہ شاندار اور زیادہ تندرست حالات کی طرف متوجہ ہو

ہندو کتابوں میں لکھا ہے کہ عورت گھر کی دیوی ہے اور گھر کی روشنی ہے۔ اور آج بھی موجودہ گئے گذرے ہندوستان میں جو تعلیم سے محروم ہے اور جہاں عورتوں کو وہ کام نہیں دئے جاتے جو ان کا پیدائشی حق ہے۔ ہندوستان دنیا کی دیگر اقوام کے مقابلہ میں اپنی عورتوں کو پیش کر سکتا ہے اور پھر بھی نزاکت، خوبصورتی، شرم و حیا اور عقیدت مندانہ وفا شعاری اور ایثار میں ان سے بڑھ کر کوئی نہ نکلے گا ہمارے زمانہ میں بھی موجودہ عورتوں کا ہونا اور پھر ان کے روشن دماغوں کو تعلیم کا نہ ملنا ان جیسے خوبصورت جسم ہونا اور پھر انہیں زبردستی ماں بنا دینا۔ جب کہ انہیں مدرسہ میں ہونا چاہئے تھا۔ موجودہ ہندوستان کے لئے باعث شرم ہے اور یہ اس کے فرزندوں کا فرض ہے کہ وہ اس بدنامی کو دھوئیں۔ پنجاب میں جاؤ تو وہاں دیکھو گے کہ سکھ اور پنجابی لوگ بالعموم سترہ یا سولہ برس کی عمر میں پر لڑکیوں کی شادی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ کہ کمزور پیدا نہیں ہوتیں اور دوسرے مرد بھی طویل اور طاقتور ہوتے ہیں۔ لیکن کیا یہی بات بنگال کے لئے کہی جا سکتی ہے کہ جہاں بچپن کی شادی کی بیحد کثرت ہے۔ بنگالی عام طور پر چھوٹے قد کے ہوتے ہیں اور جسمانی لحاظ سے شاید کوئی بنگالی ایسا ہے گا جسے آپ منتخب کر سکیں اور کہہ سکیں کہ یہ طویل اور قوی ہے۔ گو ان کا دماغ تیز ہوتا ہے اور دلیر بھی ہوتے ہیں مگر وہ طاقت سے سخت کمزور ہوتے ہیں حالانکہ ہندوستان کی آئندہ ترقی کے لئے مضبوط اور طاقتور لوگوں کی ضرورت ہے۔

پیاری بچیو! اپنی حفاظت آپ کرو دوسرے کے بھروسہ پر کبھی نہ رہو۔ محنت کی عادت ڈالو اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرو۔ اپنی ہر چیز کی نگہبانی خود کرو۔ وقت پر سوؤ اور وقت پر اٹھا کرو۔ صبح خیزی سے عمر بڑھتی ہے۔ ہمیشہ اپنے سے کمتر پر نظر ڈالو۔

منشی فاضل کا امتحان

شرﺮ ﺑﺎﺟﺒﯿﮟ صاحب

دسمبر کا آخری ہفتہ ہے ادُھر سردی خوب چمک رہی ہے۔ ادُھر بڑے دن کی چھٹیوں اور ر
رعایت کی وجہ سے ہر گھر میں چہل پہل نظر آرہی ہے۔ رات کے دس بجے ہیں اور ہمارے ڈاکٹر
بھی کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر بستر پر آگئے۔ برابر والی پلنگ پر بیگم صاحبہ بھی چھوٹے ب
کو لیئے لیٹی ہیں۔

ڈاکٹر۔ بیگم دیکھو کل ۲۲ تاریخ ہے۔ لڑکیاں و دیگر بچے وغیرہ بڑے دن کی چھٹی میں آرہے ہیں
ذرا مہربانی کرکے انُ کے کھانے کا بندوبست کرنا اور رہنے کے واسطے ایک کمرہ صاف کرا دی
ایسا نہ ہو کہ ان کو تکلیف ہو۔

بیگم۔ منھ بنا کر۔ ڈاکٹر صاحب۔ مجھسے یہ روز روز کی مہمانداری تو ہوتی نہیں۔ ایک عرصہ کے
میں کمبخت آئی ہوں۔ اس پر ہر ایک کی مہمانداری اور خدمتگاری کروں۔ ابھی گذشتہ ہفتہ تو تمہا
چھیتی بیگم گئی ہیں۔ تین چار دن ان کی نازبرداریاں اور مہمانداری کرتی رہی۔ اور آج مجھ
نادرشاہی حکم ملتا ہے کہ کل بچے آرہے ہیں۔

ڈاکٹر۔ میری بیگم۔ اچھی بیگم۔ اس وقت میری خاطر ہی سہی۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ کرلو۔ کو
روز آتا ہے۔

بیگم۔ بھئی مجھسے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ تم مجھے میرے میکے بھیجدو۔ مگر میں یہ لونڈ پنا نہ کروں گی۔
ڈاکٹر۔ نہیں بیگم۔ ایسا نہ کہو۔ میں خدا نہ کرے تم سے ماماگیری تھوڑے ہی کراتا ہوں۔ دنیاداری ہی سمجھ کر کرلو۔
بیگم (اٹھکر بیٹھ گئیں) بگڑکر۔ تم نے میرے ساتھ اسی لئے شادی کی تھی۔ کہ میں تمہاری پہلی بی بی اور بچوں کی غلامی کروں۔ (ذرا چشم پرنم ہوکر) میں تو ہرگز یہ نہیں کرسکتی صبح ہی۔ میں اپنے اباجان کو خط لکھتی ہوں کہ کسی کو بھیجکر بلا لیجئے۔
ڈاکٹر بیچارے کو کب برداشت تھی کہ وہ بی بی کی آنسو بھری آنکھیں دیکھیں۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ بیگم خفا نہ ہو۔ ذرا عقلمندی سے کام لو۔ دیکھو میں تم کو پھر سمجھاتا ہوں کہ وہ میری بی بی اور بچے ہیں بھلا میں ان کو یہاں آنے سے کیوں کر روک سکتا ہوں۔ میری بیگم۔ تم کو اب ضبط و تحمل سے کام لینا پڑیگا۔ اگر تم نے خدانخواستہ ایسا ہی کیا تو میری زندگی تو تلخ ہوجاویگی
بیگم۔ تو یہ آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں عمر بھر لونڈی ہی رہوں
ڈاکٹر۔ ہرگز نہیں۔ میری بیگم۔ جو کچھ کہو۔ میں ہر طریقہ سے کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر تم کو مجھسے محبت ہے۔ تو میری خاطر۔ میرے بچوں اور بی بی کی بھی خاطر کرنی پڑے گی۔
بیگم۔ (دونوں ہاتھ منھ پر رکھہ کر رونے لگیں) اوں۔ اوں۔ ہائے اللہ۔ میری قسمت میں کیا یہی لکھا تھا۔ مجھکو دہوکا دے کر شادی کی گئی۔ میرے ساتھ فریب ہوا۔ کیا مجھسے یہی وعدہ کیا تھا۔ کرتے وقت

ماں کا خط بیٹی کے نام

پیاری شاہدہ - دعا

دنیا کی بیشمار مسرتیں تم پر نثار اور ہزاروں خوشیاں تم پر قربان ہوں۔ خداوندکریم تمھیں اطمینان قلبی و دلی چین عطا فرمائے۔ آمین۔ آج عرصہ دراز کے بعد تمہارا خط ملا۔ تمہارے خط نے میرے ساتھ وہی کیا جو پیرہن یوسفؑ نے یعقوبؑ کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن بیٹی میں تمہارا خط پڑھکر حیران رہگئی۔ تم نے تحریر کیا ہے "ساس بہو کے جھگڑے" نند بھاوجوں کی جنگ، اور جیٹھانی اور دیورانی کی جھڑپ۔ آج تک سنی ہی سنی تھی۔ اور جب سنی تھی تو ڈری تھی اور پڑی بھی تو سہی تھی،، والی مثل میرے اوپر صادق ہے۔ یقین جانئے اماں ہر وقت کی توتو میں میں میں عاجز ہوں۔ روز روز کے جھگڑوں بکھیڑوں سے میرا ناک میں دم ہوگیا ہے یہ مثل مشہور ہے کوئی ایک کہے گا تو دس سُنے گا۔ مگر میں دس سنکر ایک کہتی ہوں۔ پھر ساس علیحدہ ناراض۔ نندیں جدا ناخوش۔ جیٹھانی الگ کشیدہ اور میاں کی تو کچھ پوچھئے مت۔ وہ ذرا میں اولیا ذرا میں بھوت۔ وہ آنکھوں سے دیکھتے نہیں۔ لیکن کانوں سے سن لیتے ہیں اور پھر ان کا طرز عمل۔ اُف توبہ اماں جان۔ حیران ہوں۔ آخر مجھ غریب سے ان لوگوں کو کیا شکایت کیا تکلیف ہے۔ جو خواہ مخواہ ناراض اور ناخوش رہتے ہیں اور ان سے بھی اگر ایک سچی تو دس جھوٹی لگایا کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ جھڑکیوں گھڑکیوں اور سخت کلامی میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کو مارتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی ہے۔ کئی کئی دن غلط اور جھوٹی سنی ہوئی باتوں پر یقین کرکے منھ سے نہیں بولتے ہیں۔ مری اماں جان! بہتیرا سمجھایا کہ زیادہ نہیں تو ہفتہ عشرہ کے لئے آپ کے پاس جانے کی اجازت مل جائے۔ مگر نہیں۔ اماں جان خدا کے فضل وکرم سے اور آپ کی دعا سے کچھ کھانے پہننے کی تکلیف نہیں ہے مگر دلی چین اور اطمینان قلبی نصیب نہیں۔ اماں جان میرے لئے ایسی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔"

بیٹی! میں حیران ہوں۔ تم جیسی تعلیم یافتہ۔ سمجھدار اور عقلمند لڑکی اس قدر پریشان اور رنجیدہ۔ میں تسلیم کرتی ہوں تمہاری ساس نندیں تم سے ناراض رہتی ہیں۔ لیکن کیوں۔ صرف اس واسطے کہ وہ تمہارے ساتھ لڑکے کی شادی کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ مگر برادرم محترم تمہارے خسر صاحب نے کہا۔ کچھ ہو حامد کی شادی میری بھانجی شاہدہ کے ساتھ ہی ہوگی۔ ان کا کہنا ہوگیا۔ مگر اب گدھے سے تو ہمت نہ پڑے اور گدھیا کے کان اینٹھیں،،

اب سوال یہ ہے کہ تمہاری ساس نندیں تمہارے ساتھ کرنے کو کیوں تیار نہ تھیں۔ صرف اس لئے کہ میں ان کی مرضی کے مطابق جہیز نہ دے سکتی تھی۔ اور نہ دیا۔ میں غریب وہ امیر۔ میں نے بارہا انکار کیا۔ مگر بھائی صاحب کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا۔ تم کوئی صورت میں ہیٹی نہیں۔ کوئی ہنر میں کم نہیں اور عقل سمجھ علم میں ان سے زیادہ ہو۔ بابرادر مکرم ملازمت کے سلسلہ میں زیادہ تر باہر رہتے ہیں۔ ان کو ان گھریلو واقعات کا کیا علم۔

ہاں مجھے میاں حامد کی اس کمزوری کا کہ وہ آنکھوں سے نہیں دیکھتے اور کانوں سے سن لیتے ہیں۔ اعتراف ہے۔ وہ یوں بھی کم عقل۔ بہت جلد ہر ایک کی باتوں میں آجانے والے ہیں [illegible] ہم باتوں گے جو والدین نے کہا۔ اس نے کہا اچھا۔ جو حکم دیا تعمیل حکم بسر و چشم۔ مگر پیر پیغمبر بڑھاپا نے سمجھانے میں آجائیں تو پھر یہ تو میاں حامد جیسے کم عقل ہم سمجھ ہیں بیٹی کچھ ہو تمہیں اسی گھر میں رہنا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ تمام عمر کا نباہ ہے۔ تم وہ کرو جس میں تمہاری ساس نندیں خوش رہیں اور تمہارے میاں راضی ہوں۔ تم کہو گی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اماں جان! مجھکو نصیحت کریں تو بیٹی میرا کام نصیحت کرنے کا ہے۔ میں یہ نہیں کہونگی کہ وہ ایک کہیں تم دو کہو۔ بلکہ یہی کہونگی اور ہمیشہ کہا کہ وہ ایک نہیں ہزار کہیں تم خاموش رہو۔ اف مت کرو۔ زبان پر مہر خاموشی لگا لو۔ تم نے لکھا ہے میں دس سن کر ایک کہتی ہوں۔ افسوس۔ افسوس۔ شاہدہ بیٹی تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا۔ شاہدہ اگر تم میری نصیحت پر عمل کرتیں۔ تو کبھی دس سن کر بھی ایک نہ کہتی۔ میری بیٹی ایک چپ سو کو ہرائے

میری شاہدہ - کیا تمھیں یاد نہیں - میں نے ابتک یعنی بڑھاپے میں کیسی کیسی کہنے والوں کی برداشت کی۔ تمہاری دادی اماں مرحومہ (خدا بخشے) کس قدر تیز مزاج تھیں - پاس پڑوس عزیز اقارب سب ہی ان سے نالاں تھے - مگر کس خوبصورتی کس قاعدے سے ان سے نباہ کیا - وہ مرگئیں اور میں مزا ہے مگر آج تک میری قابلیت اور اطاعت گذاری فرمانبرداری کے گیت گائے جاتے ہیں آخر ہم بھی انسان تھے ہم بھی کہدیتے۔ نہ طرح ناک میں دم آگیا - زندگی سے عاجز ہیں - مگر نہیں میں نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کیا - رخصتی کے وقت کے ان کے کہے ہوئے الفاظ اب تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں - کہ بیٹی میرے بڑھاپے کی لاج تمہارے ہاتھ ہے تم سمجھدار عقلمند اور تعلیم یافتہ ہو مگر میری ایک بات یاد رکھنا کوئی کچھ کہے جواب مت دینا - لبوں پر مہر لگالینا - بیٹی ایک چپ سو کو ہرائے - مجھے امید ہے کہ تم میری نصیحت پر عمل کرکے مجھے سرخرو کروگی۔ پس بیٹی تم امتحان میں کامیاب ہوکر مجھے شرمندگی سے بچالوگی"

شاہدہ - میرا مطلب اس رام کہانی سے یہ ہے کہ تم بالکل خاموش رہو - زبان سے اف نہ کرو - کوئی کہاں تک کہے گا - آخر بک بک کر خود خاموش ہو جائے گا - بیٹی تم اپنی ساس کو میری جگہ سمجھو - نندوں کو مثل اپنی بہن کے خیال کرو اور جٹھانی کو مثل اپنی بھاوج کے جانو - ان لوگوں کی خدمت کرنا اپنا فرض اولین سمجھو پھر دیکھو کس کا دم بھرتی ہیں جو آج ناخوش رہتی ہیں کل وہی صدقہ واری جائیں گی - بیٹی شاہدہ - ہمارا تمہارے شوہر ہیں - خدا نے ان کو حاکم اور تمھیں ان کا محکوم بنایا ہے وہ تمہارے مجازی خدا ہیں - مذہب میں شوہروں کے بڑے بڑے حقوق لکھے ہیں تم کہو گی مردوں پر بھی تو عورتوں کے حقوق ہیں بجا ہے - لیکن تم عورت ہو - اس لئے عورتوں پر مردوں کے حقوق تمہارے گوش گذار کرنے کی ضرورت سمجھتی ہوں -

فرمان حضرت محمد مصطفےٰ سرورِ عالم یہ ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کا حکم ہوتا تو بیوی کو شوہر کو

وہ اپنے اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ سبحان اللہ۔ دیکھا بیٹی مرد کا مرتبہ"
ماں باپ بہن بھائی۔ بیٹی بیٹا۔ کسی کو سجدہ کا حکم نہیں دیا جاتا۔ عورت کو حکم ہوتا کہ صرف اپنے شوہر کو سجدہ کرے
بیٹی ایک جگہ ارشاد رسول کریم ہے۔ کہ شوہر کے جسم پر کہیں سے پیپ و خون بہتا ہو اور اس کی بیوی زبان
سے چاٹ کر اس کو صاف کرے تب بھی وہ اس کا حق نہ ادا کر سکے گی۔ بیٹی غور کرو شوہر کے مرتبہ کو
مذہبی کتب میں درج ہے۔ ایک عورت کا شوہر سفر میں گیا اور چلتے وقت عورت سے کہتا گیا کہ گھر سے باہر
قدم نہ رکھنا۔ عورت کا والد علیل ہوا۔ اس نے رسول خدا سے دریافت کروایا۔ میرا باپ سخت علیل ہے میرے
شوہر کا حکم ہے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا۔ اس صورت میں میرے لئے حضور کا کیا حکم ہے۔ جواب میں فرمایا
بے اجازت اپنے شوہر کے گھر سے باہر قدم مت رکھو" اس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس نے پھر پوچھوایا
کیا میں جا سکتی ہوں۔ حکم دیا نہیں۔ بے اجازت شوہر کے گھر کے باہر مت جا۔ دوسرے دن فرمان حضور سرور عالم
ہو پہنچا۔ تو نے اپنے شوہر کا حکم مانا۔ اس لئے تیرے باپ کو جنت الفردوس میں عالی مقام ملا۔
سمجھا بیٹی صرف شوہر کے حکم بجا لانے پر جب اس کے باپ کو جنت عالی مقام ملا۔ تب اس عورت کو کیا درجہ ملا ہوگا
میری شاہدہ تم ہر وقت اپنے شوہر کا حکم مانو۔ وہ جو کہے وہی کرو خواہ وہ تمہاری مرضی کے خلاف ہو اس کی
جھڑکیوں گالیوں اور سخت کلامی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ اس کی مار کو خاموشی سے سہو۔ مگر بیٹی تم
زبان سے اف نہ کرو۔ خاموش رہو۔ خدمت سے عظمت ہے۔ تم اس کی خدمت کرو۔ عظمت یقینی ہے
بیٹی یقین جانو صبر کا پھل میٹھا ہے۔ رنج کے بعد خوشی۔ تکلیف کے بعد آرام۔ مصیبت کے بعد راحت
ملتی ہے۔ بیٹی میں نے تمہیں آج ہی کے دن کے لئے تمہیں دی تھی۔ امتحان کا وقت ہے اور مجھے امید

[illegible] البسالہ ہو

کہ تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر اپنی ساس، نندوں اور شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی کرو نہیں نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میری شاہدہ میرے بڑھاپے کی لاج رکھے گی اور مجھے شرمندہ نہ کریگی اور خود بھی دین و دنیا دونوں میں مسرور و شاد ہوگی۔ خط طویل ہوگیا مگر مجھے امید ہے کہ میرا یہ خط تمھیں باعث مسرت ہوگا۔

اچھا بیٹی اب بہترین اور پر خلوص دعاؤں کے ساتھ خط ختم کرتی ہوں۔ زیادہ دلی دعائیں اور پیار۔

۔ خدا حافظ ۔ تمہاری ماں

واحدہ

رافیہ خاتون نصرت بریلوی

رباعی

(از جناب امتیاز علی خاں صاحب عفت غزنوی)

دل یادِ جناب میں ہے بیتاب الٰہ
ہستی میں ایسی بے کس ہے تیری دنیا میں مرو نگاہ
تو دیکھنی ہیں یہ تیر بھی دل میں رواہ
دل دو آقا قوت ثانی یا اللہ

کپڑے دھونا

(ثریا جبیں)

مستورات کے لئے کپڑے دھونا اور استری کرنا بھی ایک نہایت ضروری کام ہے اور فرائض خانہ داری میں سے ایک اہم فرض ہے مگر ہندوستان اور خصوصاً پنجاب کی عورتیں باقاعدہ طور پر اس فن سے بالکل واقف نہیں ہوتیں۔ عموماً دھوبی سے کپڑے دھلوائے جاتے ہیں۔ جو عام طور پر ایک آنہ فی کپڑا لیتا ہے اور اگر کپڑے دھو جائیں گھر میں تو ایسے خراب ہوتے ہیں کہ پہننے کے لائق بالکل نہیں ہوتے صوبہ سرحد اور افغانستان بلوچستان اور کوئٹہ میں عام طور پر گھروں میں کپڑے دھونے کا رواج ہے وہ بی بیاں اگرچہ اچھی طرح استری کرنا نہیں جانتیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ کپڑے دھونے میں ضرور ماہر ہوتی ہیں اور کپڑے کی میل اچھی طرح نکالتی ہیں۔ دیگر ممالک اسلامیہ مصر اور ترکی میں بھی گھر میں کپڑے دھونے کا عام دستور ہے اور اس بات کو بالکل برا نہیں مانا جاتا نہ ہندوستان کی طرح اس کام کو ذلیل سمجھا جاتا ہے بلکہ اچھے اچھے متمول اور معزز اشخاص کی بیگمات گھر پر خود اپنی لونڈیوں کے ساتھ مل کر اپنے بچوں اور اپنے مردوں کے کپڑے دھوتی ہیں جو لوگ بہت متمول ہیں وہاں صرف لونڈیاں ہی یہ کام کرتی ہیں ورنہ بیگمات خود بھی ان کی مدد کرتی ہیں اور ان کے کام میں شریک ہوتی ہیں۔ عوام کے گھر میں یہ کام بطور دلچسپی کیا جاتا ہے۔ یورپ کے ممالک میں گھروں میں کپڑے دھونے کا رواج ہے۔ اور یہ خواتین نہایت باقاعدہ طور سے مختلف قسم کے صابونوں اور مشینوں کے ساتھ کپڑے دھوتی اور استری کرتی ہیں یہاں پر ہم ناظرات مستورات کی خاطر کپڑے دھونے اور استری کرنے کا بیان کسی قدر تفصیل کے ساتھ

لکھیں گے امید ہے کہ وہ اس بیان کو غور سے پڑھیں گی اور اس سے فائدہ بھی حاصل کرینگی اور گھر پر کپڑے دہونے میں کوئی تکلیف اور عار سوس نہ کرینگی۔ کیونکہ یہ ایک نہایت صاف ستھرا بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ پانی کو خوب ابالا جائے تاکہ اس کا چاک والا مادہ سب نیچے بیٹھ جائے اور اگر پانی ابلنے کے لئے کوئی سامان مہیا نہ ہو یا ایندھن نہ جلا سکو تو پانی کو باہر کھلی ہوا میں رکھدو اس کی سختی کم ہوجاویگی اور وہ ہلکا ہوجاویگا نرم پانی کا مزا اور رنگ گو اچھا نہ ہوگا۔ مگر کپڑے دہونے کے لئے یہ پانی اچھا ہوگا۔ کپڑے دہونے کے لئے ایک ڈب بالٹی اور ایک ناند ہونی چاہئے۔ ایک بڑا دیگچہ پانی کو گرم کرنے کے لئے ایک میز استری کے لئے اور ایک لمبی لکڑی پانی سے کپڑا نکالنے کیلئے ہونی چاہئے۔ صابون۔ چربی۔ تیل اور سجی اور نشاستہ سے بنتا ہے۔ کفایت شعاری کے لئے ہمیشہ صابون خریدنا چاہئے اور اس کے پاؤ یا آدھ پاؤ کے ٹکڑے بنا کر خشک جگہ رکھ دینی چاہئے

سوڈا رنگ دار کپڑوں میں کبھی نہ ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے رنگ کٹ جاتا ہے سوڈا اکثر رنگ کو بھی کاٹ ڈالتا ہے۔ سفید کپڑے میں بھی زیادہ سوڈا ڈالنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اسے بھی خراب کر دیتا ہے۔

نفیس ریشم کے کپڑے کو دہونے کیلئے ایک ولائتی صابون لکس نام بہت اچھا تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ اس صابون کے چورے کو گرم پانی میں ڈالدیں۔ سفید جھاگ دار سی شے تیار ہوگی۔ جو تمام میل کچیل کو نکال کر ریشم کو صاف کر دے گی۔ نیل کا رنگ سفید کپڑوں کے لئے ضرور تیار کر رکھنا چاہئے۔ ایک فلالین کے ٹکڑے میں نیل باندھ کر دینا چاہئے اور سفید پانی میں ڈال کر دہونے کے بعد کپڑے کو لگانا چاہئے۔ سفید کپڑے کی زردی اور سرخی تمام زائل کر دیتا ہے۔ اور کپڑے پر زیادہ سفیدی جھلکنے لگتی

دہونے سے کچھ عرصہ پہلے کم از کم چار یا پانچ گھنٹے پہلے کپڑوں کو بھگو دینا چاہئے۔ مگر اتنا خیال رکھو کہ

رنگین کپڑے سفید کپڑوں کے ساتھ نہ بھگائے جائیں۔ اور گرم کپڑے سرد کپڑوں کے ساتھ نہ بھگوئے جائیں ریشم اور فلالین کے کپڑوں کو علیحدہ علیحدہ بھگونے چاہئیں۔ رنگین اور سفید سوتی کپڑے علیحدہ علیحدہ بھگونے چاہئیں جس پانی میں کپڑے بھگوئے جائیں۔ وہ گرم ہونا چاہئے۔ مگر تیز گرم پانی میں کبھی کپڑے نہ ڈالو۔ کمزور کپڑوں کے جل جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر پانی سخت گرم ہے تو اس میں صابون وغیرہ کے ٹکڑے ڈالو تاکہ وہ گل جاویں۔ پھر صابون والے پانی میں کپڑے بھگو دو۔ اور جس جگہ زیادہ میل ہے وہاں خاص طور پر صابن لگا دو۔ اور ہاتھوں سے خوب مل دو اور تہ بند صابون لگا کر رکھتے جاؤ۔ دو چار گھنٹے اسی حالت میں پڑے رہیں۔ تو اُن کی میل چھوٹ جائے گی۔ پھر خوب مل کر دھو ڈالو۔ مگر اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو بچائے رکھو۔ کپڑے پر زور ہو نہ کہ ہاتھوں پر۔ اگر ضرورت دیکھو تو دو مرتبہ بھی صابون لگا سکتے ہو۔ دوسری مرتبہ صابون لگانے سے کپڑا بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ یہ صابون جو استعمال ہو چکا ہے۔ اور میلے پانی میں ملا ہوا ہے۔ اسے ضایع مت کرو۔ بلکہ ایک علیحدہ برتن میں ڈالتے جاؤ۔ کوئی موٹا کپڑا مثلاً وردی وغیرہ اس سے دھل سکے گی۔

جب تمام کپڑے دھل جائیں تو ان کو صاف پانی کے ٹب میں ڈال کر اچھی طرح کھنگال دو۔ تاکہ صابن وغیرہ کی بو نکل جائے پھر نچوڑ لو۔ مگر نچوڑنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ بلکہ دبا کر نچوڑو۔ پھر جھاڑو کپڑے کو اچھی طرح جھاڑنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ اسی طرح اکڑ جائے گا۔ پھر صاف طنابوں پر ڈالدو تاکہ سوکھ جائیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ میں استری کرنے کلف لگانے اور فلالین کے کپڑے دھونے کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا۔

توکس قدر وعدے وعید کئے تھے ۔ اور اب یہ حال ہے

ڈاکٹر گھبراتے ہوئے) بیگم خدا کے واسطے چپ رہو ۔ رات کے ۲ بجے ہیں ۔ باہر آواز جاتی ہوگی نوکر وغیرہ کیا کہیں گے ۔

بیگم ۔ اوں ۔ اوں ۔ ارے ظلم اور سراسر ظلم ۔ میں اب ایک منٹ نہ رہونگی ۔ کل ہی گھر خط لکھ کر بھائی صاحب کو بلاکر چلی جاؤں گی ۔

ڈاکٹر (اور زیادہ گھبراکر) ارے بیگم دیکھو میں تم سے کہہ رہا ہوں ۔ کہ خاموش رہو ۔ آخر ہوا کیا جو تم اس قدر بیقراری کے ساتھ رو رہی ہو ۔ میری بیگم ۔ خواہ کچھ ہو کوئی آئے کوئی جائے میں تو تمہارا ویسا ہی تابعدار شوہر ہوں ۔ آخر میں بھی تو دنیاداری کرتا ہوں ۔ تم کو بھی دنیا داری کرنا چاہئے ۔

بیگم (پلنگ پر پیر ارتے ہوئے) ڈاکٹر صاحب تم دنیاداری کرو ۔ مگر مجھ سے نہ ہوگی ۔

ڈاکٹر ۔ اچھا تم بتاؤ آخر مجھ سے چاہتی کیا ہو ۔ کیا میں اپنی پہلی بیوی کو علحدہ کر دوں ۔ بچوں سے نہ ملوں ۔ والدہ سے نہ ملوں ۔ بھائی بہنوں کی شکل نہ دیکھوں ۔

بیگم (زور سے چیخ کر) پھر تم نے الٹی سیدھی باتیں کیں ۔ میں کب چاہتی ہوں کہ تم سب کو چھوڑ دو ۔ ارے مجھ کمبخت کو چھوڑ دو ۔ سب کو آرام مل جائیگا ۔ والدہ والدہ کہتے ہو ۔ وہی کمبخت تو فساد کی جڑ ہیں وہ تو پھوٹی آنکھ مجھے دیکھنا نہ

ڈاکٹر (بگڑ کر) دیکھو بیگم اب تک تو میں سب کچھ سنتا گیا ۔ مگر اپنی ماں کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا ۔

اس مضمون کا باقی حصہ صفحہ ۱۵ و ۱۶ پر دیکھئے

بزم مستورات

مکرمہ محترمہ ایڈیٹر صاحبہ

عرصے کے بعد مستورات ملا۔ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ خدا کرے کہ ہمیشہ اسی طرح سے نکلتا رہے۔ ایک بہن کی اپیل دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ آجکل وہ کہاں ہیں اور ان کی کیا حالت ہے۔ براہ کرم ان سے دریافت کر کے لکھئے کہ اگر کسی شریف گھر میں وہ مع لڑکیوں کے چلی آویں تو کیا حرج ہے۔ امید ہے کہ مزاج مبارک بخیریت ہوگا۔

خاکسار شکیلہ

پیاری ایڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم

بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری بڑی آپا کے یہاں ایک ننھی ننھی اور پیاری سی بچی عطا فرمائی ہے۔ دو روپیہ ارسال خدمت ہیں۔ چھ مہینہ کے واسطے کسی غریب لڑکی کے نام پرچہ جاری کر دیں

خاکسار جمال آرا

پیاری ایڈیٹر صاحبہ۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ کیا بتاؤں میں تو ایک عرصہ سے کسی قابل ہی نہ رہی۔ کہ دنیا میں رہ کر کچھ کروں ایک زمانہ تھا کہ سوائے لکھنے پڑھنے کے کوئی کام نہ تھا اور اب اس کمبخت بخار نے اس قابل ہی نہیں رکھا۔ کہ سر اٹھا کر دنیا دیکھوں۔ میری بہن بخار ہر وقت رہتا ہے ایک منٹ کو بھی نہیں چھوڑتا ہے دل بہت چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں پڑھوں۔ آپ کا رسالہ برابر ملتا ہے۔ صحت ٹھیک رہی تو مضمون برابر بھیجوں گی

خاکسار آپکی بہن رضیہ

دسترخوان

شیرمال رسمی۔ میدہ ایک سیر۔ گھی ایک پاؤ۔ نمک دو تولہ۔ خمیر ایک تولہ۔ دودھ سوا سیر۔ پہلے دودھ کو جوش کریں۔ جب ٹھنڈا ہو جائے۔ نمک اور خمیر گھول کر اس میں خوب میدہ گوندھے۔ تھوڑی دیر بعد اس میں تھوڑا سا گھی ملا کر خوب اچھی طرح گوندھے۔ اور نرم رکھ کر چھوڑ دے۔ جب خمیر اُٹھ آوے۔ تو پیڑے جس قدر بڑے بنانے منظور ہوں۔ بنا کر قدرے توقف کرے۔ بعد اس کے بیضاوی شکل کی روٹی بنا کر اس پر چار انگلیوں سے بیچ سے لیکر ایک کنارے تک جس طرف کا سرا کم ہو نشان کھینچ دے اور تنور میں لگادے مگر آنچ کوئلے کی ہونی چاہئے۔ جب قدرے سرخی معلوم ہو۔ دودھ کا چھینٹا دے کر اتار لیں۔

باقرخانی خاصگی۔ میدہ ایک سیر۔ گھی تین پاؤ۔ بالائی پاؤ بھر۔ مغز بادام تین چھٹانک۔ زعفران ۳ ماشہ دودھ دو سیر۔ خمیر ایک تولہ۔ انڈا ایک عدد۔ پہلے انڈے کو موافق ترکیب مذکورہ بالا کے روٹی بنا کر ہر دو جانب گھی لگا دے اور پھر اس کو لپیٹ کر پیڑا بنا دے۔ اسی طرح تمام گھی اس میں صرف کرے اور روٹیاں بنا کر باریک کتری ہوئی بادام ایک طرف لگا کر تنور یا ماہی توے پر مثل پراٹھا کو پختہ کر پکا دے۔ اور سفیدی بیضۂ مرغ دودھ میں ملا کر چھینٹے دئے جائیں۔ بعد تیاری تناول کریں۔ (فائدہ) کثیر الغذا۔ دیر ہضم مقوی جوہر دماغ

گھریلو دوائیاں

خون زخم بند کرنا - اگر چاقو وغیرہ سے کوئی عضو کٹ جائے تو خون بند کرنے کے لئے چاولوں کو باریک پیس کر تھوڑا سا میدہ گندم ملا کر لگائیں - خون فوراً بند ہو جائے گا -

خراش گلو - گلے کی خراش سے جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے وہ سوائے مریض کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا. پس اس سے جلد خلاصی پانے کے لئے یہ ترکیب میری آزمودہ ہے - تھوڑی سی دیسی شکر پختہ پیالہ میں ڈال کر اس میں عرق لیموں یہاں تک نچوڑیں - کہ وہ شربت کی طرح ہو جائے - پھر چند قطرے گلیسرین کے اس میں ملا کر پئیں گلے کی خراش بہت جلد کافور ہو جائیگی -

چوہوں کے دور کرنے کا نسخہ - کلور آئڈ آف لائم کو مکان میں چھڑکنے سے چوہے بالکل دفع ہو جاتے ہیں

مکھیوں اور مچھروں کا دور کرنا - مکھیوں اور مچھروں کے دور کرنے کے لئے ۲۰ قطرے کاربالک ایسڈ کے کسی برتن میں ڈال کر آگ پر رکھنے سے - جو دھواں نکلے گا - وہ مکان کی تمام مکھیوں کو دور کرے گا - اور اگر ایک ٹکڑا کافور کا لیمپ پر اتنی دیر رکھا جائے کہ وہ اڑ جائے تو مچھر دور ہو جائیں گے -

کپڑے دھونیکا پوڈر - سوڈا آش اور معمولی سوڈے کو کنگ سوڈا ہموزن لیکر خوب باریک کریں اور سوکھنے کے بعد دھوپ میں رکھدیں - جس وقت خشک ہو جائے - کام میں لائیں - نہایت عمدہ کپڑے دھوئے جائیں گے

(مرسلہ اہلیہ ڈاکٹر محمد یامین وندانساز سکھر سندھ)

جام جہاں نما

اٹلی کا سلسلۂ تعلقات منقطع ہوگیا۔ لندن ۱۴ جنوری آج ریڈیو نے صاف اعلان کر دیا کہ اٹلی سے اطالوی مقبوضات کا سلسلۂ تعلقات بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ برطانوی ہوائی جہازوں نے مشرق وسطیٰ میں اس قدر تسلط قائم کرلیا ہے کہ اب کسی اطالوی طیارہ کا اڑ کر جانا دشوار ہوگیا ہے۔ ۱۲ جنوری کی رات کو سسلی کے شہر قطانیہ پر حملہ کر کے برطانوی طیاروں نے کم از کم نو جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے

ایک اور اطالوی جنرل گرفتار ہوگیا۔ سمندر کے کنارے پہاڑیوں میں اطالوی افسروں کی ایک پارٹی چھپی ہوئی تھی۔ جنھیں برطانوی جہازوں نے دیکھ لیا اور فوراً ایک موٹر لوٹ نے پیچھا کیا اور اطالوی پارٹی کو گرفتار کرلیا۔ جس میں سدی براتی کے اطالوی کمانڈر جنرل آرنیلنا بھی ہیں۔

جاپان کا فوجی مشن برلن میں۔ جرمن ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ جاپان کا فوجی مشن برلن پہونچ گیا ہے۔ یہ مشن جنرل یاتشا کی سرکردگی میں ہے۔ اور یہ مشن چھ دنوں تک جرمنی رہے گا اور جرمن۔ اٹلی اور جاپان کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے۔ اس کے ماتحت فوجی معاملات طے

اطالوی ٹاپو پر ہوائی حملہ۔ انگریزی بمبار ہوائی جہازوں نے شہر مسینا پر بڑے زور کا ہوائی کیا۔ بندرگاہوں پر کھڑے ہوئے جہازوں اور تیل کے گودام میں کئی ٹن بم گرائے لیکن یہ نہیں معلوم کیا جا سکا کہ کتنا نقصان ہوا۔ بم پھٹنے سے بڑے زور کا دھماکہ ہوا۔ جس سے خیال ہے کہ شدید نقصان ہوا۔ انگریزی ہوائی جہاز صحیح سلامت واپس آگئے

ابن سعود کے قتل کی سازش ۔ تین سو اسی اشخاص کی گرفتاری ۔

قاہرہ ۔ معلوم ہوا ہے کہ سلطان ابن سعود کے قتل کی سازش میں حجاز کا ایک سابق کمشنر بھی شامل تھا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس نے اس سازش کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر چھاپے مار کر تین سو اسی آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ یہ سب چھاپے تقریباً ایک ہی وقت میں مارے گئے کچھ اہم خط وکتابت کی ہے ۔ کہا جاتا ہے اس سازش میں شریف حسین کے پوتے کا بھی ہاتھ ہے ۔

اطالوی مورچوں پر برطانوی شبخون ۔ صاف ستھری رات سے فائدہ اٹھاکر برطانوی فوجوں نے توپخانوں کی مدد سے غلباط کے مشرق میں اطالویوں کے تازہ تعمیر کردہ مورچوں پر شب خون مارا ۔ یہ مقام حبش وسوڈان کی سرحد پر واقع ہے ۔

تجارتی جہازوں کی حفاظت ۔ تجارتی قافلوں کے جہازوں کی حفاظت کے لئے ایک نئی ساخت کے جنگی جہاز مامور کئے گئے ہیں ۔ یہ جہاز عام جنگی جہازوں سے چھوٹے مگر مسلح زیادہ ہیں ۔ آبدوز اور ہوائی جہاز کے حملوں کے روکنے کے لئے ان پر ضروری اسلحہ نصب کئے گئے ہیں ۔ اس ساخت کے جہازوں کا نام کارویٹس رکھا گیا ہے ۔ معلوم ہوا ہے کہ بحر اوقیانوس میں انھیں جرمن آبدوزوں کے خلاف نہایت کامیابی سے استعمال کیا جا رہا ہے ۔

بردیہ میں اٹلی کو فتح ہوئی ہے ۔ سولینی کے اخبار پوپولو دیطالیہ نے سقوط بردیہ فتح کرلیا ہے ۔ لیکن دراصل بردیہ کی فتح فتح نہیں ہے ۔ کیونکہ انگریزی فوجیں اطالوی فوجوں کی ہمت کو نہیں توڑ سکیں ۔ اس لئے بردیہ کی فتح ہماری ہے ۔

لندن کی مس مارگیری کلارک فیسیرین رجسٹرڈ

کے متعلق لکھتی ہیں "میں نے فیسیرین کریم کے استعمال سے ایسے دانوں کو دیکھا ہے جو حکیموں کے علاج سے بھی نہ دور ہوئے تھے" ترجمہ انگریزی

فیسیرین کریم

بلاشبہ کیلوں چھائیوں۔ بدنما داغوں۔ الغرض چہرے اور جلد کی تمام بیماریوں کیلئے اکسیر ہے۔ خوبصورت بناتی ہے جذب ہونے والی خوشبودار۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ عہ

فیسیرین اسنو

اس کا دن میں استعمال "فیسیرین کریم کے اثر کو دس گنا کر دیتا ہے" یہ چہرے کی خشکی دور کرکے ملائم بناتی ہے جذب ہونیوالی خوشبودار قیمت ۱۲

آٹو فیسیرین

بہترین دلربا عطر ہے قیمت چھوٹی شیشی آٹھ آنہ۔ بڑی ایک روپیہ

پوڈروان (رجسٹرڈ) عورتوں کی تمام پوشیدہ اور پرانی بیماریوں کی اکسیر دوا ہے۔ درد بیقاعدگی۔ بے اولادی کا بہترین علاج خوش ذائقہ شیریں

قیمت صرف دو روپیہ

عہ

پائیلزون رجسٹرڈ

بواسیر کا مکمل علاج۔ پائیلزون مرہم کے ایک ہی دفعہ لگانے سے درد اور خون بند ہو جاتا ہے بشرطیکہ علاج قیمت ایک روپیہ

نوٹ:۔ محصول ڈاک ہر صورت میں بذمہ خریدار لیکن چھ روپئے یا دو بکس تین خریدنے والے کو معاف۔ وی۔ پی منگانے کا پتہ

فیسیرین فارمیسی مکتبہ پنجاب

سر دھونے کا بے نظیر صابن

مستورات سوپ

اگر واقعی آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بال خوب بڑے۔ نرم اور لانبے ہو جائیں تو "مستورات سوپ" سر دھونے کے واسطے فوراً

مستورات سوپ ذیل کے امراض کو مانند ہے

(۱) سر کے بال گرنا (۲) بال مانند ریشم ملائم اور لانبے ہو جاتے (۳) بالوں میں نہایت عمدہ چمک اور سیاہ پن پیدا ہوتا ہے (۴) اگر سر کے کسی حصے میں بال نہ جمتے ہوں تو اس سے بال جم جاتے (۵) اگر بیماری سے بوجہ کمزوری بال گر گئے ہوں۔ تو مستورات سوپ استعمال کریں۔ قیمت فی ٹکی چار آنہ۔ تین ٹکی کے خریدار سے جاویگا۔ محصول ڈاک ذمہ خریدار

پتہ۔ مستورات اسٹور۔ [illegible] لاہور

مستورات بکڈپو کی بہترین کتابیں

بغداد کا چاند - مصنفہ جوہر حسینی صاحب بی - اے کی جولانی طبع۔ ساتھ ہی تاریخی واقعات اور عورتوں کی دلیرانہ ہمتیں بہت اچھے پیرایہ سے دکھائی گئی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

نورالدین جہانگیر - مرتبہ مولوی محمد معشوق حسین خاں بی - اے۔ اس کتاب میں جہانگیر بادشاہ کے حالات بہت مختصر اور نہایت سلیس زبان میں بتلائے گئے ہیں۔ منگوائیے اور ضرور منگوائیے۔ قیمت

آرا بیگم - (زیر طبع) مسز انصاری مرحومہ کا بے نظیر ناول سو صفحات کا۔ بہت سے آچکے ہیں۔ جیسے ہی چھپ کر تیار ہوگی بھیجدی جاویگی۔ آپ بھی آج ہی آرڈر دیجئے۔ قیمت ایک روپیہ

انتقام فطرت - کرنیل لطافت حسین خاں صاحب مرحوم کا بے نظیر قصہ ضرور پڑھئے۔ اور دیکھئے

منور ماں - مسز انصاری صاحبہ مرحومہ کا نہایت مختصر ڈرامہ۔ بالکل "باغبان" کے نمونے کا قیمت تیر

بھابھی جان - ایم۔ اے فرید کا لکھا ہوا۔ دیور۔ بھاوج کا دلچسپ مکالمہ قیمت ۳ر

کسان کی لڑکی - مسز انصاری صاحبہ مرحومہ کا فلمی ڈرامہ۔ اس میں گاؤں کی زندگی کے قصے خوبی کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

قانون قدرت - مصنفہ مولوی محمد معشوق حسین خاں۔ بی۔ اے۔ اس کتاب ضرور پڑھئے قدر کتاب ہے۔ اس کتاب میں قابل مصنف نے اپنی علمی قابلیت اور زور قلم کا پورا پورا ثبوت بہم پہونچایا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

جلد ۔ ۲۲ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۵۵ء | نمبر ۲-۳

مستورات

یہ جون جولائی سنہ ۱۹۵۵ء کا پرچہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں امید ہے کہ اس سے پہلے کے پرچے آپ کی خدمت میں پہونچ گئے ہوں گے کئی مہینہ سے میری صحت ایسی بگڑ گئی ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ سلسلہ چلا ہی جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج کل کی اور اس زمانے کی لڑکیوں سے جو کہ ہر وقت ہر گھڑی کمزوری اور بیماری کا راگ گایا کرتی ہیں ان سے بہتر ہوں۔ بہر حال میں حالت کیسی بھی ہو آپ لوگوں کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں۔

اب کی مرتبہ رمضان شریف کا آخری ہفتہ بہت سخت گذرا۔ اور دن تو اتنی سخت دھوپ۔ گرم ہوا چلی کہ کہہ نہیں سکتی۔ کمرے کے اندر جاؤ تو در و دیوار اور بستر غرض سب تپتے تھے ہندوستان کی گرمیاں یاد آگئیں۔ وہاں چونکہ پہلے ہی سے معلوم رہتا تھا کہ گرمی آرہی ہے۔ لو بھی چلے گی۔ اور زمین بھی تپے گی۔ اس لئے پہلے ہی سے سب انتظامات ہو جایا کرتے تھے یہاں سات آٹھ برس سے رہتے ہوئے ہم سب اس گرمی اور لو کو بھول گئے تھے۔ اس لئے یہاں کی لو اور تپش ذرا سی ہوئی گھبرا گئے مگر اللہ کے نیک بندوں نے اس تپش اور لو میں بھی روزے نہیں چھوڑے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ میرے بھی روزے پورے ہوئے کراچی کے موسم کا تو کچھ پتہ ہی نہیں لگتا صبح کچھ ہے تو شام کو کچھ ہے۔ کبھی سمندری ہوائیں اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ تو کبھی مشرقی ہوائیں اپنا رنگ بتانے لگتی ہیں۔ تو کبھی سندھ کے گرد و غبار اڑنے لگتے ہیں۔ بہر حال اب جو کچھ بھی ہے۔ مرنا جینا تو کراچی کا ہی ہے ....

عید آئی اور چلی گئی .... مگر آپ سب کی خدمت میں مبارک باد تک پیش نہ کر سکی اب آپ سب میری طرف سے اس باسی عید کی دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔

"اللہ پاک ہم سب کو یہ توفیق دے کہ رمضان شریف کے روزے پورے رکھیں تاکہ عید کی سچی اور حقیقی خوشی نصیب ہو"

اس مرتبہ میں نے ایک مضمون دوسری شادی پر لکھا ہے۔ اور اس کے بعد تعدد ازدواج کا

مضمون معصر رسالہ "ثقافت" لاہور سے شکریہ کے ساتھ دیا ہے۔ اس سے آپ سب کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کئی کئی شادیاں ہمارے مذہب میں کس حالت اور کس صورت میں جائز ہیں۔ میرا اس مضمون لکھنے یا دوسرے رسالہ کا مضمون دینے سے بچنا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کی ذاتیات پر حملہ ہو۔

"وزیراعظم محمد علی کی شادی کے متعلق میری ذاتی رائے یہ ہے کہ چونکہ یہ اُن کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ لہذا اس میں کسی کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن پھر یہ خیال آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہر ایک ان کی تقلید کرنے لگے۔ اور پاکستانی عورت کی قدر و قیمت دو کوڑی کی نہ رہے"

پیاری بہنو! درحقیقت دوسری بیوی پہلی بیوی کے لئے بڑی تکلیف دہ چیز ہے۔ عورت کی زندگی بڑی کس مپرسی میں کٹتی ہے یہ وہ زخم ہے جس کا ناسور زندگی بھر نہیں بھرتا۔ اور آخر میں عورت کی زندگی ختم کر کے اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔

اگلے زمانے کی بیبیاں کہتی تھیں کہ سوت خدا کسی کو مٹی کی بھی نہ دے۔ بجا اور بالکل ٹھیک ہے۔ خدا دشمن کی لڑکی کو بھی سوت کی شکل نہ دکھائے۔

"مرد ضرور یہ کہتے ہیں بلکہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم انصاف کرتے ہیں . . . . مگر انصاف کہاں اس سے یہ کوسوں دور ہیں۔ شادیاں آپ خواہ کتنی کر لیجئے . . . لیکن انصاف

نہیں کر سکتے۔

میری یہ دعا ہے کہ اسٹرپاک مردوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی پہلی بیوی اور اُس کے بچوں کی قدر کریں۔ اور اس کو اس آگ میں مت ڈالیں جس میں وہ جل جل کر اپنی قیمتی زندگی کو ختم کر دیتے۔

شوہر کے لئے

۱۔ بیوی کے عیبوں پر نظر نہ کرو بلکہ اس کی خوبیوں کی تعریف کرو۔

۲۔ بیوی سے محبت کا اظہار کرتے رہو۔ کیونکہ عورت مرد کے منہ سے محبت کے کلمات سننے سے کبھی نہیں تھکتی۔ چاہے وہ سو برس کی بڑھیا ہی کیوں نہ ہو۔ عورت صرف محبت کرنے کے لئے ہے۔ عورت کا دوسرا نام محبت ہے۔

۳۔ اگر بیوی ذہین اور تعلیم یافتہ نہیں ہے تو اس کی تحقیر مت کرو۔

۴۔ بیوی کے سامنے اپنی عظمت و قابلیت کا ذکر نہ کرتے رہو۔ کیونکہ وہ پھر تم کو بیوقوف خیال کرے

شادی پر شادی

یعنی

دوسری شادی

کئی مہینہ سے کانوں میں یہ صدائیں پڑ رہی ہیں کہ ہمارے وزیر اعظم محترمی محمد علی پہلی بی بی اور بچوں کی موجودگی میں دوسری شادی کرلی اور اس کی وجہ سے پاکستان کی عورتوں میں ایک بے چینی اور ہیجان پیدا ہو گیا ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگیں کہ آخر ایسا کیوں ہوا - یہاں تک کہ تحفظ النسوان کے نام سے ایک انجمن بھی قائم ہو گئی جسکے جلسے برابر ہوتے رہتے ہیں - سنا جاتا ہے - کہ کئی مرتبہ بہت سی بیبیاں وزیر اعظم کی خدمت میں بھی گئیں غرض کہ بہت کچھ ہوا - حقیقت یہ ہے کہ ہم تو وزیر اعظم کے اس دوسری شادی کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں دخل نہیں دینا چاہیئے تھا - کیونکہ یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے - لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دخل کیوں دیا گیا - صرف اس لیئے کہ وزیر اعظم محمد علی جو ہیں وہ سلطنت پاکستان کے وزیر اعظم ہیں - اور انکی شخصیت ایک بڑی شخصیت ہے اور پورے پاکستان کی ذمہ داری ان کے اوپر ہے اگر ایک ملک کا ذمہ دار آدمی کوئی کام کرے - تو اس ملک کا چھوٹا بڑا اس کی تقلید کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اور جب ہر ایک اس راستے پر چلنے کو تیار ہو گیا - تو پاکستانی عورت کی حقیقت اور عزت و حقو ہو جاتے ہیں اور وہ غریب ایک لاچاری و کی حالت میں زندگی گذارتے ہوئے سسک سسک کر ہو جاتی ہے -

یہ میں نہیں کہتی کہ خدانخواستہ وزیر اعظم یہ کریں گے اور پہلی بی بی اور بچوں کے ساتھ غ مشفقانہ سلوک کرینگے - نہیں ہرگز نہیں - ہم کو خیال بھی نہیں ہوتا کہ وزیر اعظم کی پہلی بی بی گذار کریں تنگی یا مصیبت کی زندگی کا ہرگز نہیں ... لیکن پہلی بیوی پہلی بیوی ہے اس کا شوہر اس کی موجودگی میں حاصل کر لے ہیں - جبکہ وہ اولاد والی بھی ہے اور تعلیم یا بھی ہے ... خوبصورت بھی ہے اور پھر کے اوپر سوت آجائے تو کیسے غضب کی بات ہے -

ایک بی بی جبکہ اپنے شوہر کی ہر بات ہم اکیلی مالک ہے اور اسکی موجودگی میں دوسری ہر بات کی حقدار ہو جائے تو پہلی کے دل پر کی -

تو بہرحال وزیر اعظم نے جو کچھ کیا اچھا ک

یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ اس کو وہ خود سمجھ سکتے ہیں۔ ہم کو اس میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کا سب سے بڑا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ایک اس کی تقلید کرے گا۔

"اور ہر گھر میں دو بیبیاں نظر آنے لگیں گی"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرحوم لیاقت علیخان کی بھی دو بیبیاں تھیں اور وہ بھی وزیر اعظم تھے مگر یہ پاکستان بننے سے پہلے کی تھیں۔ انجمن تحفظ النسواں کی ممبر بہنوں نے بہت شور مچایا اور عورتوں کے حقوق مانگنے کے لئے بر سر بام آگئیں۔ اور ان سے وعدے وعید بھی کئے گئے۔ اور خدا کرے کہ ان کو یہ حقوق النسواں مل جاویں۔

"مگر کیا وہ حقوق پانے کے بعد بھی اس چیز کو روک سکتی ہیں کبھی نہیں جس کا دل چاہے گا ضرور دوسری شادی کرے گا۔ اور ڈنکے کی چوٹ پر کرے گا۔ آپ اپنے حقوق لئے بیٹھی رہیگا اور وہاں سب کچھ ہو جائے گا میں تو آپ سب سے یہ پوچھتی ہوں کہ نئے قانون بنانے حقوق مانگنے کی آپ کو کو کیا ضرورت ہے۔ اللہ پاک اور اس کے رسول برحق نے ہر مسلم بی بی کو وہ حقوق دئیے ہیں جس کی مثال دنیا کے مذہبوں میں ملنی مشکل ہے۔

آپ شرعی حقوق کا ہر وقت جگہ مطالعہ کر سکتی ہیں دوسری شادی کیا چار شادیاں کرنے کیلئے مرد مذہب کی آڑ لیتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب نے چار بیبیاں کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ مگر شاید ان کو یہ نہیں معلوم کہ انصاف کی ایک شرط ایسی ہمارے پاک مذہب نے لگا دی ہے کہ مرد دوسری شادی کر ہی نہیں سکتا اور نہ ہی دوسری شادی ہو سکتی ہے۔

اسی پرچے میں۔ میں آپ کی خدمت میں ہمعصر رسالہ "ثقافت" کا بہترین مضمون "تعداد ازواج" پیش کر رہی ہوں جسکے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے مذہب میں چار شادیاں کس حالت میں کرنے کا حکم ہے۔

مطالبات پیش کرنے کے فارم اُردو میں بھی ہونگے

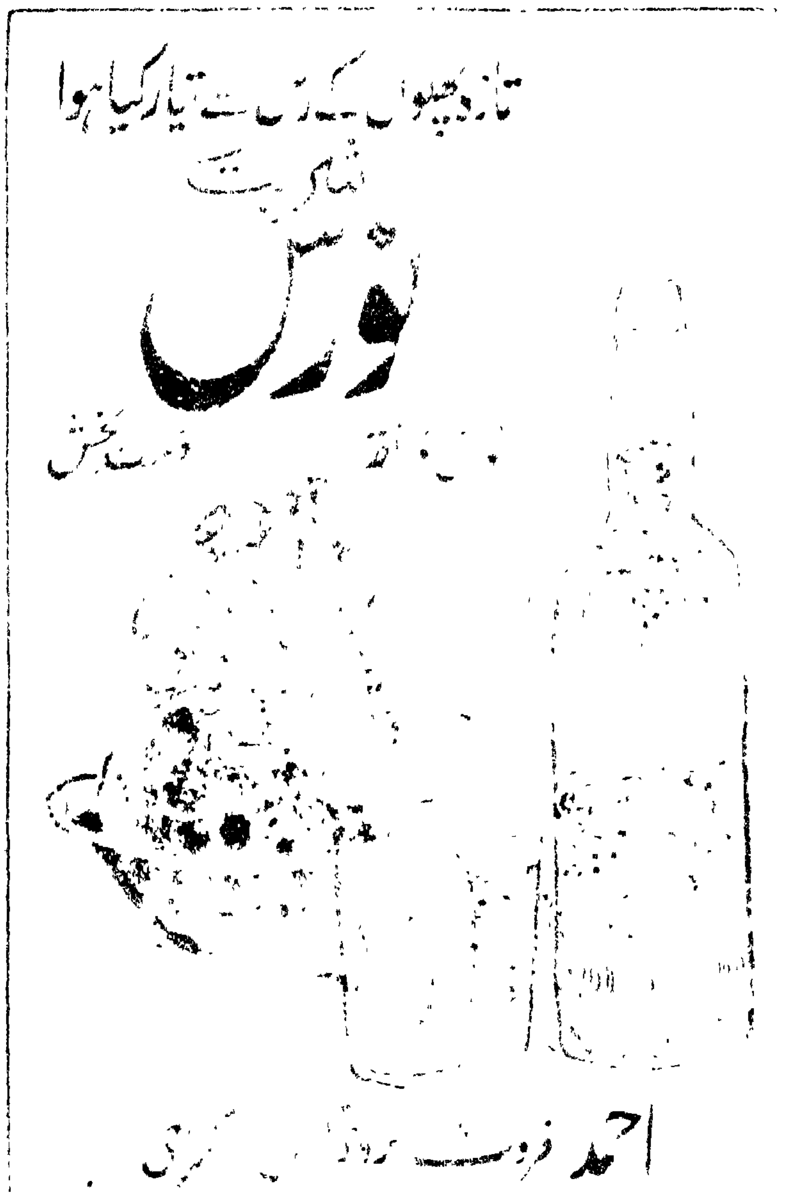
مرکزی وزارت مہاجرین و بحالی کے ایک ترجمان نے کہا ہے کہ ہندوستان میں چھوڑی ہوئی غیر منقولہ املاک کے مطالبات رجسٹر کرنے کی ضرورتی جدولیں اور فارم اردو زبان میں بھی تیار کئے جا رہے ہیں۔ جیسے ہی مذکورہ فارم وغیرہ تیار ہو جائینگے عوام کو مہیا کر دیئے جائینگے۔

ترجمان نے اس حقیقت کا اظہار اس وقت کیا جب اس کی توجہ عوام کے بعض حلقوں کے اس مطالبہ کی طرف مبذول کرائی گئی۔ کہ اردو میں فارم مہیا کئے جائیں۔

بنا مشن ہے کہ اُٹھنے والوں کو محض قلتِ تعداد کی وجہ سے مخالف قوتیں مغلوب کر لیتی ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم اور رسول اللہؐ کا اسوۂ حسنہ سامنے موجود ہونے کی وجہ سے کوئی شخص بیویوں کے معاملہ میں غیر عادل ہونے کی جرأت نہ کر سکتا تھا ۔

سوال ۔ آبادی کے معاملے میں پاکستان کی موجودہ صورت حال کیا ہے ۔

جواب ۔ پاکستان کے پاس زمین کے دو خطے ہیں مشرقی پاکستان کا خطہ رقبہ میں بہت کم ہے اور اس تھوڑی سی زمین میں جو دریاؤں اور جھیلوں کی زد سے بچ گئی ہے کوئی چار کروڑ انسان جمع ہو گئے ہیں ۔ جن کے لئے معمولی خوراک اور تن ڈھانکنے کا مسئلہ بھی حل کرنا بھی دشوار ہے چہ جائیکہ تعلیم و تہذیب و تمدن کے دوسرے تقاضے جو بنیادی ضرورت ہیں انسان کے لازمی تقاضے ہیں ۔ پورے ہو سکیں مغربی پاکستان میں رقبہ بہت زیادہ ہے لیکن سب سے بڑا حصہ یعنی بلوچستان پانچ لاکھ انسان کے لئے بھی ادنےٰ سامانِ حیات مہیا نہیں کر سکتا ۔ اس خطہ میں کوئی ساڑھے تین کروڑ مسلمان آباد ہیں ۔ ایک فصل خراب ہونے سے غیر مسلم اقوام کے آگے محض روٹی اور قوت لایموت کے لئے دستِ سوال دراز کرنا پڑتا ہے ۔ جو کسی عزت مند قوم کے لئے نہایت شرمناک بات معلوم ہوتی ہے ۔ پورے پاکستان میں عورت کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہے جس کے معنی ہیں کہ ایک عورت بھی ایک مرد کے حصہ میں نہیں آتی ۔ پاکستان جیسے ملکوں کے لئے شدید ضرورت یہ ہے کہ آبادی کی افزونی کو کم کیا جائے ۔ اس وقت یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اس مقصد کے لئے کیا جائز اور معقول طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں ۔۔۔ بہر حال پاکستان کی حالت وہ نہیں ہے ۔۔ جو ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی حالت تھی اس لئے ابتداء میں ازدواج کے معاملے میں جو جواز یا اجازتیں یا ضرورتیں تھیں اور ان کے پیش نظر جو طریق عمل اختیار کیا گیا تھا ۔ وہ موجودہ حالت پر قابلِ اطلاق نہیں ہے ۔


تازہ پھلوں کے رس سے تیار کیا ہوا
شربت
نورس
فرحت بخش
احمد فوڈ

از :- ماہر القادری صاحب

سلام

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں

سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اس پر ابوسفیانؓ کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر کہ جو ٹوٹے ہوئے چھپر میں رہتا تھا
سلام اس پر کہ جو ہر وقت سچی بات کہتا تھا

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سرمایہ
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس ذاتِ اقدس پر جو والی تھی یتیموں کی
سلام اس روحِ اطہر پر جو حامی تھی غریبوں کی

سلام اس پر کہ جو ٹوٹی امیدوں کا سہارا تھا
سلام اس پر کہ جس نے گیسوئے فطرت سنوارا تھا

سلام اس پر کہ جس نے شرک کے پردے اٹھا ڈالے
سلام اس پر کہ جس نے نقشِ باطل کو مٹا ڈالے

سلام اس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اس پر کہ ساکن کر دیا طوفان کی موجوں کو

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سلام اس پر بتوں کا زور جس نے ختم کر ڈالا
سلام اس پر جہاں کو رحمتوں سے جس نے بھر ڈالا

سلام اس پر کہ جس نے ظلمتوں کو طلعتیں بخشیں
سلام اس پر کہ جس نے پستیوں کو رفعتیں بخشیں

سلام اس پر خزانے جس نے رحمت کے لٹا ڈالے
سلام اس پر کہ جس نے فیض کے دریا بہا ڈالے

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کی روح دوڑا دی
سلام اس پر دیا جس نے جہاں کو درس آزادی

سلام اس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی
سلام اس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی

سلام اس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا

اظہار التجا

از — محمد اظہار حسین عثمانی اعظم گڑھی

ہے جنت سے کہیں بہتر مدینہ کی زمیں مجھ کو
نہیں ہرگز گوارا ہے یہاں کی سرزمیں مجھ کو

یہی ہے التجا یارب مری دربار عالی میں
زمیں تھوڑی سی بس مل جائے طیبہ کے قریں مجھ کو

حقیقت مختصر عثماں کی اپنے یہ ہے ہمدم
بہت روئے گی اپنی گود میں لے کر زمیں مجھ کو

نہ زادِ آخرت ہے نہ امید شفاعت ہے
فقط ہے آسرا تیرا الٰہ العالمیں مجھ کو

تیرے در کا بھکاری لوگ مجھ بیکس کو کہتے ہیں
نہ اپنی چشم پوشی سے خدایا کر حزیں مجھ کو

نہیں یہ شاعری اظہار عقیدت ہے
سمجھ جاؤں حقیقت دے وہ چشم دوربیں مجھ کو

افسانہ

ازجناب بی الیف تقویہ بدایونی صاحب

یوسف کی پسند

ولایت کی روانگی

یوسف باورچی خانہ میں یہ کہتا ہوا داخل ہوا

دن کے دن مل لو خدا جانے کہ پھر آئیں نہ آئیں
رات کی رات ہیں مہمان سحر جاتے ہیں

ایک نوعمر لڑکی کھانا پکا رہی تھی۔ یوسف کی آواز پہ اُس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا [illegible] آنکھیں رونے سے سرخ ہو گئیں تھیں۔ مگر یوسف کے پاس کا فقرہ اچھا مل گیا تھا۔ لوٹ [illegible] آنکھیں سرخ ہو گئیں ہونگی۔

یوسف نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ [illegible] کھانا ختم کیجئے۔ آپ کو کبھی کھانے پکانے سے فرصت ہی نہ ہوگی ذرا آئینہ میں چل کر ملاحظہ فرمائیں۔ [illegible] آنکھیں [illegible] گئیں ہیں۔ جمیلہ تمکو اپنے حسن کی ذرا بھی قدر نہیں۔
جمیلہ اسم بامسمٰے ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ جمیلہ نے اپنا ہاتھ یوسف سے چھڑاتے ہوئے کہا میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ سالن جلکر خاک ہو جائے گا آپ تشریف [illegible] حاضر ہوتی ہوں۔

یوسف۔ [illegible] وعدہ [illegible] آپ [illegible] تم میرے کمرے میں ضرور آنا۔

جمیلہ۔ اچھے کمرے میں آنے کا میں وعدہ نہیں کرتی۔ [illegible] کمرے میں آپ کو [illegible]

یوسف۔ [illegible] ملنے میں اس قدر [illegible]

جمیلہ بیگم۔ [illegible] آسمان سے زمین کو [illegible]

یوسف۔ اب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ آپ مجھ کو اپنے قابل تصور نہیں کرتیں ہیں۔ جب ہی اس قدر مجھ سے نفرت ہے۔ خیر کہہ کر چلا گیا

یوسف ایک نوجوان حسین شخص ہے تمام یونیورسٹی میں اول رہنے کی وجہ سے گورنمنٹ کی جانب سے ولایت جا رہا ہے ۔ ۔ ۔ جمیلہ خادم کی لڑکی ہے اور یوسف آقا کا بیٹا ہے۔

یوسف کو اطمینان ہوگیا

یوسف جمیلہ ایک گھر میں پلے بڑھے حسن و جمال میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔ لیکن وہی ایک فرق ان دونوں میں پڑ گیا تھا۔ کہ یوسف آقا کا بیٹا اور جمیلہ خادم کی بیٹی تھی۔ یوسف کے ولایت جانے پر گھر بھر میں خوشی منائی جا رہی تھی۔ مگر یوسف غمگین تھا۔ وہ بار بار رومال سے اپنے نم آلودہ آنکھیں صاف کر رہا تھا۔ اسکی والدہ نے بھی اسکو روتے ہوئے دیکھ لیا اور پیار کر کے کہا۔

یوسف تم کیوں رو رہے ہو۔ خدا کا شکر کرو کہ عزت سے ساتھ ولایت جا رہے ہو۔ تم سے بڑا بھائی اب تمہارے ساتھ [illegible] ہے۔ اس کو بھی تمہارے ساتھ [illegible] ہم ولایت [illegible] جا رہے ہو۔ وہ تو خوش ہے۔ تم رو رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[illegible] تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔ اور تم بجائے خوش ہونے کے رو رہے ہو۔

یوسف ۔ مجھے تو آپ سب کی جدائی کا بے حد صدمہ ہے۔

ماں ۔ بہن بھائی تمہارا مذاق اڑائیں گے کہ تم کیا بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔

یوسف ۔ مجھے تو بہن بھائیوں کے مذاق اڑانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کی جدائی میرے واسطے ناقابل برداشت ہے۔ بہن بھائیوں کے بغیر دنیا کی کوئی شے مجھ کو خوش نہیں کر سکتی۔

ماں بہت دیر تک سمجھا کر چلی گئی۔ مگر یوسف دیر تک روتا رہا۔ اس کی روانگی کے دن سب لوگ اِدھر اُدھر کام میں پھرتے چلتے رہے

مگر جمیلہ اس کو نہ دکھائی دی۔ آخر وہ تھک ہو کر جمیلہ کے کمرے میں گیا۔ اور کہا ۔ ۔ ۔ جمیلہ جمیلہ اپنے جانے سے پیشتر ہی ہم کو چھوڑ دیا۔

جمیلہ ۔ [illegible] نے کہا اور آہستہ سے کہا میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔

یوسف ۔ بے تکلف جمیلہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور رونے لگا۔

جمیلہ ۔ یہ کیا آپ کی خراب عادت ہے۔ کہ آپ عورتوں کی طرح روتے ہیں مجھ کو آپ کے جانے کی بے حد خوشی ہے۔

یوسف ۔ اور مجھ کو بھی [illegible] خدا [illegible] یوسف کبھی وہاں سے واپس نہ آئے۔

جمیلہ ۔ یہ آپ کیوں کر سکتے ہیں۔ [illegible] کسی کی دعا کی کیا ضرورت ہے۔

یوسف ۔ لیکن آپ مجھ سے اتنی ناراض کیوں ہیں۔

جمیلہ ۔ میں آپ سے ناراض [illegible] آپ مجھ کو [illegible] رہے ہیں۔

یوسف ۔ لیکن آپ کی آنکھیں کیوں گلابی ہو رہی ہیں۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔

جمیلہ ۔ آپ نے کیوں روتے روتے اپنی آنکھیں سرخ کر لی ہیں۔ مجھ کو اپنے رونے سے اتنی شرم آتی ہے کہ [illegible] کے ۔ [illegible] کو دل نہیں چاہتا۔

یوسف ۔ رونے میں شرم کی کیا بات ہے۔ میں تو چار روز سے برابر رو رہا ہوں میرا تو دل ہی ذرا بھی قابو نہیں۔ جب میں اپنے

غریب الوطنی کی دوری کا خیال کرتا ہوں۔ بے اختیار روتا ہوں۔ آہ! میرے بہن بھائی میرے دوست مجھکو وہاں کہاں ملیں گے۔ خاص کر مجھکو اپنی محسن [illegible] کی جدائی کا بیحد غم ہے۔ تین سال کی قید شدید مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ میری [illegible] کی [illegible] اتنی دور ہو جائے گی [illegible] کبھی [illegible] نہیں لگایا تھا۔ خدا [illegible] ایسے لوگوں [illegible] کی بھی پرواہ نہیں کی۔

جمیلہ – سب جھوٹ ہے [illegible] یاد [illegible] زیادہ خوبصورت [illegible] حسین [illegible]

یوسف – آپ اگر [illegible] یورپ [illegible] نہیں [illegible]

جمیلہ – وہ لوگ آپ کا محبوب ایسا عرش [illegible] ہے۔

یوسف – عرش [illegible] بلکہ [illegible] میری [illegible] شادی ہوئی ہیں ایسی لوگ دیکھا تھا کہ ہندوستانی حسین [illegible] ہوتے ہیں۔

جمیلہ – [illegible] کہ یوسف مجھ کو اپنا محبوب کہہ رہا ہے۔ مگر یوسف کی شادی کے خیال سے افسردہ ہو گئی۔

یوسف کے والد نے اپنے اور اپنے خادم کے بچوں میں ذرا بھی فرق نہیں رکھا تھا۔ لڑکی لڑکا بالکل ایک طرح ایک گھر میں بہن بھائیوں کی طرح پرورش پا رہے تھے۔ اور تعلیم و تربیت میں ذرا بھی فرق نہ کیا تھا۔

یوسف سرکار کی جانب سے ولایت جا رہا تھا۔ تو جمیلہ کے بھائی مسعود کو یوسف کے والد نے اپنے پاس سے بارہ ہزار روپیہ ولایت جانے کے لئے دیا تھا۔ مسعود اور یوسف میں [illegible] فرق نہیں تھا۔

جمیلہ کی افسردگی دیکھکر یوسف مسکرانے لگا اور کہا جمیلہ خدا حافظ اپنے یوسف کو فراموش نہ کر دینا۔

جمیلہ – میرے یوسف کیوں ہوتے۔ یوسف اپنی محبوب کے [illegible] کے یوسف ہنستا ہوا چلا گیا۔ [illegible] رو تا ہوا آیا تھا۔

یوسف کی شادی

[illegible]

[illegible] ہندوستانی [illegible] گیا [illegible] یوسف [illegible] ولایت [illegible] [illegible] کر دیا گیا۔

یوسف [illegible] سال کا نوجوان [illegible] ولایت سے واپسی کے وقت [illegible] سال کا تھا۔

[illegible] کہ وہ [illegible] ہونہار نوجوان تھا۔ جمیلہ کا بھائی مسعود آئی۔ سی۔ ایس۔ پاس کر کے آیا تھا۔ وہ بھی ہندوستان آ کر کسی ضلع میں کلکٹر مقرر کر دیا گیا۔

یوسف نے جدا جانے تین سال کیونکر گذارے تھے آتے ہی ایک گلاب کا

پھول لے کر جمیلہ کے پاس پہونچے اور کہا اگرچہ قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن آپ اس کو قبول کر لیجئے گا۔

جمیلہ — سترہ سال کی تھی۔ میٹرک پاس کر چکی تھی۔ الیف اے کے پہلے سال میں زہرہ کے ساتھ کالج میں داخل ہو چکی تھی۔ وہ یوسف کی جانب سے قطعی نا اُمید ہو چکی تھی۔ کیونکہ یوسف نے یورپ جا کر کبھی ایک حرف بھی اس کو نہیں لکھا تھا۔ اچانک یوسف کے تحفہ پر اسکی گذشتہ یوسف کی گفتگو جو روانگی سے پیشتر کی تھی یاد آگئی اس نے نیچی نگاہ کرتے ہوئے مسکرا کر پھول اپنے خوبصورت ہاتھوں سے لیکر اپنی شربگیں آنکھوں سے لگا لیا۔ یوسف اپ سمجھا ہو گیا تھا تحفہ دے کے شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ والدین کو اس کی شادی کی فکر تھی۔ خاندان کی بہت سی لڑکیاں نگاہ میں تھیں۔ یوسف سے دوبرو تذکرہ کیا گیا۔ یوسف نے کہا۔ ابھی ایسی شادی کی جلدی ہی کیا ہے پہلے مسعود اور محمود کی شادی کیجئے۔ یہ دونو یوسف کے دوست تھے۔ اور جمیلہ کے بھائی تھے۔ یوسف کے والد نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ تم کو اپنی لڑکی دیں گے۔ یوسف کے والد نئی طبیعت کے آدمی تھے اور آزاد شخص تھے۔ ان کے دادا پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بذات خاص بڑے پائے کے آدمی تھے۔ اُن حضرت نے اپنی پیاری سب سے چھوٹی بیٹی کو بلا کر دریافت کیا کہ محمود اور مسعود میں سے تم کس کو زیادہ پسند کرتی ہو۔ سچ سچ کہہ دینا۔ تم کو کس سے محبت ہے پندرہ برس کی بچی فوراً بول اٹھی

میں محمود صاحب کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔ والد صاحب نے قاضی صاحب کو بلا کر بیٹی کا نکاح کر دیا۔ جب بہن کا نکاح ہو چکا۔ تب یوسف سے مذاکرہ کیا گیا۔

ابا جمیلہ کا بھی نکاح یوسف کے ساتھ کر دیجئے وہ بھی مجھ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ارے تمہاری اماں مجھ کو گھر سے نکال دینگی۔ ہمارا ان کا تصفیہ اس امر پر ہو چکا ہے کہ لڑکے ان کے اور لڑکیاں ہماری۔ لڑکیوں کی شادی ہم جہاں چاہیں گے کریں گے۔ لڑکوں کی وہ اپنی مرضی سے کرینگی یوسف نے کہا کہ بہر حال لڑکوں کی مرضی تو ضرور شامل کی جائے گی۔ اگر میں یورپ سے کسی کو لے آتا۔ تب اماں کیا کرتیں۔ باپ نے کہا

اطلاع برائے چندہ

جن بہنو یا بھائیوں کا چندہ اب تک نہیں آیا۔ وہ جلد از جلد روانہ کر دیں ورنہ پھر وی۔ پی روانہ ہو گا

منیجر اخبار مستورات

باپ نے کہا کہ اچھا جمیلہ کو بلا بھیجو۔ غرض جمیلہ بلائی گئی۔

والد صاحب۔ جمیلہ خانم آپ ہمارے سب بیٹوں میں کس کو سب سے بہتر سمجھتی ہو

جمیلہ مسکرائی اور کچھ جواب نہ دیا۔

یوسف کے والد۔ بے شرم ہو گئی ہے۔ شرماتی ہے۔ کہو جس کو پسند کرتی ہو۔

جمیلہ۔ میں ایک خادم کی بیٹی ہوں۔

یوسف کے والد۔ خادم و مخدوم کا یہاں سوال نہیں ہے۔ پسند کا سوال ہے۔

جمیلہ۔ بس وجہ یہ ہے مجھ کو سب سے زیادہ چاہتی ہیں۔ ہاں [illegible] بھائیوں کا حال مجھے معلوم نہیں لیکن آپ [illegible] دریافت فرما سکتے ہیں [illegible] کس کو زیادہ چاہتا ہے۔

یوسف بول اٹھا۔ میں آپ کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ کیسے آپ سنے یا اس کا کیا جواب ہے۔

جمیلہ۔ مسکرا کر میرے پاس لیکن کوئی بھی جواب نہیں ہے۔ میں آپ کو جواب دیا کرتی تھی۔ اب آپ کو جواب نہیں دے سکتی کیونکہ آپ جج صاحب ہو گئے۔

یوسف۔ جج صاحب ہو گئے تو ہماری بات کا جواب نہیں ہوگا۔ ہم آپ کو جج ہائی کورٹ کا مقرر کئے دیتے ہیں۔ تب تو آپ ہم کو جواب دیں گی۔

یوسف کے والد نے کہا کہ جمیلہ خانم اب تو بولو ہائی کورٹ کا جج بننا بھی آپ کو منظور نہیں یہ تو بڑے نصیب کی بات ہے۔

جمیلہ۔ ابا یہ مذاق کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں کیا یہ مجھ کو اپنا عہدہ دے سکتے ہیں۔

یوسف کے والد۔ بولو۔ یوسف غلط بیانی تو نہیں کرتے ہو۔

یوسف۔ حقیقت میں ابا میں سچ کہہ رہا ہوں۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

والد صاحب نے قہقہہ لگایا جمیلہ شرما کر رہ گئی قاضی صاحب کو طلب کیا کہ یوسف کا نکاح جمیلہ خانم کے ساتھ کر دیجئے۔

مولوی صاحب دو گواہ بنائے گئے۔ اور والد خود ولی بنے پہلی بات جمیلہ سے دریافت کیا گیا جمیلہ نے جھکا کے نیچی نگاہ آہستہ سے کہا پوری تنخواہ بیٹے کے لئے۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ یوسف نے کہا مہر و چشم ہم کو منظور ہے۔

اس طرح سے نکاح ہو گیا۔

یوسف کی والدہ کو بیٹی اور بیٹوں کے نکاح کی خبر نہ ہوئی۔ یوسف کے والد نے گھر سے ہی [illegible] لطف [illegible] یوسف کی نسبت کے بارے میں گفت و شنید کرنے یوسف کی ماں جان تشریف لے گئیں تھیں۔

(باقی آئندہ)

صنف نازک

(از جناب ماسٹر باسط صاحب سوانی)

محترمہ ایڈیٹر صاحبہ۔ محترم ماسٹر باسط صاحب سوانی کی یہ نظم رسالہ بنات اردو لاہور میں نظر سے گزری ماشاء اللہ خوب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظرین اور ناظرات "مستورات" کی اس سے مستفید ہوں لہذا ارسال ہے۔ امید ہے کہ آپ جلد از جلد اسے "مستورات" میں شائع فرمادیں گی۔

محمد اکرام اللہ قریشی۔

صنف نازک کا ہے یہ قول مساوات رہے ۔۔۔ بلکہ مردوں سے بھی بڑھ چڑھ کے ذرا بات رہے
فتنہ گر ساری خدائی میں یہ اک ذات رہے ۔۔۔ یاد نا حضرت حوا کی کرامات رہے!!

ہم سے خالی نہ عشرت کا کوئی دور نہ ہو
ساری محفل میں ہم ہی ہم ہوں کوئی اور نہ ہو

ہم ہوں مختار کسی بات میں مجبور نہ ہوں ۔۔۔ مرد معذور بنا کر ہمیں معذور نہ ہوں
ہم کو پردے میں نہ رکھے کوئی مستور نہ ہوں ۔۔۔ غیر مردوں کی نگاہوں سے کبھی دور نہ ہوں!

کھیئے باسط کا ہنگامہ عالم دیکھیں
وہ ہمیں دیکھیں سر بزم انہیں ہم دیکھیں

چھپکے گوشے میں رہیں ہم یہ حیا ہے کوئی　　کوئی دیکھے نہ ہمیں یہ بھی ادا ہے کوئی
مرد دیوانے بنیں یہ اسکی دوا ہے کوئی　　ہم سے مجبوروں کا بھی ہائے خدا ہے کوئی

ناقص العقل سمجھتے ہیں ہمیں عقل نہیں
کونسی بات ہے وہ جسمیں ہمیں دخل نہیں

بچے گودوں میں لئے دودھ پلائیں کبتک　　لوریاں دیکے انہیں شکو سلائیں کبتک
سیر و تفریح کے ارمان چھپائیں کبتک　　دیکھئے مرد ابھی ہمکو ستائیں کبتک

گھر کبھی گھر نہیں گویا قفس ہے ہم کو
تیلیاں توڑ کے اڑنے کی ہوس ہے ہم کو

زیب خلوت ہی نہیں ہے رونقِ محفل ہیں ہم　　چرخ شہرت پہ وہ چمکیں مہ کامل ہیں ہم
وہ کوئی بزم نہو جسمیں نہ شامل ہم ہوں　　جی میں آتا ہے کہ مردوں کے مقابل ہم ہوں

یہ کوئی بات ہے ہر بات میں مغلوب ہوں ہم
کیا بری ہے نگہ شوق سے محجوب ہوں ہم

زینت خانہ ہیں ہم رونقِ کاشانہ ہیں　　مئے خوبی سے وہ لبریز وہ پیمانہ ہیں
آشنا علم سے ہیں جہل سے بیگانہ ہیں　　کیوں نہ ہو جلوہ گہ جلوۂ جانانہ ہیں

فتنۂ حشر ہیں پرکالۂ آفت ہم ہیں
جس سے ڈرتی ہے قیامت وہ قیامت ہم ہیں

سوز پیدا کرے جو قلب میں وہ ساز ہیں ہم　　دل تڑپ جائے جسے سنکے وہ آواز ہیں ہم
آجتک جسکو کوئی سمجھا نہ وہ راز ہیں ہم　　یاد آجائے خدا وہ بت طناز ہیں ہم

برق سے کم نہیں اندازِ تبسم اپنا
روح موسیقیٔ دلکش ہے ترنم اپنا
لگ گئی غیر زمانہ کی ہوا راس ہمیں　　کس مپرسی کا ہوا آج جو احساس ہمیں
اب کسی بات سے ہو نیکی نہیں پاس ہمیں　　دل کے جذبات کا لازم ہے ذرا پاس ہمیں
مرد کے واسطے بالا رہیں ور پست ہوں ہم
پست اک عمر رہے اب تو زبردست ہوں ہم

قول یا سچ ہے کہ حد سے گذرنا معیوب　　کیوں ہے انگشت نمائی تمہیں اپنی محبوب
مغربی طرز ہے کس واسطے دل کو مرغوب　　ایک عالم سے نرالا ہے تمہارا اسلوب
یوں ہی تصویرِ وفا مایۂ صد ناز رہو
محرمِ راز بنو ہمدم و دمساز رہو
نرگسی چشم سے یورپ کا تماشا دیکھو　　اور آزادیٔ نسواں کا نتیجہ دیکھو!
آج تہذیب کا الٹا ہوا خاکہ دیکھو　　پیروی غیر کو کرنا یہ کرشمہ دیکھو!
اپنی فطرت پہ رہو مرد نہ بیکار بنو!
دل کا درماں ہی رہو درد نہ زنہار بنو!
آ گئی تم کو زمانہ کی ہوا راس ضرور　　کچھ نہ کچھ دل میں بھی پیدا ہو وسواس ضرور
بال بچوں کا بھی لازم ہے مگر پاس ضرور | خانہ داری کے فرائض کا ہے احساس ضرور

خوبیاں پوچھے کوئی آکے تمہاری ہم سے
رشک فردوس جو گھر ہے تو تمہارے دم سے

صنف نازک ہو تمہیں کہتے ہیں سب جنس لطیف — اپنا دامن نہ کرو داغ سے للہ کثیف
جس سے طاقت ہو ہمیں تم ہو وہ کمزور نحیف — پیکر عصمت و عفت ہو، حلیم اور شریف

ناز بیجا بھی اٹھاتے ہیں وہ غالب ہم ہیں
تم کو مطلوب سمجھتے ہیں وہ طالب ہم ہیں

تم مریضوں کے مسیحا ہو، نہ بیمار بنو — شوخیاں لطف کی ہوں وہ بنا طرار بنو
چارہ جو، چارہ گر و مونس و غمخوار بنو — ہم روادار نہیں، تم بھی روادار بنو

کام بن جاتے ہیں دنیا کے رواداری سے
ہاتھ للہ اٹھاؤ نہ وفاداری سے

میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرّت انگیز لمحہ!

میری شادی ایک ایسے گھرانہ میں ہوئی تھی جو خدا کی عنایت سے ایک امیر گھرانہ کہا جا سکتا تھا۔ مگر میری قسمت کا ایک حصہ ہی اس گھر میں نہ تھا۔ ساس میری سوتیلی تھیں ۔۔۔ ان کے اولاد نہ تھی۔ میری سگی ساس کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ چھ لڑکے۔ چار لڑکیاں چھوڑ کر مری تھیں۔ میرے شوہر دو بھائیوں اور بہنوں کے بعد کے تھے۔ اور ابھی تک طالب علم تھے۔

ساس کا تو جتنا خراب سلوک ہو ظاہر ہے۔ اور وہ اس لئے کہ سوتیلی تھیں۔ لیکن افسوس تو یہ تھا کہ سگی نند و جیٹھانی وغیرہ ان سے زیادہ رقیب ہو گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات دن میرے رنج و غم میں کٹتے۔ خیر صاحب خدا نے سب دن کاٹ دئے۔ اور شوہر کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو گیا۔ کالج سے نکلتے ہی نوکری مل گئی۔ اور وہ دو سو روپے کے ملازم ہو گئے۔

شوہر کو مجھ سے محبت بہت تھی۔ لیکن ساتھ ہی خاندانی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ مجھ کو اپنے پاس بہت بلانا چاہا۔ مگر والدہ کی علالت اور تنہائی کی وجہ سے نہ بلا سکے۔ تین برس تک میں ان کی خدمت گاری میں رہی اور بڑی سخت مصیبتیں اٹھائیں۔ تین برس کی مسلسل علالت کے بعد خدا نے اُن کو صحت عطا فرمائی۔ اور میں مع خوشدامن صاحبہ کے اپنے شوہر کے پاس آگئی۔ یہی میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرت انگیز لمحہ تھا۔


چہرے
کی
خوبصورتی
کو
چار چاند لگانے والی
تبت سنو
استعمال کیجئے
یہ چہرے کے داغ دھبے دور کرکے جلد کو ملائم اور
خوبصورت بناکر رنگ نکھارتی ہے
Tibet
کوہ نور کی خاص مصنوعات
تبت کولڈ کریم
کوہ نور خضاب نمبر ۵
کوہ نور آملہ ہیر آئل
کوہ نور روغن چنبیلی نمبر ۵
بہار شاہی خوشبودار بالصفا صابن و پوڈر
کوہ نور کیمیکل کمپنی کراچی پاکستان

زمانۂ جاہلیت میں دو عرب لڑکیوں کے خیالات

عرب جاہلیت کے میلے اپنے شاعرانہ جلسوں اور ادبی معرکوں کے لئے ہمیشہ یادگار رہیں گے ان میلوں میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے اور بازار فصاحت و بلاغت میں دونوں کے نقد سخن کا سکہ مساوی قیمت و وزن میں رواں ہوتا تھا۔

ان فصیح و بلیغ قصائد، اشعار اور تقریروں میں جہاں کمال فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا تھا وہاں کی سوسائٹی کے اصلی جذبات اور رجحانات اور عیب و ہنر بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ آغاز اسلام سے کچھ قبل ایک مرتبہ عرب کے سب سے بڑے اور مشہور میلہ عکاظ میں جمعہ اور ہند نامی دو لڑکیاں شریک ہوئیں۔ قلمس کنانی جو عرب میں ممتاز شخصیت رکھتا تھا۔ وہ بھی موجود تھا۔ جب یہ دونوں لڑکیاں اس سے ملیں تو اس نے ان کا امتحان لیا۔

اس نے ان لڑکیوں سے کہا کہ میں تم سے کچھ سوالات کروں گا تاکہ مجھے یہ معلوم ہو کہ تم میں سے کس کو زبان پر زیادہ قدرت حاصل ہے۔ اس کا بیان شستہ ہے۔ اور کون خوش اسلوبی سے کسی بات کو ظاہر کر سکتی ہے۔

دونوں نے کہا کہ جو چاہو پوچھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم کو زبان پر کیا قدرت حاصل ہے۔ اور ہم میں خوش بیانی کا کیا ملکہ ہے۔ چنانچہ قلمس نے باری باری سے دونوں سے اونٹ۔ اونٹنی، گھوڑے اور گھوڑیوں کے اور بادلوں کے متعلق ایسے سوالات کئے جس سے ان کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی ظاہر ہو دونوں نے اپنے اپنے جوابوں میں ان کے اوصاف

اور برائیاں بیان کرکے اپنی فصاحت و بلاغت اور
آسمانی قابلیت کا ثبوت دیا۔ اسی سلسلہ میں عورتوں
اور مردوں کے متعلق بھی سوالات تھے جن کے جوابات
ہم اس موقعہ پر مطالب بطلبہ درج کرتے ہیں۔
جن سے اس زمانہ کی عورتوں کے خیالات کا اندازہ ہوگا
قلمس نے پوچھا کہ اے جمہور بتاؤ کہ تم کو
کونسی عورت زیادہ پسند ہے۔
جمہور ۔ مجھے وہ عورت پسند ہے جو بھولی بھالی
[illegible] ۔ [illegible] ۔ دراز گردن [illegible]
اور رونق بڑھانے والی ہو ۔ پردہ والی ہو ۔ حیادار
موٹی آنکھوں والی ، نازک اندام ہو ۔ سیم تن ہو
ہمتد ۔ انہوں نے ایسی عورت کی تعریف کی
ہے جو جوان آدمی کی انتہائی خواہش اور
آرزو ہے مگر مجھے تو کوئی اور ہی قسم کی
عورت زیادہ پسند ہے ۔ میرے پسند
وہ عورت ہے جو ناز و غمزہ والی ہو
ظرافت و مستی و رونق رکھتی ہو۔
قلمس ۔ جمہور بتاؤ کہ تم کس عورت کو زیادہ ناپسند
کرتی ہو؟
جمعہ ۔ جو بد اخلاق ۔ بدزبان ۔ جاہل ۔ کند ذہن
[illegible] ۔ پست ہمت ہو ۔ نہ شریف
زادی ہو ۔ نہ شریف الاخلاق ۔ نہ
لحاظ والی ہو ۔ نہ پردہ کا خیال رکھتی ہو۔
ہمتد ۔ انھوں نے ایسی عورت کے اوصاف
بیان کئے جس کے خاوند کی حالت کبھی
نہ سدھرے اور جس کو کبھی چین نصیب نہ ہو
اور مال بھی اس کو کبھی فائدہ نہ دے مگر
مجھے اس سے زائد کوئی اور قسم کی عورت
ناپسند ہے جو دبلی ہو ۔ بدشکل ہو ۔
جگر کی بیماری میں مبتلا رہتی ہو ۔ بدزبان
کوتاہ گردن ہو ۔ جس کے اگر بچہ پیدا ہو
تو شریف الاخلاق نہ ہو ۔ اگر وہ عورت کسی
پر خفا ہو ۔ تو بہت دیر تک نہ بولے [illegible]
کبھی بے الفت ہو تو شور مچا دے گی
قلمس ۔ تم دونوں نے بات ٹھیک کہی ۔ اب
جمعہ تم بتاؤ کہ کونسا مرد تم کو زیادہ قابل

تعریف معلوم ہوتا ہے ۔

نعشہ - میرے نزدیک وہ مرد اچھا ہے - جو شریف اچھا ہو - اور اسی کے ساتھ شریف اخلاق - نرم مزاج - میل ملت والا - سخی ہوشیار - عقلمند - ذکی طبع - مقرر - بہادر رعب داب والا ہو - اور ذاتی فضائل رکھتا ہو -

فلمس - اے ہند تم بتاؤ!

ہند - بے شک انہوں نے ایسے سخی اور سردار آدمی کی توصیف بیان کی ہے جو بھلائی کی جانب نہایت مشتاقانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہو اور چاہے دور ہو یا نزدیک دونوں حالتوں میں دل پسند ہے - مگر میرے نزدیک یہ - وہ شخص زیادہ اچھا ہو جو فراخ دست ہو - سخی اور نفع رساں خلائق ہو - دشمنوں سے محفوظ اور اُن سے اپنا بچاؤ کرنے والا ہو شریف ہو اور قوم میں سب اس کا کہنا مانتے ہیں - بہادر دلیر ہو اور سرداری کے باعث بلند مقام ہو - تحصیل ناموری کی وجہ سے مال کو حقیر سمجھتا نہ ہو -

فلمس - تم دونوں نے ٹھیک کہا - اب اے جمعہ تم بتاؤ کہ مردوں میں کونسی قسم زیادہ بُری معلوم ہوتی ہے -

جمعہ - مجھے وہ مرد ناپسند ہے جو بہت مانگنے ہو زدیل صفت ہو - سب کے دونمین کھلتا ہو - بداصل - بدشکل - کریہہ منظر - پرخور ضعیف سینہ ہو -

ہند - انہوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو کم وقعت اور کم قدر ہے - اور جس کے عیوب بکثرت ہیں جس کے سبب سے تم اگر اس کے دشمن ہو جاؤ تو بجا ہے مگر مجھے تو اور ہی قسم اس سے بھی زیادہ ناپسند ہے -

کم زور، حرام معزو والا ہو - کوتاہ سینہ ہو -
احمق ہو بے جگہ مال کو خوب اڑاتا

ہو جسکی کوئی عزت نہ ہو - اور نہ اس کی کوئی بات مانی جاتی ہو -

---

اس گفتگو کے بعد قلس نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تم کچھ شعر بھی کہتی ہو - دونوں نے اس بات کا دیا ہے -

پہلے جعفر نے اپنے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ :

(۱) عقلمندوں کے نزدیک گفتگو کے طریقوں میں طریقہ ایسے ہوشیار گفتگو کرنے والے کا ہے جو مختصر بات کہتا ہو -

(۲) اور سب سے اچھی غنیمت جس سے فائدہ پہونچے اور جس کی خواہش کی جائے عقل کی باتوں کا ذخیرہ ہے جس کو آدمی جمع کرے اور حاصل کرے

(۳) آدمی کی خصلت میں سب سے بہتر خصلت آدمی کی راست ہوتی ہے - اور سچائی کی خوبی روشن اور ظاہر ہے -

(۴) تیری وعدہ وفائی اگر دولت مندی کے سبب سے ہے تو ہمیشہ وعدہ وفا کر - اور لینا دینا رہ -

(۵) ایسے شریف سے کچھ بھلائی کی اُمید نہیں جو سامنے تجھ کو خوش کرتا ہو اور پیچھے تجھ پر طعن تشنیع کرتا ہو -

آدمی سے اپنے نفس کی اصلاح نہ ہو سکے تو دوسرے کی اصلاح سے تو وہ اس سے بھی زیادہ عاجز ہے

(۷) بہت سے ایسے مہذب ہوتے ہیں کہ ان کے مناسبات ان کے جہل کو نمایاں نہیں ہونے دیتی اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ عقل سب کی سب سبب سے جہالت کی طرف دوڑتے ہیں

(۸) بہت سے لوگ صاحب الرائے تیز زبان ہوتے ہیں - اچھی بری بات کا فرق خوب سمجھتے ہیں -

(۹) بعض ایسے احمق ہوتے ہیں - کہ اپنی زبان چبانے رہتے ہیں اور دونوں کلائیوں سے حماقت

کا آٹا گوندھتے ہیں اور ردی پکانے رہتے ہیں -

(۲) بہت سے ایسے شریر ہیں کہ اپنے نفس کو صرف شر ہی پر محدود رکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ بھلائیوں کے ذخیرہ کو جمع اور زیادہ کرتے ہیں۔

(۱) جو مرد اپنی موت سے بھاگتا ہے۔ اور موت اسکی جان طلب کر رہی ہے۔ ایک نہ ایک دن یقیناً اسکو پا کرے گی۔ تب اس کے لئے دوسرے جہاں کے سامان کئے جائینگے۔ اس کے بعد ہند نے اپنے اشعار سنائے۔

(۱) میں نے ایک بات معلوم کی ہے۔ جو صاحب قدرت لوگوں سے جب وہ مشکلات اور مصائب میں پڑتے ہیں۔ فیصلہ کرنے میں نفع دیتی ہے۔

(۲) میرے نزدیک جوان اسوقت کچھ قابل قدر نہیں جب کہ وہ مالدار مگر عقل سے کورا ہو

(۳) بزدل کا قاعدہ ہے کہ ایک پھونک سے آگ کو سلگا دیتا ہے جس سے اسکی آگ خوب بھڑک اٹھتی ہے۔ اور پھر مل جاتا ہے۔

(۴) بہت سے مالدار اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں اور بہت سے کم استطاعت دیتے رہتے ہیں اور نرمی سے پیش آتے رہتے ہیں

(۵) بہت سی چھوٹی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ تو تو ان کو حقیر سمجھتا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ ایسے فساد کو کھڑا کر دیں جس کا شر جاری ہی رہے

(۶) بہت سے ایسے ریا کار ہیں کہ ظاہر میں نیک اور پارسا معلوم ہوتے ہیں تقوے کی ٹٹی سے تندرست بھیڑیئے کی لوگوں کو فریب میں پھنساتے ہیں۔

(۷) بعض لوگ جو دو پرانی چادریں اوڑھے ملیں گے۔ مگر ایسی نیت والے ہوں گے کہ ہمیشہ تقوے کے کام کرتے رہیں گے۔ اور لوگوں کی مصیبت میں بھی کام آدیں گے

(۸) بہت سے بیوقوف جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے لئے آئیں گے۔ ان کے آپس میں لگائی بجھائی کرتے رہیں گے۔ اور بہکاتے رہیں گے۔

(۹) ظالم کے متعلق ہمیشہ بُرے الفاظ کہے

جاتے ہیں ۔ اور خوب بدنام ہوتا ہے ۔ نیکی سے پہلے بہرا اور بدی کا ساتھی رہتا ہے ۔ ان اشعار کو سنکر قلمس نے اور اشعار پڑھنے کی خواہش کی چنانچہ جمعہ نے اپنے اشعار سنائے ۔

(۱) میں نے دنیا داروں کو دھوکے والے خواب و مال کی طرح دیکھا اور مثل اس سایہ کے جو بعد انتظار کر پھر زائل ہو جاتا ہے ۔

(۲) مردہ شخص جو زندگی اور اس کے عیش میں پڑا ہوا ہے ۔ لابدی اس کو ایک دن کوچ کرنا ہے ۔

(۳) جوان موت اور ہلاکت کے ڈر سے بھاگتا پھرتا ہے ۔ اور پھر موت کا پنجہ ہر زندہ کو پکڑتا رہے گا ۔

(۴) یکایک اس دنیادار کو موت کا پیغام اسکی قضا لئے ہوئے ۔ دوڑتا ہوا آن پہونچا اور وہ دنیاوی امیدوں میں ایسا غافل پڑا ہوا تھا ۔

(۵) گویا دارالحیاۃ میں ہمیشہ رہیگا ۔ حالانکہ جو گیا ۔ وہ اس سے جدا ہوا ۔ اور شکار ہوا ۔

(۶) دنیا اور اس کے عیش کو ایسی مصیبتوں نے بگاڑ رکھا ہے ۔ جو پے در پے آتی رہتی ہیں ۔ اور مزا بگاڑتی رہتی ہیں ۔

(۷) سنو بہت سوں کو بلا تکلف روزی ملتی ہیں اور بعض روزی سے ایسی محروم ہوتے ہیں کہ کوشش اور حرص پر بھی نہیں ملتی ۔

جمعہ کے بعد ہند نے بھی اپنے اشعار سنائے ۔

(۱) آدمی کے دل نے ایک بات کا یقین کر لیا ہے اور وہ جھوٹی بھی نہیں ہے ۔ وہ یہ کہ اگر وہ یک زمانہ تک زندہ بھی رہے گا ۔ لیکن آخر کار یقینی مرے گا ۔

(۲) بذریعہ جام کے موت کو پیئے گا ۔ جیسے اور چیزیں پیتا ہے ۔ اور موت کی پیٹھ پر جبراً سوار ہوگا ۔ اور چلیگا ۔

(۳) بہت سے دنیا داروں کا مال بار آور ہوتا ہے ۔ سو وہ اس کو جبراً میراث کے واسطے ایک دن چھوڑ مریں گے ۔

(۴) بزدلوں کے افعال اور ان کی خوش اخلاقی

پر کار بند رہکر بد اخلاق اور الیا جھگڑالو مت بن کہ بیچا اور ضدی ہو جائے ۔

(۵) لوگوں میں مسخرا اور کھلونا مت ہو جاؤ ورنہ ایسا مسخرہ ہو جائے گا کہ تجھے دیکھ کر ہنسی ہوا کرے گی ۔ تو جھل کے سبب بے باکانہ مذاق کرتا رہتا ہے اور واقعی تو ہی گمراہوں کی گمراہی میں داخل اور شریک ہوتا ہے ۔

(۶) سنو جی بہت سے نصیبے ور ایسے ہوتے ہیں جن کے سب افعال ہوشیاری کے ہوتے ہیں ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو خوش نصیب ہیں اور احمق بھی ۔

قلمس اس گفتگو اور اشعار سے بہت متاثر ہوا دونوں کو ترقی کمال کی دعا دی اور ان کو انعام دیا ۔

(ص۴) (۸) جہاز کا لنگر ۵۹۴ء قبل مسیح اینکا لوسس نامی ایک شخص نے ایجاد کیا ۔

(۹) دنیا میں سب سے زیادہ آبادی چین کی ہے

(بشکریہ دلچسپ جدید)

دلچسپ معلومات

۱۔ گھڑی سب سے پہلے زبیر نامی ایک عرب نے بنائی ۔

۲۔ دنیا میں سب سے پہلے بائیسکل فرانس میں ۱۸۱۸ء میں ایجاد ہوئی جو لکڑی کی بنی ہوئی تھی ۔

۳۔ دخانی کشتی ۱۸۰۷ء میں رابرٹ فلٹن نے بنائی ۔ جس کا نام کلیر مونٹ تھا ۔

۴۔ توپ ۱۳۱۳ء میں جان ارون نامی ایک شخص نے ایجاد کی ۔

(۵) دنیا میں سب سے پہلا ہوائی جہاز ورائٹ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء میں ایجاد کیا ۔

(۶) مشرق میں سب سے پہلے بارود عربوں نے ایجاد کی ۔

(۷) سب سے پہلے جغرافیہ ادریس نامی ایک عرب نے ۱۱۵۴ء میں لکھا ۔ (۴۴)

(بقیہ) محمد بن تغلق فصیح البیان ۔ مہذب ، عربی ، فارسی منطق ، ریاضی ۔ اور فلسفہ یونانی کا ماہر تھا ۔ اُس کی بہادری شجاعت مشہور عالم تھی ۔ لیکن یہ ساری صفات حسنہ اُسکی جابرانہ ۔ ظالمانہ ۔ اور مجنونانہ بلند پروازی کے سامنے خاک میں مل گئی تھیں ۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اس کا عہد ہندوستان کی تاریخ میں سب سے زیادہ مصیبت کا زمانہ کہا جاتا ہے ۔

اس کا انتقال دریائے سندھ کے کنارے بعارضہ بخار ۱۳۵۱ء میں ہُوا ۔

چین کیلئے پاکستانی سفیر

مسٹر سلطان الدین احمد کو عوامی جمہوریہ چین کیلئے سفیر پاکستان مقرر کیا ہے

مختصر سوانح حیات مسٹر سلطان نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے بیچلر آف لاء کی ڈگری حاصل کی اور ڈھاکہ میں پریکٹس کرنے کے علاوہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں دس سال تک قانون کے پروفیسر بھی رہے موصوف تین موقعوں پر قائم مقام وائس چانسلر بھی رہ چکے ہیں ۔ وہ کئی سال تک اس یونیورسٹی کے اعزازی خزانچی کے اہم عہدہ پر بھی فائز رہے ہیں سن ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۳ء تک وہ پاکستان کے انٹر یونیورسٹی بورڈ کے رکن بھی رہے

مسٹر سلطان احمد نے اپنے صوبہ میں امداد باہمی کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا ۔ اور ڈھاکہ سنٹرل کوآپریٹو بینک کے ڈائرکٹر اور نائب صدر کی حیثیت سے کام کیا ہے ۔ موصوف نیشنل بینک آف پاکستان کے ایک ڈائرکٹر بھی رہ چکے ہیں انہوں نے سنہ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک غیر منقسم بنگال کی قانون ساز کونسل کے ایک رکن کی حیثیت سے سیاست میں حصہ لیا ۔ اپریل سنہ ۱۹۵۳ء میں انہیں برما میں پاکستانی سفیر مقرر کیا گیا ۔ انکی عمر ۵۳ سال ہے ۔

غزل

از جنابہ محترمہ ریحانہ انجم

وُہ دل ہی کیا جو چوٹ کھا کے مسکرا نہ سکے
اک ایسی یاد ہے دل سے جسے بھُلا نہ سکے

ہزار دیا زمانہ ہنسا مقدر پر
ہم حال دل بھی کسی کو کبھی بتا نہ سکے

گری ہے برق کئی بار اس نشیمن پر
تمنا اس کو بسانے کی تھی بسا نہ سکے

چمن اُمید کا اسطرح لُوٹا گلچیں نے
کہ بار غم سے لب شکوہ بھی ہلا نہ سکے

کسی کو کیا خبر ہے دل کی میرے اے انجم
کہ جب کسی کو بھی ہم زخم دل دکھا نہ سکے

خاندان مغلیہ کی جلیل القدر شاہزادی

از جناب شیخ فدا حسین صاحب فدا - امرتسری

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

اے زیب النساء! اے جگر گوشۂ اورنگ زیب ور اے ملکۂ رس دیار ہند بین خاتون!!! جی چاہتا ہے کہ تیری بوسیدہ قبر اور تیرے محتاج مزار سے ٹکریں ار مار کر سر پھوڑ لوں اور تیری لحد کی ایک ایک اینٹ اپنے خون کی مہندی سے رنگ دوں۔ کیونکہ دنیا سے پُر ارمان اور حسرتوں سے بھرا ہوا اپنا دل لے کر ئی ہے۔ اے فردوس مکین بے مثال شاعرہ! رے افکار عالیہ کا ایک ٹھوس الہامی نتیجہ جو میرے ضمون کے عنوان کو زیب دے رہا ہے۔ خدا علوم کس وقت تیرے نازک دماغ کی سوز بھری تہوں سے نکل کر شعر کا جامہ پہنے ہوئے عالم وجود میں آیا تھا۔ مگر اس کا ایک ایک حرف تیری پیشگوئی پر صاد کرتا ہے۔ اے فلک بوس محلات میں رہنے والی شاہزادی! کون جانتا تھا کہ تو دہلی کے لال قلعہ میں مغلیہ خاندان کے ایک عالی وقار شہنشاہ ہند کے ہاں پیدا ہو کر اپنی لیاقت سے دنیا کو محو حیرت بنائے گی۔ اور بالآخر تکمیل حیات کے بعد لاہور کے جنوب مشرق کی طرف تقریباً دو میل کے فاصلہ پر چند نفوس کی آبادی (نوا کوٹ) میں اپنی ابدی راحت کے لئے دنیائے فانی کی بے مہریوں سے کنارہ کش ہو جائے گی۔ اور تیری آرامگاہ ایک مرجھائے ہوئے پھول کے سے بھی محروم ہو گی۔ کبھی تیری زبان سے نکلا

ہوا کب ایک لفظ قانون کا حکم رکھتا تھا - اور کبھی تیرے ابرو کا ایک اشارہ سیکڑوں گردنیں جھکو دیا کرتا تھا - لیکن آج کوئی تیری حالت زار کو دیکھنے والا بھی نہیں - موجود اور صرف ایک تیری مجلس بیکسی ہے - جو تیرے مرقد پر مجاوری کر رہی ہے - آہ! حوادثات زمانہ کی سرد مہریوں کے ہاتھوں تیری قبر کا شکستہ گنبد - اکھڑا ہوا فرش اور پُر ہول سکوت یہ تمام باتیں مل جل کر آج مسلمانوں کی بے حسی و بے توجہی کا ماتم کر رہی ہے - کون ایسا سخت دل ہوگا جو تیری بیکسی پر آٹھ آٹھ آنسو نہ روتا ہوگا - اور تیری اس دن کی شوکت و جبروت کا موجودہ حالت سے موازنہ کرکے دل پکڑ کر رہ جاتا ہوگا - اے محفل ہند کی شمع خاموش! گو وہ بزم درہم برہم ہو چکی ہے - پروانے جلکر ٹھنڈے ہو چکے ہیں - تیرے نور کی آخری کرن رنگون کے قید خانے میں بند ہو کر روپوش ہو چکی ہے لیکن ابھی تک وہ کونسی بولتی ہوئی کشش پنہاں ہے جو میرے دل میں ایک شعلہ روشن کم زور رہنے دیتی ہے جس کی لو آہستہ آہستہ دارالسلام دہلی سے ماضی کو میری آنکھوں کے سامنے پیش کر رہی ہے - مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے - جب تیری طوفانی زندگی کے متعلق زبان تواریخ کو گنگ پاتا ہوں - آہ! تیری خستہ حالی مجھے رقت کے گہرے جذبہ میں ڈبو کر اپنے اظہار خیالات سے روکتی ہے - جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں ان کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش نہیں کر سکتا - نیز التعویذ میرے لئے قفل دہن بن رہا ہے -

میں بے پھول حاضر ہوا ہوں - شاید تیری روح اس کی شاکی ہو - لیکن نہیں - میں خالی ہاتھ نہیں ہوں ... میں لایا ہوں - مگر صرف عقیدت کے پھول - دیکھ! میری آنکھوں ہر ایک آنسو پھول بنکر تیری قبر پر گلریز ہو رہا ہے - میری روح بیقرار ہو رہی ہے - تیری حالت زار مجھ سے اور زیادہ نہیں دیکھی جاتی - لے میں اب جاتا ہوں - اور فاتحہ کے بعد رخصت ہوتا ہوں - خدا تیری روح کو ابدی راحت نصیب کرے اور آثار قدیمہ کے محافظین کی توجہ تیری طرف بھی مبذول ہو - الوداع ::

نغمہ وحدت

از جناب مولوی حاجی سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری

ہر شے سے تو ہی ظاہر اے پردہ پوشِ وحدت
پھولوں میں رنگ تو ہے رنگین ہے تجھ سے فطرت
حسنِ سیہ دیا ہے لیلائے شب کو تو نے
چمکا دیا جمالِ زیبائے شب کو تو نے

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

سورج کی طلعتوں میں تیرا جلال پنہاں
روئے قمر میں تیرا حسن و کمال پنہاں
قدرت ہے تیری ظاہر اشجار کے نمو سے
ظاہر ہے حسنِ عریاں پھولوں کے رنگ و بو سے

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

نورِ جمال تیرا رنگِ شفق سے پیدا
ذکرِ جمیل تیرا ہر ہر ورق سے پیدا
قدرت کی تیری شاہد صحرا کی وسعتیں ہیں
عظمت پہ تیری نازاں ہستی کی رفعتیں ہیں

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

تو نے صدف کے اندر پیدا کیا گہر کو
اوجِ فلک سے اونچا پہونچا دیا بشر کو
بلبل کے دل کو تو نے سوز و گداز بخشا
کوئل کو درد دے کر نغموں کا ساز بخشا

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

گلشن کا ذرہ ذرہ حکمت پہ تیری شاہد
صوفی اگر ہے بیخود ہے سجدہ ریز عابد

غنچوں کی مسکراہٹ دینا ئے راز تیری پھولوں کی خود نمائی حسن طراز تیری
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے
تاروں کی دلکشی میں، رنگینیٔ سحر میں جنگل کی ہیبتوں میں۔ وادی کے شور و شر میں
تیرے نشان ہیں مضمر اے تاجدار وحدت کبتک چھپی رہیگی پردے میں تیری صورت
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے
دیر و حرم میں کیا ہے تیرا ہی ایک جلوا بیکار ہے یہ جھگڑا۔ شیخ اور برہمن کا
تیری صدا ہے پنہاں ناقوس کی فغاں میں عظمت ہے تیری مضمر آوازۂ اذان میں
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے
فاراں کی چوٹیوں پر تو ہی تو جلوہ گر تھا دامن میں طور کے بھی تیرا ہی ایک شرر تھا
لیلیٰ کے رُخ کو تو نے پرنور کردیا تھا مجنوں کے دل کو غم سے معمور کردیا تھا
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے
ثاقب نے تجھکو اپنے تاریک دل میں پایا سر کو جھکا کے تیری وحدت کا گیت گایا
عرفاں نے تیرے اُسکو بیخود بنادیا ہے تو کس لئے پھر اپنی صورت چھپا رہا ہے
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

پیاری بہنو! اپنے شوہروں کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ جہانتک ہوسکے اُنہیں ہر وقت خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ (۲) انکے کھانے، پینے، سونے کا خیال رکھو۔ اُن کا ہر کام وقت پر کرو۔ ۳۔ اگر وہ کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف کریں تو نہایت خوبصورتی سے ان کو سمجھا دو۔

حضرت عائشہؓ

عائشہ نام تھا۔ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی
م اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر کے تعلق سے ام عبداللہ
نیت کرتی تھیں ماں کا نام زینب اور اُم رومان کنیت تھی
بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔

سنہ ۱۰ نبوی میں آنحضرت صلعم کے ساتھ نکاح ہوا
س وقت شش سال تھیں۔ آنحضرت صلعم سے پہلے
بیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں۔ حضرت
دیجہ کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آنحضرت
صلعم سے نکاح کی تحریک کی آپ نے رضامندی ظاہر کی خولہ
نے ام رومان سے کہا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے
ذکر کیا۔ بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں
ور وعدہ خلافی نہیں کی۔ لیکن مطعم نے خود اس بنا پر
نکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہ اُن کے گھر میں گئیں تو گھر میں
سلام کا قدم آجائے گا۔ بہر حال حضرت ابوبکر نے
خولہ کے ذریعہ سے آنحضرت سے عقد کر دیا۔ چار سو درہم
مہر قرار پایا لیکن مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے
کہ ازواج مطہرات کا مہر پانچسو درہم ہوتا تھا۔

نکاح کے بعد مکہ میں آنحضرت صلعم کا قیام ۳ سال
تک رہا سنہ ۱۳ھ میں آپ نے ہجرت کی تو حضرت
ابوبکر ساتھ تھے۔ اہل وعیال کو مکہ میں چھوڑ آئے
تھے۔ جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکر نے
عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ ام رومان کے اسماء اور عائشہ
کو لے آئیں کے آنحضرت صلعم نے بھی زید بن حارثہ
ابورافع کو حضرت فاطمہ کے ام کلثوم اور حضرت سودہ
وغیرہ کے لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ مدینہ میں آکر
حضرت عائشہ سخت بخار میں مبتلا ہوئیں۔ اشتداد
مرض سے سر کے بال تک جھڑ گئے۔ صحت ہوئی
تو اُم رومان کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا۔ اُس

وقت حضرت عائشہ کی عمر ۹ سال کی تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ کہ ام رومان نے حضرت آواز دی۔ ان کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ ماں کے پاس آئیں تو انہوں نے منہ دھونا اور بال درست کئے۔ گھر میں آئیں انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں۔ یہ گھر میں داخل ہوئیں۔ تو سب نے مبارک باد دی۔ چاشت کے وقت آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رسم عروسی ادا ہوئی۔ شوال میں نکاح ہوا تھا۔ اور شوال ہی میں یہ رسم ادا کی گئی۔ زمانہ قدیم میں اس مہینے میں طاعون آیا تھا۔

اس بنا پر اہل عرب اس مہینے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔ اس خیال کے مٹانے کے لئے قصداً یہ مہینہ انتخاب کیا گیا تھا۔

وفات۔ حضرت عائشہ نے آنحضرت کے ساتھ ۹ برس کی عمر میں وہ آپ کے پاس آئیں۔ اور جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔

آنحضرت کے بعد حضرت عائشہ قریباً ۴۸ سال زندہ رہیں۔ ۵۷ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۶ سال کی تھی۔

وصیت کے مطابق جنۃ البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ قاسم بن محمد۔ عبداللہ بن عبدالرحمن۔ عبداللہ بن ابی عتیق۔ عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر نے قبر میں اتارا۔ اسوقت ابوہریرہؓ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے اس لئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی اسی محبت سے آپ نے مرض الموت میں تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کئے۔ اس محبت کا اظہار جن طریقوں سے ہوتا تھا ان کے متعلق احادیث و سیر میں نہایت کثرت سے واقعات درج ہیں۔

علمی زندگی۔ حضرت عائشہ کی علمی زندگی بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتوے دیتی

س - اکابر صحابہ پر انہوں نے دقیق اعتراضات کئے
ب۔ جن کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے
نا سے ۱۰ ۲۲ کے حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ۱۷۴
یثوں پر شیخین نے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاری نے منفرداً
ا سے ۴ حدیثیں روایت کی ہیں - ۶۸ حدیثوں میں
م مسلم منفرد ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے، احکام شرعیہ
ں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے - ترمذی میں
ہے - کہ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش
جاتا تھا تو اس کو حضرت عائشہ ہی حل کرتی تھیں۔ اُن
کے شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم نے اُن سے زیادہ خوش
تقریر کسی کو نہیں دیکھا ۔ تفسیر - حدیث - اسرار فقہ
طابت اور ادب و انساب میں ان کو کمال تھا۔ شعرا
کے بڑے بڑے قصیدے اُن کو زبانی یاد تھے -
حاکم نے مستدرک میں اور ابن سعد نے طبقات میں
تفصیل ان واقعات کو لکھا ہے ۔ اور مسند ابن حنبل
وغیرہ میں بھی جستہ جستہ اُن کے فضل و کمال کے
دلائل دشواہد ملتے

ایک تمنّا

واپس۔ واپس! اے وقت تیز گامی سے واپس
چل اور صرف آج کی رات کیلئے مجھے پھر بچہ بنا دے -

ماں تو پھر آ ما اُس بے پایاں سمندر کے ساحل سے
واپس آ - اور مجھے اپنے محبت بھرے سینے سے لگالے
رنج و افکار میری روح کو افسردہ و مضمحل کر رہے ہیں -
تو میری پیشانی کو چوم کر اسے معدوم کر دے -

واپس - واپس! اے زمانے کی بڑھتی ہوئی
رو واپس - کہ میں محبت کرتے کرتے اور آنسو بہاتے بہاتے
تنگ آگیا ہوں - تو میری محنت کو راحت سے اور میرے
آنسوؤں کو موتیوں سے بدل دے -

ماں - اے ماں - میں اس منافق دنیا سے
بیزار ہو چکا ہوں - اب تیرے لئے میرا دل بےچین ہے
کتنی ہی مرتبہ بسنت کی بہاریں آئیں ۔ کھیت اور
درخت ہرے بھرے ہوئے اور پھر افسردگی کے عالم میں

سو گئے۔ کھلے اور مرجھا گئے! مگر آہ تیرے بعد پھر مجھے
حقیقی راحت اور سچی مسرت نصیب نہ ہوئی۔

آ۔ اے ماں! اس بحر مستقل اور اس
بحر خاموشی سے پھر واپس آ۔ اور مجھے اپنے بازوؤں
پر لے کر راحت کی بنید سُلا دے۔

ایک زمانہ گزر گیا۔ مگر ماما جیسی پھر کوئی روشنی
دکھائی نہ دی! اے ماں! تیری بے غرض محبت
کو دل ترس رہا ہے اور تیری ہمدردی و دلجوئی کے
لئے آنکھیں فرش راہ ہیں!

(ثاقب)

ہمارا باورچی خانہ

اور

دسترخوان

خرمہ ۔ میدہ ۔ سیر بھر ۔ گھی ۔ آدھ سیر شکر سفید ۔ سیر بھر ۔

ترکیب ۔ میدہ میں گھی ملا کر خوب مل کر ایک ذات ہوجانے ۔ اور گھی جذب ہو جائے اور تھوڑا سا پانی دے کر سخت گوندھو اور شکر کا تار بند قوام تیار کر کے علیحدہ رکھو اب میدہ کے خرمے بنا کر گھی میں تلو اور قوام تیار شدہ چمچہ سے ان پر ڈالو خرمے تیار ہیں ۔

بالوشاہی ۔ میدہ ایک سیر گھی آدھ سیر شکر ڈیڑھ پاؤ پانی میں خوب پھینٹو جب ایک ذات ہو جائے تو جتنے بڑے چاہو پیڑے ایک انداز کے بنا کر ذرا چپٹے کر کے گھی میں تل لو اور تین سیر قند کی ایک تاری چاشنی تیار کر کے اسمیں ڈالتی جاؤ اور چمچہ یا کفگیر سے چاشنی چڑھاتی جاؤ اور سرد ہونے پر خوشبو عطر یا کیوڑہ کی دیدو ۔

برفی ۔ سیر بھر کھویا اور تین پاؤ شکر ملا کے آگ پر رکھو جب دونوں چیزیں مل کر پا جاویں تب کسی تھال میں یا سینی میں پھیلا کر جما لو اور چھری سے شکر پارہ کی شکل میں کاٹ لو اگر کاٹنے سے پہلے دو سیر چاندی کے ورق لگادو تو اور بھی خوشنما ہو جائیں گی ۔

سالانہ چندہ جن بہنوں نے سالانہ چندہ روانہ نہیں کیا وہ جلد از جلد روانہ کریں ۔

جام جہاں نما

برف میں لگی ہوئی مچھلیوں پر محصول ختم کر دیا گیا۔

حکومت پاکستان نے ان تازی مچھلیوں کو جو برآمد سے پہلے برف میں لگائی جاتی ہیں۔ کسٹم کے برآمدی محصول سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اس امر کا اعلان وزارت مالیات کی جانب سے پاکستان کے ایک گزٹ میں کیا گیا ہے۔

مشرقی بنگال سے ہندوستان کو جانے والی برف میں لگی ہوئی مچھلیاں محصول سے مستثنیٰ نہ ہونگی۔

ہائی کمشنر ہندوستان نے اپنا تعارفی مکتوب پیش کیا۔

ہز اکسلنسی مسٹر سی۔ سی ڈیسائی نے جو پاکستان میں ہائی کمشنر ہندوستان مقرر ہوئے ہیں اپنا تعارفی مکتوب آنریبل وزیر اعظم محمد علی کی خدمت میں دیا۔

ہائی کمشنر ہندوستان۔ ایس۔ ایس۔ ہر بمبئی سے یہاں پہونچے۔ بندرگاہ کیماڑی پر حمید نواز خاں افسر اعلیٰ تقریبات حکومت پاکستان اور ہندوستانی ہائی کمیشن کے افسروں نے ہائی کمشنر کا استقبال کیا۔

عورت

اصلاح کا کام رہنماؤں نے کیا
اخلاق کو پاک پیشواؤں نے کیا
لیکن نہوا بڑے بڑے نیکو کار
دنیا میں جو کام نیک ماؤں نے کیا

(ص۔ ح)